

# فرائد کا سہ

سیم العلوم والمعارف مولانا محمد قاسم نانوتوی

غیر مطبوع مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ

حضرت مولانا حافظ عسکری لغنی پھلاوی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تعارف

(حضرت) مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امرہوی

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

ادارہ ادبیات دلی - گلی قائم جان دلی

# فرائدِ قاسمیہ

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم  
نانوتویؒ کے غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ  
جمع کردہ: حضرت مولانا سید عبدالغنی پھلاودیؒ  
مقدمہ و تعارف

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امر وہی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

بعنائیت و شکر یہ: مولانا حبیب اللہ اختر، مولانا عبدالجبار صاحب

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

# فرائدِ قاسمیہ

سیم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

غیر مطبوعہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ

جمع کردہ

حضرت مولانا حافظ عسکری لاہوری پھلاؤمی رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تعارف

(حضرت) مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امرتسری

ادارہ ادبیات دلی - گلی قاسم جان دلی

## مقدمہ و تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآنِ قاسم کا یہ نسخہ قطب الوقت حضرت مولانا حافظ عبد القیوم صاحب پھلاؤڈی کے کتب خانہ کا ایک نادر علمی نسخہ ہے مولانا حافظ سید عبد القیوم صاحب پھلاؤڈی ایک جامع کمالات اور اعلیٰ صفات کے بزرگ تھے۔ ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ ان کی موت میں ان کے مختصر حالات پیش کر رہا ہوں تاکہ قرآنِ قاسم کی اہمیت سامنے آجائے۔

حضرت مولانا حافظ سید عبد القیوم صاحب پھلاؤڈی تحصیل موافہ ضلع میرٹھ کے باشندے تھے آپ کا خاندان ساداتِ رضویہ کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۸۵۷ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام محمد عبدالقیوم تھا۔

مولانا حافظ سید عبد القیوم صاحب نے ابتدائی تعلیم کن اساتذہ سے حاصل کی اس کی پوری تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بھی آپ کا علمی و روحانی تعلق تھا جس زمانے میں حضرت مولانا نانوتوی کا قیام میرٹھ میں تھا، غالباً حافظ صاحب نے اسی زمانے میں حضرت سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ آپ نے کس سن میں اور کتنے عرصے تک تعلیم پائی اس کا پتہ نہ مل سکا حضرت نانوتوی کے بہت سے خطوط آپ کے نام ہیں جن سے آپ کے اور حضرت نانوتوی کے علمی و روحانی

روابط کا پتہ چلتا ہے مولانا حافظ عبد القیوم صاحب اروا اور فارسی کے ایک بہترین اور ملت پایہ ادیب و شاعر تھے حافظ مخلص کرتے تھے۔ آپ کی شریف نظر کے دو مجموعے کتب خانہ پھلاؤڈی میں موجود ہیں جو شائع نہیں ہو سکے۔ ان میں علاوہ ادبی غریبوں کے تاریخی سرمایہ بھی موجود ہیں

297.2

عید

ن ۹

نانوتوی، محمد قاسم — مقالات



ہے۔ آپ نے اپنی تمام عمر مکمل سلوک، تزکیہ نفس اور تعلیم و تدوین علوم دینیہ میں گزاری۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی مگر تمام علوم و فنون متداولہ تسلط تھے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے تلمیذ رشید راس الاذکیہ حضرت مولانا سید محمد حسن محدث امرہویؒ خورجہ، دہلی وغیرہ میں تعلیم دینے کے بعد ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے رتبے پہلے صدر المدرسین ہوئے۔ جب مہرجادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں حضرت نانوتویؒ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی مفتی امرہویؒ جنھوں نے ترمذی شریف مسجد چغتہ دیوبند میں حضرت نانوتویؒ سے بیعت کی تھی اور جردالعلوم دیوبند کے فرزندانی قدیم میں سے تھے، مدرسہ شاہی مراد آباد چلے گئے اور وہاں حضرت امرہویؒ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے تھے۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب امرہویؒ کو مدرسہ شاہی سے سند فراغ ملی۔ غالباً حضرت حافظ سید عبدالغنی دہلویؒ کو بھی اسی سن میں مدرسہ شاہی سے سند فراغت ملی ہے۔ جب ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں مدرسہ شاہی سے ترک تعلق کر کے حضرت امرہویؒ نے اپنے وطن امرہہ میں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد قائم کیا تو مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب صدیقی اور مولانا حافظ سید عبدالغنی پھلاؤدی دونوں اس مدرسہ کے مدرس ہوئے۔ کئی سال اس مدرسے امرہہ میں حضرت پھلاؤدیؒ نے درس دیا۔ حافظ صاحب پھلاؤدی کے قیام امرہہ کے زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ ہاجری کا مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک مکتوب گرامی پھلاؤدہ میں موجود ہے جو مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امرہہ کے پتے پر حضرت حافظ صاحب پھلاؤدیؒ کو بھیجا گیا ہے۔ اس مکتوب میں حضرت حاجی صاحب نے اس مدرسہ اسلامیہ کے حق میں دعاے خیر تحریر فرمائی ہے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا امرہویؒ سے حضرت پھلاؤدیؒ کا چچا تعلق تھا اس کا پورا پورا علم ان خطوط سے ہوتا ہے جو دونوں بزرگوں نے مولانا پھلاؤدیؒ کو تحریر فرمائے ہیں۔ نیز اس مجموعہ نظم و نثر سے بھی ہوتا ہے جو حضرت حافظ صاحب پھلاؤدی کے دہن و فکر کا بہترین نتیجہ ہے اور ادبی نقطہ نگاہ سے ایک عظیم رہا ہے۔

حضرت مولانا امرہویؒ کے مدرسہ مکتوبات بنام حضرت حافظ صاحب پھلاؤدی بڑی تعداد میں ہیں جن میں سنوے زاد پوسٹ کارڈ ہیں اور کچھ کم پچاس نفاٹے ہیں۔ یہ خطوط حضرت مولانا نانوتویؒ کے زاد حیات کے آخری حصہ سے لے کر حضرت مولانا امرہویؒ کی وفات تک کے ہیں۔ یہ مجموعہ بھی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) سے لے کر حضرت امرہویؒ کی وفات کے قریب لڑنے تک کے خطوط میں امرہہ مراد آباد و دیوبند، لنگوہ وغیرہ کے بزرگوں کا ذکر ہے اور اس زمانے کے اہم واقعات کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ خطوط بھی اگر شائع ہو جائیں تو معلومات کی بہت سی راہیں کھلیں گی۔ حضرت حافظ صاحبؒ کو حضرت نانوتویؒ اور حضرت امرہویؒ سے محبت کا وہ مقام حاصل تھا جسے عشق کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو چار باتیں عرض کرتا ہوں:

حضرت نانوتویؒ نے مطبع مجتہائی کے حائل کی تصحیح کی تھی۔ حافظ صاحب اسی حائل سے تلاوت قرآن کرتے تھے اور اس کے غلاف پر اپنے قلم سے ان کا شہر لکھا ہوا ہے: کرد تصحیح حضرت قاسم ایں حائل کر حریر جان بن است

حضرت نانوتویؒ کی تمام مطبوعات کا ذخیرہ ان کے کتب خانے میں موجود ہے، جن میں وہ اڈیشن بھی ہیں جن کا وجود بہت کم کتب خانوں میں پایا جاتا ہے۔ حضرت پھلاؤدیؒ کو یہ فکر رہتی تھی کہ حضرت کی وہ تحریریں جو طبع نہیں ہوئیں ان کو جمع کر لیں۔ آپ حیات مصنفہ حضرت نانوتویؒ میں سے چند اوراق کتابت و طباعت کے وقت دقیق مضمون پر مشتمل ہونے کی بنا پر اس زمانے کے بعض بزرگوں کے مشورے سے نکال دیے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحبؒ کو ان اوراق مستخرجہ کے حاصل کرنے کی تدقیر اتجاہ اور فکر نہ رہی۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی جو حضرت امرہویؒ کے نام ہے خاص طور پر ان اوراق مستخرجہ کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ حضرت نانوتویؒ کی ہر چھوٹی اور بڑی غیر مطبوعہ تحریر کو نہایت ہی گوش اور تلاش سے حاصل کر کے جمع کرتے رہے اور اس مجموعہ کا نام از انبار قاسم رکھا۔

یہ فراموش قاسمیدہ حقیقت علمی جواہرات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس میں وہ تحریریں ہیں جو حضرت کے مطبوع تصنیفات و تالیفات کے علاوہ ہیں اور میرے علم میں ان میں کی کوئی تحریر بھی ایسی نہیں ہے جو اب تک کہیں شائع ہوئی ہو۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ اس مجموعہ فراموش قاسمیک کی کوئی تحریر شاید مکتوبات قاسم العلوم میں ہو لیکن جب مراجعت کی گئی تو اس میں بھی کوئی تحریر اس مجموعہ کی نہیں تھی۔ حضرت امروہیؒ سے مولانا پھلاؤدیؒ کو میرا کلمہ چکا ہوں بڑا گہرا تعلق تھا اور حضرت امروہیؒ بھی ان کو اپنے گھر کے ایک کمرے کی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت امروہیؒ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت پھلاؤدیؒ سے اس طرح مراسلت کرتے ہیں جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے۔

اور اپنے تمام حالات مدرسے متعلق ہوں یا گھر سے ان کو لکھ دیتے ہیں جس سے انتہائی بے تکلفی اور تعلق قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ خود حضرت پھلاؤدیؒ کے خطوط جو حضرت امروہیؒ کے نام ہیں ان میں بھی ادب و احترام کے ساتھ ساتھ بے تکلفی و انداز بیان ہے۔ حضرت امروہیؒ پھلاؤدہ جالتے تھے تو حضرت پھلاؤدیؒ باغ و باغ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت امروہیؒ براہِ میرٹھ دیوبند پہنچے اور بغیر پھلاؤدہ تشریف لے جاتے ہوئے امروہہ واپس ہو گئے۔ اس کی خبر حضرت پھلاؤدیؒ کو ہوئی تو ایک شعر ان کی زبانِ قلم پر آیا جس کا پہلا مصرعہ ہے:

توبہ دیوبند رسیدہ دل ماند زنت کثیرہ

حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بھی حضرت پھلاؤدیؒ کا عقیدت و ارادت کا تعلق تھا۔ حضرت گنگوہیؒ کے بھی بہت سے مکتوبات آپ کے نام ہیں۔ آپ نے ایک مشترکہ تفسیر حضرت نافو قویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی شان میں لکھا ہے جس کا قافیہ کیسا کن گستاں وغیرہ ہے اور دیلف و دونوں ہے۔

حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا حکیم محمد صدیق تاسی مراوا آبادی وغیرہ نے بھی ان دونوں حضرات کی شان میں اس زمین میں قصائد کہے ہیں۔ مولانا پھلاؤدیؒ کو خلافت و امایازت حضرت حاجی امراؤ اللہ مہاجر کی سے ملی تھی۔

اب میں فراموش قاسمیدہ پر تھوڑی سی روشنی اور ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس نسخے کے متعلق پہلے درج پر حضرت حافظ صاحب پھلاؤدیؒ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے:

”فراموش قاسمیدہ کفری عبد القیاس را بہ ہزار عرق ربڑی فراموش آورده“

اس کتاب کے آخر میں دو مختصر علمی رسائل بزبان عربی ہیں جن میں ایک اثبات

جز ولا یجتزئ سے متعلق ہے اور دوسرے کا نام کلمۃ اللہ ہی العلیا ہے۔ چون کہ یہ

یہ دونوں رسائل دقیق مضامین پر مشتمل ہیں اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ان کی بحال

ان دونوں رسالوں کے علاوہ کل ذخیرے کو جو ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے عکس لے کر

شائع کرادیا جائے۔ شروع سے لے کر صفحہ ۳۶ تک اردو زبان کی نادر تحریرات ہیں

اس کے بعد بہ استثنائے چند اوراق فارسی زبان کی نادر تحریرات ہیں۔ پھر آخر میں

آٹھ سوال مذہب امامیہ کے علماء کے سامنے حضرت نافو قویؒ نے پیش فرمائے ہیں

جن میں پہلا سوال فارسی میں اور باقی اردو میں ہیں۔ سب سے پہلی تحریر شرک کی حقیقت

کے بارے میں ایک سوال کا جواب ہے۔ اس کے بعد دوسری تحریر ایمام کی بحث

میں ہے۔

صفحہ ۲۱ سے لے کر صفحہ ۴۱ تک تعلیم نفسیات کا بیان ہے کہ مباح ہے یا حرام؟

صفحہ ۴۱ سے ۶۳ تک رفع تعارض بین الحدیث والقرآن کا بیان ہے۔ صفحہ ۶۴ سے

لے کر ۹۲ تک فرق مراتب تقویٰ و علم و عمل و معنی حدیث فضل العالم الخ کا بیان ہے۔

اور یہ تحریر ایک مکتوب ہے جو حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوریؒ کے نام ہے۔

صفحہ ۹۲ سے لے کر صفحہ ۹۶ تک مثل بظاہر محدث کا بیان ہے۔ یہ مکتوب مولانا

نصرت علی خاں کے نام ہے۔ صفحہ ۹۶ سے ۱۰۳ تک یادروں کے اعتراض کا جواب ہے

جو متعدد نکاح کے بارے میں تھا۔ صفحہ ۱۰۳ سے ۱۲۲ تک تحقیق مالِ حرام کا بیان ہے

صفحہ ۱۲۲ سے ۱۴۶ تک ایک مکتوب دربحث امکان و امتناع نظیر محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ مکتوب قاضی محمد اسماعیل منگلوری کے نام ہے۔

لے جا رہی ہیں کتاب کے صفحوں کے نمبر گنے ہیں ان میں ہر نمبر ایک حدیث اضافہ ذکر کیا جائے۔



صفحہ ۱۴۶ سے صفحہ ۱۵۳ تک قرآنہ فاتحہ خلف الامام کی بحث ہے۔

صفحہ ۱۵۳ سے ۱۵۶ تک ایک خط مولانا فخر الحسن گنگوہی کے نام ہے جس میں تحقیق کلی متکررات النوع کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۵۶ سے ۱۶۰ تک واسطی العروض کے موضوع پر ایک مکتوب ہے۔ یہ مکتوب بھی مولانا فخر الحسن گنگوہی کے نام ہے اور اس کے آخر میں یہ تحریر ہے:

”ایں چند سطور رقم زدہ ام پس از ملاحظہ ایں نامہ یا نقل ایں نامہ بخدمت مولوی احمد حسن صاحب (امروہی) نیز ضرور باید فرستاد“

صفحہ ۱۶۰ سے لے کر ۱۶۱ تک تحقیق مختصر در بیان حدیث متشابہ ہے اور یہ مکتوب گرامی حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی کے نام ہے۔

صفحہ ۱۶۱ سے لے کر ۱۶۸ تک تاکید و ترذیر در بیان جماعت و سنیت بہت رکعت و تراویح کا بیان ہے۔ یہ مکتوب منشی حمید الدین صاحب بیچو سبھلی کے نام ہے۔

اس مکتوب کے آخر میں یہ تحریر ہے:

”در مضایع التراویح از تحریر بیخون خیالات فارغ شدہ ام“

صفحہ ۱۶۸ سے لے کر ۱۷۱ تک ستر و غضب کے در بیان فرق کا بیان ہے۔ یہ مکتوب بھی حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہی کے نام ہے۔

صفحہ ۱۷۱ سے لے کر ۱۷۴ تک جواب اعتراض اہل تشیع ہے۔

صفحہ ۱۷۴ سے لے کر ۱۸۳ تک ایک شعر کا مطلب ہے اور یہ تحریر ایک مکتوب کی شکل میں مولانا منصور علی خان مراد آبادی کے نام ہے۔

صفحہ ۱۸۳ تا ۱۹۱ اشارات اجمالیہ در بحث امکان نظیر کا بیان ہے۔

صفحہ ۱۹۱ تا ۱۹۴ تتمہ تقریر ہل پنجادی اذ الکفور ہے۔

صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۶ ایک مکتوب گرامی ہے جس کے مکتوب الیہ کا پتہ: چل سکا۔

صفحہ ۱۹۶ سے ۱۹۸ تک مولانا علی غازی امروہی کے نام ایک مکتوب ہے۔

صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۲ نکات چند از علوم قاسمہ (تفسیر بعض آیات میں)۔

صفحہ ۲۰۲ تا ۲۱۳ چند رسالات کے جوابات ہیں۔ صفحہ ۲۱۴ سے لے کر تا ختم کتاب

ان رسالات کے جوابات ہیں جو علماء مذہب امامیہ اثنا عشریہ امروہی نے حضرت کی خدمت میں پیش کیے تھے۔

حافظ صاحب پھلاودی نے وفات سے قبل ایک وصیت نامہ فارسی زبان میں لکھا تھا جس کا ترجمہ شیخ احمد علی مصطفیٰ پھلاودی نے کیا تھا اور اس کو مع ترجمہ شائع بھی کر دیا گیا ہے۔ یہ وصیت نامہ ایک وعظ ہے جو علاوہ اعتراضات کے تمام مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ اس میں اپنی ملوک کتب کا خصوصاً تصانیف و تحریرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی و حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت مولانا حافظ عبدالمغنی پھلاودی نے تاریخ، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۲ء بروز چہارشنبہ وفات پائی۔ سید بھری کے لحاظ سے آپ کی عمر تقریباً ۸۳ سال ہوئی۔

**اولاد** آپ کے ایک صاحبزادے محترم سید محمد قاسم تھے۔ ان کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اپنے صاحبزادے کا نام مولانا نانوتوی رکھ کر نام پر رکھا تو ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھا کہ تاریخی نام بھی تقریباً اسی طرح کا ہو جو مولانا نانوتوی کا تھا۔ مولانا نانوتوی کا تاریخی نام خورشید حسین تھا تو ان کا خورشید حسین اپنے صاحبزادے کا نام رکھا جو مولانا نانوتوی کی وفات کے ایک سال بعد ۱۳۵۹ھ (مطابق ۱۹۳۹ء) میں پیدا ہوئے تھے۔

ان ہی صاحبزادہ گرامی سید محمد قاسم صاحب کے صاحبزادے مولانا ملک سید عبدالمغنی زید محمد ہیں۔ انھوں نے اپنے جدِ امجد کی بہت کچھ صحبت اٹھائی ہے اور ان کی خدمت کی ہے۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت ہیں۔

میں حضرت پھلاودی سے ملاقات د مولانا سید عبدالمغنی سے میری ملاقات کر سکا تھا۔ ان کی وفات سے ایک دو سال قبل ان کی خدمت میں ایک عزیز روز کیا تھا۔ اس کے جواب میں انھوں نے اپنی

سخت علالت اور نقل ساعت اور معدومی بصارت کا ذکر کیا تھا۔

میں اپنی طالب علمی کے زمانے سے یہ سنتا رہا کہ حضرت پھلاؤدیؒ مدرسہ اسلامیہ عربہ جامع مسجد امر دہر میں درس رہے ہیں اور ان کو مقامات حریری کے کئی مقامات زبانی یاد تھے۔ تقسیم ہند کے کچھ دنوں بعد میں پہلی مرتبہ پھلاؤدہ گیا تو مولانا پھلاؤدیؒ کے صاحبزادے محترم سید محمد قاسم صاحب اور پوتے مگر می مولانا سید عبدالغنی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ غالباً ایک دو دن رہنا ہوا۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے اپنی ضایات سے بہت کچھ فوٹا اور حضرت پھلاؤدیؒ کے کتب خانے کی سیر بھی کرائی اور ان کے کچھ حالات و واقعات بھی سنائے۔ اُن کا اکابر دیوبند خصوصاً حضرت نافوتویؒ اور حضرت امر دہیؒ سے جو ربط تھا اس کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا۔ اس کے بعد بھی میں کئی مرتبہ پھلاؤدہ حاضر ہوا۔ ایک مرتبہ تقریباً ایک ہفتہ رہنا ہوا اور بہت سے نوادر کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ فرائد قاسمہ کو بھی یاد پڑتا ہے کہ عربی کے دورے چھوڑ کر اُس وقت دیکھ لیا تھا۔۔۔ مولانا حافظ عبدالغنی صاحبؒ کے کتب خانے میں حضرت قاسم العلوم والمعارف رحمۃ اللہ علیہ کا غیر مطبوعہ کلام بھی موجود ہے جو عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہے۔ عرصہ ہوا احقر نے ایک مقالہ حضرت نافوتویؒ کی شاعری پر لکھا تھا اور اس میں اس غیر مطبوعہ کلام کو درج کیا تھا۔ یہ مقالہ رسالہ دارالعلوم پونہ میں شائع ہوا تھا۔

مولانا عبدالغنی صاحبؒ نے بتایا کہ مولانا نافوتویؒ کے اشعار کا ایک اور مجموعہ بھی اس مجموعے کے علاوہ تھا جو کتب خانے میں موجود تھا اور اب نہیں ہے۔ چونکہ یہ نادرمجموعہ تحریرات و مضامین ذی استعداد اہل علم کے استفادے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اس لئے فارسی زبان کے مضامین کے ترجمے کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بعد میں اگر کوئی صاحب اس کا ترجمہ کرنا چاہا یا اور اُن کو علوم قاسم سے مناسبت بھی ہو تو وہ ترجمہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت تو ان مضامین کا شائع ہونا ہی بجا کیفیت ہے۔

اس نسخہ خطی میں اکثر جگہ یائے معروف کی جگہ یائے مجهول اور یائے مجهول کی جگہ یائے معروف ہے۔ قدیم طرز کتابت کے مطابق ہر جگہ گول (ا) لکھی گئی ہے۔ اکثر جگہ حروف کو ہلکا کر لکھا گیا ہے۔ بعض جگہ شش کے تین نقطوں کی جگہ اُٹا واؤ تحریر کیا گیا ہے۔ گ کا ایک مرکز لکھا گیا ہے۔ ناظرین اس کا خیال رکھیں بعض جگہ کچھ غلطیاں بھی ہیں جن کی نشان دہی آخر میں کر دی جائیگی۔ البتہ تمام غلطیوں کا استیعاب نہیں ہو سکا۔ چونکہ خود یہ کتاب خوشخط اور کافی حد تک صحیح ہے اس لئے کسی کتابت و کتابت کر کے شائع کرنے کے مقابلے میں سہولت اسی میں نظر آئی کہ اس کا عکس لے کر شائع کرایا جائے۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت قاسم العلوم والمعارف کے مختصر سوانح حیات اور اس مجموعے میں جن حضرات کے نام مکتوبات میں اُن کے مختصر حالات لکھوں:

قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم شیخ امد علی صدیقی نافوتویؒ کے بالکمال صاحبزادے تھے۔ ۱۲۴۳ھ (۱۸۲۷ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں باپ پھر دہلی جاکر مولانا ملک علی نافوتویؒ کی خدمت میں علاوہ حدیث کے تمام کتب و سیر پر پڑھیں حضرت مولانا ملک علیؒ ایک جید عالم اور قدیم دہلی کالج کے صدر مدرس تھے جو رئیس المتکلمین مولانا رشید الدین خاں دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا رشید الدین صاحبؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا نافوتویؒ نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی فاروقیؒ بمذہب سے خانقاہ منظر یہ دہلی میں دورۂ حدیث پڑھا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی شریک درس حدیث تھے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرؒ کے بیعت تھے۔ سہلوک کے تمام منازل طے کر کے ان ہی سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ جہادِ حریت عہدہ میں آپ نے بھی حضرت حاجی امداد اللہ کی قیادت میں علیٰ حصہ دیا اور شامی کے مہسبان میں مجاہدین کی صف میں شریک رہے۔ حضرت مولانا نافوتویؒ نے امن حاصل ہو جانے کے بعد مدراس کے قیام کی طرف توجہ فرمائی۔ میرٹھ میں طبع مجتبیٰ اور مطبع ہاشمی میں



تصیح کا کام بھی انجام دیتے رہے اور دوسری حدیث و تفسیر اور دیگر علوم کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن استعداد کی بلندی کی لحاظ سے وہ سب ممتاز ہیں۔ آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں: (۱) حضرت مولانا میر احمد حسن محدث امر وہیؒ (۲) شیخ ابن حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندؒ (۳) حضرت مولانا خضر الحسن گنگوہیؒ (۴) نواب قاضی محمد الدین فاروقی مراد آبادیؒ (۵) مولانا مفتی علی خاں مراد آبادیؒ (۶) مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب صدیقی امر وہیؒ (۷) حضرت مولانا حافظ سعید الغنی پھلاؤٹیؒ (۸) مولانا عبد العلی فریدی تاسمیؒ (۹) مولانا محمد راد فریدی فاروقی مظفر گڑھیؒ (۱۰) مولانا مجید رحیم صاحب بخجوریؒ۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے مریدین میں صرف ایک خلیفہ کا مجھے علم ہوا ہے اور وہ مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مراد آبادیؒ ہیں جو بعد کو حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ بھی ہوئے اور حضرت گنگوہیؒ کے بھی۔ حضرت نانوتویؒ کی بہت سی تصانیف ہیں جو شائع ہو چکی ہیں اور مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ محمد احمد تھے جو مدق دارالعلوم دیوبند کے بہتر رہے اور آج کل حضرت مولانا حافظ محمد احمد کے صاحبزادے حضرت مولانا قاری محمد طیب — وامت بركاتہم دارالعلوم دیوبند کے بہتر ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے حالات میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا تھا پھر اس کے بعد مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے سوانح قاسمیؒ کی بڑی تفصیل سے کئی جلدوں میں لکھی۔ نزہۃ الخواطر تذکرہ علمائے ہند اور دیگر کتب تاریخ و تذکرہ میں بھی آپ کا ذکر خیر اختصار یا کچھ تفصیل سے ملتا ہے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کا وصال ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۲-اپریل ۱۸۷۵ء کو دیوبند میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ شمس صاحب حضرت نانوتویؒ کے وصال سے ٹھیک مواصلہ بعد میں ۱۹۰۷ء میں فرات قاسمید کا یہ نسخہ خطیہ شائع ہو رہا ہے۔

لے تاریخ دارالعلوم دیوبند مرتبہ محبوب و ضوی مرحوم سے حضرت نانوتویؒ کے ایک اذیلیف مولانا محمود راد فریدی کا علم ہوا۔

## مکتوب الیہم کے مختصر حالات

### حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امر وہیؒ

حضرت مولانا احمد حسن محدث امر وہیؒ ۱۲۶۷ھ میں سادات رضویہ کے ایک مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امر وہیہ کے اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ سے بڑے ٹھکانے کتب درسیہ میں کچھ مدرسہ دیوبند سے بھی تعلیمی ربط قائم ہوا تحریر و تقریر اور انداز تعلیم و تدریس میں اپنے اساتذہ کرام کے بہت مشابہ ہوئے کی وجہ سے تصویق قائم اور قاسم ثانی کہلاتے تھے چنانچہ حضرت شیخ ابن نے آپ کی وفات کے غم میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں آخری مصرعہ جو ارادہ تاریخ وفات بھی ہے یہ ہے ع

حک ہوئی تصویر قائم صفحہ دنیا سے لو

آپ نے ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء) میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور طابع مسجد امر وہیہ کے صحن میں جانب جنوب دفن ہوئے۔

مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ آپ کی بہترین علمی یادگار ہے۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے مولانا سید محمد عرف مولانا تھے میاں تھے جن کا ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ میں وصال ہو گیا۔ ان کے کئی صاحبزادے ہیں۔

حضرت مولانا امر وہیؒ کے خطوط کا مجموعہ چھپا دودھ سے حاصل ہوا ہے اور دنیا میں مولانا حافظ عبدالغنی صاحب پھلاؤٹیؒ ہے اس کے شائع کرنے کا بھی ارادہ ہے مولانا کی ایک کتاب تحفہ برائے اناس کے اعتراضات کے جواب میں ہے اور پھلاؤڈہ کے کتب خانے سے مجھے مطالعہ کے لئے ملی ہے جو قلمی اور غیر مطبوعہ ہے عرصہ ہوا احقر نے رسالہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت محدث امر وہیؒ پر نو قسطوں میں ایک مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا غرض ہے کہ حضرت کی مفصل سوانح حیات شائع کی جائے۔ افادات احمدیہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ پھلاؤڈہ میں موجود ہے۔ یہ کتاب اُس تحریری مناظرے پر مشتمل ہے جو حضرت امر وہیؒ

اور مولانا محمد حسن اہل انبی سنبھلی کے درمیان ہوا تھا۔ ایک کتاب افادات احمدیہ نام کی شائع ہو چکی ہے جو چند علمی و تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے اور جس کو آپ کے صاحبزادے مولانا سید محمد رضوی مرحوم نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی تصحیح کے ساتھ شائع کرا لیا تھا اب یہ کتاب نایاب ہے۔ اس کے علاوہ کثیر تعداد میں فتاویٰ میں جوابی ہنگامہ کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکے ہیں۔

اپنے استاد مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مسفرچ میں مولانا احمد حسن خٹاہر دہلوی شریک مسفر تھو گواں استاذ الاسلام مولانا شاہ عبدالغنی مجتہدی فاروقی و محدث دارالاجزہ سے سند حدیث حاصل کی۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر علی گڑھ کے مظفر میں بیت ہو سکے اور ان کے خلاف تہ اجازت حاصل ہوئی۔

### حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی ابن عبدالرحمن گنگوہی

ان کے حالات زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ نیز بہ افواہ چلتے ہیں آپ کا ذکر تحریر بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حکیم محمود خاں دہلوی سے طب پڑھی تھی نیز ان افواہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولانا نانوتوی کے شاگرد ہی نہیں تھے بلکہ مسفر حضرت کے رفیق بھی تھے۔ سنن ابی داؤد پر آپ کا ایک عمدہ حاشیہ ہے جس کا نام تلبیس الممجد ہے اس کے علاوہ بھی آپ کے کتب دسیر پر حاشی ہیں۔ آخر میں آپ کا پورے پلے گئے تھے۔ وہاں مطب کرتے تھے اور کانپور میں ۱۳۱۵ھ (مقتولہ ۶۷) میں آپ کا وصال ہوا۔

### قاضی محمد اسماعیل منگلوری

آپ حضرت شیخ محمد محدث تھانوی کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے صاحبزادے قاضی عبدالغنی منگلوری تھے جو آپ کے بعد جانشین ہوئے۔ ہندوستان کے دوشہ ہورو معروف بالمال شاعر اصفہر گوہر دہلوی اور جگر آرا آبادی قاضی عبدالغنی منگلوری کے مرید تھے قاضی محمد اسماعیل اور قاضی عبدالغنی اپنے وطن منگلور ضلع بہار پور میں مدون ہیں۔

### مفتی حمید الدین بیچود سنبھلی

آپ ایک اچھے ادیب و شاعر تھے بیچود تخلص فرماتے تھے۔ آپ کو مولانا نانوتوی سے بڑا رابطہ و تعلق تھا اور مسفر حضرت کے ساتھی تھے۔ آپ کے کئی صاحبزادے تھے۔ ان میں حکیم ظہور الدین بیچود سنبھلی دارالعلوم دیوبند کے فاضل افادات شرح مقامات حریری کے مؤلف تھے۔

### مولانا منصور علی خاں مراد آبادی

آپ کے حالات بھی زیادہ معلوم نہ ہو سکے۔ اتنا معلوم ہے کہ حضرت نانوتوی کے شاگرد تھے۔ اور غریب منصور نام کی آپ کی ایک تصنیف ہے جو چھپ چکی ہے۔ مدرسہ عباسیہ پتھرواں ضلع مراد آباد میں آپ مدرسہ رہے۔ آپ کے صاحبزادے حکیم مقصود علی خاں تھے جو حیدر آباد کن کے افسر لاطیبا دارالعلوم دیوبند کے رکن مجلس شوریٰ تھے۔ مولانا منصور علی خاں نے کوہ مظفر میں ۱۳۳۵ھ میں انتقال کیا۔

### حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندی

حاجی محمد عابد صاحب جن کو عسرب نام میں حاجی محمد عابد حسین بھی کہا جاتا ہے دیوبند کے سادات رضوی سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۵ء) میں پیدا ہوئے بڑے با اخلاق اور درد و شہادہ مزاج کے بزرگ تھے۔ تذکرۃ العابدین سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے قیام کا اہام و انعام آپ کے قلب میں ہوا جبکہ آپ مسجد چوہدری محلہ نقین تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے مجتہدین اور امتہ میں ایک ممتاز فرد تھے۔ آپ ایک شہور عامل بھی تھے۔ آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو ۸۱ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کی معرفت ایک مکتوب حضرت نانوتوی کو موصول ہوا ہے جو اس مجموعے میں شامل ہے مگر مکتوب الیہ کا نام درج نہیں ہے۔

لے حق اہلین اور مصلحا لا اور یہ بھی آپ کی تصانیف ہیں

## حکیم فیض الدین انصاری رامپوریؒ

آپ رامپور نہہارن ضلع سہارنپور کے باشندے تھے اور آپ کو بی خاندان سے تعلق کہتے تھے۔ حافظ محمد فاضل شہید سے بیعت ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد ایک کتاب اُن کے حالات میں لکھی جس کا نام فوس ہجور اُن ہے۔ مدرسہ رسلوئیہ کے کتب خانے میں یہ کتاب حضرت حاجی صاحب کے ذخیرہ کتب میں بھی ہوئی ہے۔ احق نے اس کا خلاصہ رسالہ مذکورہ دیوبند میں ایک مقالے کی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ آپ مجلس شوریٰ دیوبند کے ایک رکن تھے۔ حضرت حافظ فاضل شہید کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ کی طرف رجوع کیا اور ان سے خلافت حاصل کی۔ یہ رسالات اور وفات کا حکم نہ ہو سکا۔ ۱۳۱۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

## مولانا نصر اللہ خاں صاحب

صفحہ ۹۲ تا صفحہ ۹۴ کا مقبوعہ مولانا نصر اللہ خاں صاحب کے نام ہے۔ متعین طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ لیکن ہے کہ مولانا نصر اللہ خاں نورنگی خوجوی مصنف تاریخ دکن ہیں۔ انھوں نے ۱۲۵۲ھ میں انتقال کیا۔

## مولانا عبدالعزیز امروہیؒ

آپ مولانا احمد حسن مراد آبادی تلمیذ مولانا افضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید تھے۔ مدینہ منورہ میں رہ کر حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دیوبندؒ کو ہمارے علم حدیث پڑھا۔ حضرت نانوتویؒ سے ایک علمی مسئلہ کی تحریر منظرہ ہوا تھا جو مناظرہ عجیب کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ حضرت مولانا تیلدات علی بشتی امروہی کے مرید تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں انتقال ہوا۔

## معافین و محسنین

معتمد المقام مولانا سید عبدالغنی صاحب بھلاؤدی نیہہ قطب الوقت حضرت بھلاؤدیؒ سے پہلے شریعہ کے متقی ہیں جنھوں نے ازراہ کرم فرما کر سید کرمی طاعت کے لئے میرے سپرد کیا۔ وہ اس لئے کو دیگر غلطیات کی طرح مولانا بھلاؤدیؒ کی بیات کے اس زمانے تک جب کہ انھوں سے معذرت ہو کر تھے تھے نہایت حفاظت کے ساتھ رکھے ہوئے تھے مولانا بھلاؤدیؒ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالغنی صاحب زید مجاہدؒ کی جگہ اس لئے کی حفاظت کرانی اور محض اپنے فضل و کرم سے مولانا کو یہ توفیق دی کہ انھوں نے اپنے جہاد کے قابل غلطیوں، مضامین اور غریبات کو حذر دل و جان بنائے رکھا۔ ایک کچے مکان میں یہ تمام اہم کتابیں نواد اور تہنات مدتوں سے موجود ہیں تقریباً ۹۰ سال کے عرصے میں کتنی سخت باتیں ہوئی ہوں گی اور کتنے مشکلات گزرے ہوں گے جس کی وجہ سے کتنی دستاویزات اور کاغذات ضائع ہوئے ہوں گے لیکن اسکو اللہ کی رحمت اور حضرت مولانا بھلاؤدیؒ کی کرامت کہنے کو آپ کی تمام کتابیں اور کاغذات خصوصاً فراموشیہ کا یہ نسخہ کچے مکان کی کچی جھٹ کے نیچے بھی محفوظ رہا۔ میں مولانا حافظ محمد یامین صاحب میرٹھی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مولانا کو اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مزید توجہ دلائی۔

میاں مولوی محبت الحق قاسمی درجہ تلمیذ سز نے بھی اس کتاب کے حصول کے سلسلے میں میرے ہمراہ میرٹھ اور پھر بھلاؤدی پہنچ کر اس کتاب کو اور اس کے ساتھ تنویر النیر اس اور کتابات حضرت محدث امروہیؒ کو حفاظت کے ساتھ امداد و ہر لانے ان کے مضامین سے آگاہ کرنے میں اور پھر اس کتاب کی ترتیب میں میری بہت مدد کی۔ مولوی حافظ محمد یوسف امروہیؒ نے اس کتاب کا مقدمہ اعلیٰ لکھا اور غیرت مضامین کے لکھوائے اور تیار کر کے میں میری کافی مدد کی۔

میاں ڈاکٹر شام احمد فاروقی سلمہ نے اس کتاب کی پیمائش اپنے اہتمام سے تیار کیا



اور اس کی جانچ کی بیاں انفضال الرحمن فاروقی پھیرا لونی اور شیخ عبدالرحیم مسما ناگیوری نے بھی اس کتاب کے عکس کی جانچ کی اور اوراق پر غبر ڈالے۔  
اس کتاب کے دوسرے عکس اور طباعت کی تکمیل کے سلسلے میں حکیم محمد احمد خان صاحب ملک جتویری برقی پریس دہلی نے پورا پورا انتظام فرمایا مگر یہ محکمہ بن صاحب بن حاجی محمد بیٹن دالے نے بھی اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مجھے بڑی سہولت بہم پہنچائی۔ فاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری داماد شیخ الاسلام حضرت مدنی جبرائیل محمد راشد صاحب بجنوری اور میاں انیس احمد فاروقی سلمہ نے بھی اس کتاب کی تدوین و تکمیل میں مجھے کافی مدد دی۔

عزیز مہیاں غلج بیاس عباسی کے اہتمام میں فیض جتویری برقی پریس دہلی میں شائع ہوا۔ میرے اجاب میں ماسٹر حاجی غلام الدین صاحب بھی قابل ذکر یہ ہیں جنہوں نے میری آنکھوں کی معذوری کے عالم میں میری رفاقت اور نصرت فرمائی اور کئی مرتبہ اس سلسلے میں دہلی کے سفر میں میرے ہمراہ رہے۔ میں ان سب معاونین کے حق میں دعاے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین !

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء (پنجشنبہ)

محمد عبدالشہید امروہی (نسلیم آباد)

فیسم احمد فریدی امروہی

احمد صدق اللہ کہ محبوبہ معیدیل سے :-

فرائد قاسمہ

کے فقیر صدیقی انرا بڑے مقرر فیض قاسم اور وہ

در ساک تمہید آمہ نظر فرورز قاضی خستہ مل گروہ



ایک دفعہ میں

مسوال علماء دینین محمدی و ورثاء علمین عظیمی علیہ علیہ و علیہ وسلم  
 ارشاد فرماوین کہ تعقیف اوس شرک کی کیا ہے جسکے سبب شرک الیہ نجس  
 ہو جاتا ہے کہ اوسکا ذبح درست نہیں ہوتا اور اوسکا کھل مسلم سے نہیں  
 ہو سکتا اور وہ شرک الیہ امر ہو کہ مختص بہ شرکین ہو اہل کتاب میں پابا جاو  
 اسواسطے کہ اہل کتاب کا ذبح حلال ہے اور کتابیہ سے نکاح مسلم کا بھی  
 درست ہے حالانکہ وہ امور شرکیہ جو عام اہل اسلام میں شہود میں زمین اہل  
 کتاب اور شرکین شریک میں جیسے شرکین کا قول ہے اَللّٰہُ کَیْکَ یَبْنٰتُ  
 اللّٰہُ ایسا ہی اہل کتاب کا قول ہے عزیز ابن اللہ و مسیح ابن اللہ :-

شرکین کا اطلاق غیر الہیہ کرتے ہیں اجعل الہا لہما ولحد اہل  
کتاب ہی ایسا ہی کرتے ہیں انت قلت للناس اتخذوا فی راعی العین  
من دون اللہ بائنا و دونہ فرقہ اپنے معبود و مکتوبہ مستقل فی تاثیر و اغایت  
مغفم نہیں جانتے صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے قال کان المشرکون  
یقولون لیک لاشرباک لک قال فیقول رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ولیکم و لیکم و لیکم و لیکم و لیکم و لیکم و لیکم  
و ما ملک الحدیث و لکن مسئلہ ہر مخلوق السموات و الارض  
لیقول لخالق الغریز العلیہ الایۃ او عہدہ غیر الہ کو کسی دونوں  
ذوق کرتے ہیں عبادۃ کرتے ہوں یا تعظیما کر دو کہتے ہیں کہ ہم تعظیما و  
تہنہ کرتے ہیں اور ظاہر ہیں کہ اگر انکا سجدہ عہدہ عبادت ہو اسلے  
کہ انکی عقیدہ میں غیر الہ غایت مغفم نہیں ہے پس یہ قصد غایت تعظیم  
نہو کا ظاہر مولانا شاہ عبد الغنی صاحب تفسیر غریب میں یہ مفہوم ہوتا ہے  
کہ سجدہ غایت تعظیم اور تذلجلایق ہے کہ غایت تعظیم کو ہو پس اگر  
غایت تعظیم ہو تو سجدہ عبادت ہے والا سجدہ تہنہ بالجہد و بقیقت  
شرک مطلوب البیان ہے کہ جس شرک اور کتابی متنازعہ جوادی اور

فقط

فقط تعمرسانی ہونا اہل کتاب کا یہ مشرکین کا اعتبار نہ ہے کافی نہیں ہو سکتا  
اسلے کہ اہل اسلام میں سے جو عقاید شرکیہ رکھتے ہیں باوجود اقرار اسانی  
حکم شرک اور پھر گنا یا جاتا ہے علاوہ اسلے مار کا عقیدہ پر ہے نہ اقرار بانی پر  
نیو اتوجرو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جواب فقط شرک مثل فقط تصور و معنوں میں اصطلاح اہل شرع  
مستعمل ہوتا ہے نہیں ہے ایک معنی دوسرے معنوں میں عام ہے اور دوسرے  
معنی خاص غرض جیسے اصطلاح منطق میں تصور کے دو معنی ہیں ایک عالم  
حاصل ایسے ہی اصطلاح شرع میں شرک کہی تو مقابل موجد بولاجا تا ہے اور  
یہ معنی عام میں اور کسی اس معنی کے ساتھ مفہوم الذی لہ یوق الکتاب کی  
قید بڑا کر اور اس عالم کو خاص کر لیتے ہیں اور شرک بمعنی ثانی اہل کتاب کے  
مقابل میں استعمال کرتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ تفریق ہے کہ اہل کتاب  
ذیجہ درست شرک انہیں کتابیہ سے نکاح درست ہے - شرک سے درست  
نہیں چونکہ وہ تہنہ نہیں کر کے بیان سے اوپر طرح ظاہر ہے جیسے تصور کے  
تخصیص کی وجہ مقابل تعریف یعنی جیسا وہ ان تصور معنی مقابل تصدیق کا



۵  
 بہ نسبت تصدیق کے تصور جو ناظر متکلم کو بحصول صورت و بان نظر ہے  
 ایسی ہی بہان انا شرک شرکین معنی ثانی میں بہ نسبت اہل کتاب کے ظاہر و انہر ہے  
 اسلئے بہان وجہ کی طرف توجہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ہاں اس بات کا  
 بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعریف حکم ذیحہ و کفاح بطور معلوم کیوں  
 کی گئی ہے چند حصے نابکار و کفار و مسبات میں معتبر نہیں خدا کی باتیں خدا  
 ہی جانی یا اوستار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گریہ فہم نار سامعین  
 اول تو خیال فرمائے کہ اہل کتاب تو شل اہل اسلام موافق تو رت شریف  
 علی العموم خدا ہی کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے اور اگر کینے شاذ و نادر غریبی  
 نیت سے ذبح ہی کیا تو وجہ ندرت ایسی ہی قابل اعتبار و لحاظ نہ تھا جیسے شیخ  
 سدو وغیرہ کی نیت سے بہان اہل اسلام بعض مقامات میں شاذ و نادر ذبح  
 کرتے تھے اور اس وجہ سے ذیحہ اہل اسلام میں تامل نہیں کیا جاتا دوسری کہ  
 ایمان ایک کل شلک کے جسکے لئے دایج کتبہ ہیں جن میں سے وہ مرتبہ جس سے  
 نجات عن الخلود فی النار شروع ہوجاتی ہے وہ نواہل اسلام ہی کے ساتھ  
 مخصوص ہے اس صورت میں مراتب بالائی کو کوئی نذرانہ کی ساتھ مخصوص نہ ہوگی  
 پر مراتب اقلہ اور اقوام میں ہی موجود ہیں غرض نجات عن الخلود اور چیز ہے

۶  
 اور ایمان اور چیز ہے موافق اشارہ — آیت لا تنفع نفساً ایماناً  
 قبامت کو ایمان تو کفار میں ہی ہوگا پر نجات عن الخلود نہ ہوگی بالحد مراتب  
 سافلہ ایمان میں سے جو نسبت بہ اہل کتاب میں پایا جاتا ہے باین وجہ کہ وہ  
 ایک کتاب خداوندی پر تو ایمان رکھتے ہیں اوس مرتبہ ایمان سے عمدہ تھا جو  
 مشرکین میں ہوتا ہے اور اگر فرض کروا زمین ایمان بالکل نہیں ہوتا تو وہ  
 بھی درعاسہل ہوگی بہر حال زمین ہوتی ایمان زیادہ ہی اسلئے قابلیت اتحاد و  
 اختلاف ہی ازمین بہ نسبت مشرکین زیادہ نکلی اور دیکھا تو سرمایہ حلت  
 اصل میں تقرب الی اللہ ہے حسین ایک وجہ شریک ہیں اگرچہ وجہ ہوا مور  
 خارجہ وقت ارتداد اوس اصل پر نظر نہیں کجا توجہ نہ تھی نہ تھی نہ تھی  
 انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہوا جاتا ہے سیری وجہ یہ ہے کہ تورات و انجیل میں  
 بشارات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مندرج تھیں مگر یہ بات کہ آپ صداق  
 ان بشارات کے ہو سکے من یا نہیں بعد ملاقات تواتر و طبس بطولہ  
 و اختلافات کثیرہ متصور ہے اسلئے اس قدر اختلاف روا کر لیا گیا کہ کتاب سے  
 کفاح جائز ہونا کہ بعد استماع اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تطبیق اونی  
 بشارات کی او کو سہل ہوجای اور ہر وجہیت کی محکومیت اور اسکا

شاعر مونا ظاہر و باہر ہے مگر چونکہ صورت معکوسہ دوسرا اندیشہ تبارک و تعالیٰ  
 سے نکاح کر سکتے ہیں اس لیے کواجازت نہوی علی ہذا القیاس انکی کہانی کہانی میں  
 ایک نوع اختلاف کی امید ہی جس سے مقصود معلوم کی امید گونہ نظر اتنی تھی  
 البتہ مسلمان ہو کر قدم ہونے میں وہ امید قطع ہو جاتی ہے بعد وضع منقبت  
 ہاں سہم و مشاہدہ و استماع احوال سنیدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص  
 مرتد ہوگا تو باعث اوسکا بجز لعنت و عناد اور کفر نہ ہوگا اس صورت میں وہ  
 اختلاف جو موجب کشف را زار و باعث وضوح حقیقت الحال سمجھا گیا تھا  
 اس بات میں یکساں نظر آیا ان اولیاء اسلام کو انکی محبت گراہ ہو جانی کا اندیشہ  
 تھا اس لیے اس پر یہی نظر نہیں کھائی کہ علت علت بدستور عرض حسب قاعدہ  
 مقررہ جبکہ طرف آیت قل فیہا اثمہ کیوں و منافع للناس و انہما الکم  
 من نفعہما آشیر ہے ان احکام میں غلبہ علل منافع و مضاریر نظر ہے واللہ اعلم  
 جواب یہ ایک سوال نہیں بقدر الفاظ مندرجہ استفسار سوالات سمجھتے  
 مگر چونکہ الفاظ باعتبار اغراض و احکام متحد معلوم ہوتی ہیں اس لیے باعتبار اغراض  
 و احکام سوالات مسطورہ کو تعداد اصلی سے کم میں نہ عرض جواب کی طرف  
 تمام خدا متوجہ ہوتا ہوں پر بطور تمہید اول یہ گزارش ہے کہ استعمال الفاظ

مرفوعہ کہیں اپنے معنی تحقیق میں ہوتا ہے کہیں معانی مجازیہ میں پر معانی تحقیق میں  
 اگر استعمال کیے جائیں تو اوسکے پر دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ معنی مراد  
 اور الفاظ کے لئے اور کوئی معنی ہی نہیں ایک کے کہ اور معنی ہی ہوں و مروتیکہ  
 ایک لفظ کے کئی معنی ہوں اور ان معانی میں سے کوئی معنی مخالف مقاصد شرع  
 ہوں تو ایسے لفظوں کا اصل سے استعمال کرنا ہی ناجائز ہے اسی پر کچھ موقوف نہیں  
 کہ معنی مخالف مقاصد شرعیہ راہ ہوں تو استعمال منع ہے نہیں تو نہیں سند  
 اس دعویٰ کی کلام الدین موجود ہے فرماتے ہیں یا ایہذا الذین امنوا لقولوا  
 راعنا و قولوا نظرنہا دیکھتے راعنا گو عربی میں نظر نا کے مراد فہ یا متفانہ  
 المصنف ہے لیکن یہودیوں کی اصطلاح میں یا عبرانی زبان میں دشنام ہی تو ہاں  
 منع فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لفظ سے خطاب مت کیا کرو  
 بلکہ راعنا کی جا النظر نا کہا کرو دیکھتے غیر زبان کے معنی پر ایسے مواقع میں جب نظر  
 تو زبان کے معانی تفریح کا کیونکر لحاظ نہ ہوگا دیکھتے اسما اور اعلام مشتقہ میں ایک  
 وضع جدید ہوتی ہے اور بانیمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع قدیم  
 سابق کا لحاظ کیا اور عبد اللہ و عبد الرحمن کہ احب الیہما فرمایا اور ملک  
 الاملاک کو انقبض الاسما علی ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اولس زبان کو کہنے ایسے ناموں کی تغیر و تبدل فرمائی جسکے معانی اصل کے خلاف ناموں کو مکرر  
 و مکرر یا بد اخلاقی یا بزرگی و بڑائی کا جو نام تھا یا بد گشتی کا موصوم ہوتا تھا چنانچہ  
 ماہران حدیث شریف پرافض جے الغرض ایہام مذکور پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی یہی نظر ہے جیسی خدا تعالیٰ نے نماز فرمایا اور یہ باعتبار معانی الفاظ  
 مشترکین یہ ممکن ہے کہ وہ لفظ جسکے معنی واحد چون پر مخالف مقاصد و عہد  
 ہوں ایسے لفظ کا کسی معنی صحیح میں مجاز استعمال کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا  
 و جہاں وہ ممکن ہے کہ الفاظ کثیرہ المعانی المفروضہ کے سب معانی باہم اجنبی اور  
 متضامین ہوتے ہیں ایک کو دوسری سے کہہ علاقہ نہیں ہوتا اگر علاقہ ہوتا ہے تو  
 اتحاد لفظ کا علاقہ ہوتا ہے اور معانی مجازی اور حقیقی میں علاوہ اتحاد لفظ کوئی  
 اور علاقہ نہیں ہوتا جس پر مدار تجر ہوتا ہے مگر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا خواہ  
 معانی — حقیقی صحیح میں ہو خواہ معانی مجازی عمدہ میں و درحرف متفوض ہے  
 ایک تو یہ کہ تعین معلوم علیہ ان الفاظ کے سیاق کلام سے ظاہر ہو جائے کہ ایک  
 زبیر قائم مثلا سو یہ ان ظاہر ہے کہ معلوم علیہ زبیر ہے اور او میں کی طرح شک نہیں  
 نہیں غرض ایک تو یہ کہ بالیقین موصوف اور اوصاف کا متعین معلوم ہوا  
 ایک یہ کہ تعین معلوم علیہ سیاق کلام سے ظاہر ہو کہ واقع میں متعین ہو سکتا

اول میں تو ایسے الفاظ اگر ایسے معلوم علیہ کی شان میں استعمال کئے ہیں کہ ادنیٰ شکی  
 میں ایسے الفاظ کا استعمال بارادہ معنی صحیح ممنوع ہو تو دوسری معانی حسنہ میں ہی  
 اور کثرت استعمال بوجہ مذکور ممنوع ہے اور شکل ثانی ارادہ معانی فیجہ ممنوع معنی  
 ارادہ معانی حسنہ ممنوع نہیں اسلئے کہ ارادہ معنی حسن تو کہہ برائی نہیں مگر  
 برا ہے تو ایہام معنی فیجہ برا ہے جسکی وجہ سے استعمال بطور مذکور ممنوع ہے  
 سو یہ ایہام غیبی متفوض ہے کہ اور کو تعین معلوم علیہ کی خبر ہو اور جسکے معلوم  
 متعین نہیں تو یہ کچھ خرابی نہیں غرض جب کوئی فساد خارجی نہیں ہو کچھ شہادت  
 انکار اعمال بالذنیات عند اللہ ایسی الفاظ کا معانی صحیحہ میں استعمال  
 ممنوع نہیں اگرچہ اشعار دیوان حافظہ دیگر کلمات بزرگان جو اس قسم کے ہیں  
 حسن ہے اور موضوع اور محکم علیہ کی کلام کا خود خداوند کریم ہے تو بانیو جہ کہ  
 سیاق کلام سے تعین معلوم علیہ معلوم نہیں ہوتا تو بوجہ ایہام معانی قبیحہ جو ان الفاظ سے  
 ظاہر ہو اکی کو تو تحریم وغیرہ مذہبنا چاہئے کہ بھی تہدید مہم ہو چکی تو اب التماس ہے  
 کہ شہادت مندرجہ سوال متعلقہ جسم شریف میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تشبہ  
 عاشقانہ اور محنون شاعرانہ ہو دوسری یہ کہ تشبہ عاشقانہ نہ ہو بلکہ دشمنانہ ہو  
 یا بعض الفاظ میں معنی حقیقی ہوں جیسا غارتگر عالم یا خونریز خلق کہ بعض الفاظ



جہاد و غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اطلاق ان الفاظ کا آپ پر ممکن ہے  
 گو بیان ہی دو احتمال میں نیک تو یہ کہ مجاہدانہ ہو سو یہ محاورات کلام سے ہرگز کوئی  
 مراد نہیں لی سکتا یعنی معنی مجاہدان الفاظ کا استعمال صحیح نہیں دوسری یہ کہ دشمنانہ  
 چنانچہ ظاہر ہے بالجملہ ہر طور ممنوع ہے اتنا فرق ہے کہ تشبیہ عاشقانہ ہو تو کفر نہیں  
 اور دشمنانہ ہو تو استعمال الفاظ مذکورہ نسبت ذات پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کفر صریح ہے یہی بہ بات کہ کفر نہیں تو بہر کلیہ چونکہ ایہام تو ہیں اور توہین کفر  
 تو ایہام مذکور حرام ہو گا مثلاً لباس کفار اور شعائر کفار میں فقط ایہام کفری عین  
 کفر نہیں تو عند اللہ حرام ہے علی ہذا القیاس یہاں ہی یہ سمجھتے ہاں اتنا فرق ہے کہ  
 ملاحظہ شعائر عند القضا موجب کفر ہو سکتا ہے اور ایہام الفاظ مذکورہ موجب  
 تکفیر نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ استعمال الفاظ موضوعیہا معنی تحقیق میں خالص ہے  
 ویسا ہی معانی مجازی میں پر شعائر میں یہ بات منصوص نہیں شعائر اسے ہی کہتے ہیں  
 کہ کسی کے ساتھ مخصوص ہوا و چونکہ اس وجہ سے ایہام میں تخفیف ہوتی ہے تو حرم  
 میں ہی بظاہر تخفیف ہوگی مگر باین نظر کہ تاہم موجب اذیت خاطر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہو گا اور یہ ممانعت لاجل حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور انکی اذیت ہی  
 حکم از الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرہ واعدائہم

عذاباً ہمیداً موجب لعنت ہے اور باعث عذاب کیونکہ اطلاق یو ذوں سے  
 ہر قسم کی اذیت اسمیں بھی جاتی ہے اسلئے درجہ حرمت سے بھی اوتر کر یہ ممانعت  
 حد کر اہمیت میں داخل نہوگی بلکہ بانو چہ کہ بہنہ الفاظ موجب اذیت ہیں اور شعائر  
 میں کوئی اذیت نہیں و تحقیق حرمت جو بوجہ کی ایہام ہی اور شدید ہو جاوے گی  
 حرمت شعائر سے بڑھ جاوے گی اور اگر باین خیال کہ ایہام تو ہیں کہ کوئی قاضی یافتہ  
 ایسے کو کوٹو کافر کہی تو جہدان بعید ہی نہیں ہاں عند اللہ نیت پرور کار ہے واللہ  
 اعلم بما فی الصدور بالجملہ ایسے الفاظ عاشقانہ کا استعمال ایسے محبوب نیرانی  
 کی شان نگاہ بعد تجرید معانی حاصل سبک محبوب کھل گئے ہاں درجہ حرمت تو نہیں  
 اور شعر تشبیہ تساوٰی معشوقان میں کوئی ہے جائز نہیں ہاں اگر محبوبیت ایمانی مجبوبیت  
 ہماز سے فوق نبوی تو مسافرتی تہا اگرچہ نسبت خاک را با عالم پاک موجب ربا  
 و ایمانی و یہی ضرب رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کجا اور مردان خوش نظر اور  
 زنان پری میگرا کی آخری مقصود اس محبت و نی کا فعل شیع ہے اور مقصود اعظم  
 محبت ایمانی کا قرب خدای ربیع اور ظاہر ہے کہ ایہام اسباب میں ایہام مقادیر  
 و نتائج مندرج ہے باین وجہ الفاظ متشاعر ایہا کا ایسے موقع متبرکین استعمال  
 کرنا اگرچہ نیت قائل فاسد نہ ہی ہرگز درست نہیں اور مقصود محبت نہیں کہ

ایسے الفاظ نازیہ سے اظہار مافی الغیر کر کے بجای استغاث خداوندی صلے اللہ علیہ  
مور لہن خداوندی و غضب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہوں یہ تو جوا تہا شہادت  
متعلقہ ذات شریف کا جو مدعیان محبت مثل عاشقان مہموری او کے ترکہ میں  
یعنی سائل نے ان تشبیہات راہ کے بعد ان کلمات کو لکھا ہے جو بعض نفی  
نبوی جاتے ہیں بعض اظہار محبت مثل تشبیہات مذکور نہیں ہونے اگرچہ بعض خاص  
تشبیہ بہنوں الغرض سائل نے جو یہ پوچھا ہے کہ یہ کتنا کیسا ہے کہ خدا محمد کو  
اور محمد خدا ہو گئے یہ چار سوال متواتر ان کلمات سے متعلق ہیں جو بعض تعظیم اور  
اظہار عظمت مراتب محمدی صلے اللہ علیہ وسلم آج کے مہمان نادان بولتے ہیں  
سوان الفاظ کی الطلاق اور قسم کی بول چال کا حال اور حکم یہی وہی ہے جو  
الفاظ تشبیہیہ ایسا کہ ہاں مگر ان علت مانعت میں فرق ہے اور اسلئے وجہ مانعت  
میں یہی تفاوت ہے بنامی کا مانعت الفاظ سابقہ ابہام تو ہیں نبوی صلے اللہ علیہ وسلم  
تہا اور وجہ مانعت الفاظ تعظیم یقین تو ہیں خداوندی ہے غرض سوا خداوند  
رفیع الدرجات کے ہر ایک کے رتبہ کی حد ہے اوس حد سے کہنا ہے میں اوس کی تو  
اور اوس حد سے ٹٹانے میں جس کا رتبہ اوس حد سے بلند ہے اوس کی تو ہیں  
کیونکہ نبی کے رتبہ دونوں اگر اوپر کے رتبہ میں پہنچا پختی تو یہ معنی ہوں کہ دونوں

برابر ہیں اور ظاہر ہے کہ جو کہ جو ٹوٹی برابر سے جب لکھا ہے اور یہ کیونکہ  
کہتے ہیں غرض رتبہ معین سے کہنا تا تو ہیں ہے اور نبی کے درجہ والوں سے برابر کرنا  
یہی کہنا ہی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبہ سے اوپر سوا ہی خدا  
اور کسی کا رتبہ نہیں سوا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رتبہ محدود معین  
ذرا ہی بڑھانے کے تو اس قدر رتبہ خداوندی میں ایک داخل کرینگے اور حقد رتبہ  
خداوندی کی ایک داخل سمجھا جائیگا اور اس قدر رتبہ حقیقت لانم ایسا اور حقیقتی  
کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور جز تو یہ اوس کی مغفرت کی کوئی توبہ نہیں اور  
وجہ شرک کی ایسی ہی ہو نیکی وہی تو ہیں خداوندی ہے جس کی توضیح میں ابھی  
فراغت پائی با و ظاہر ہے کہ تو ہیں خداوندی اور تو ہیں نبوی صلے اللہ علیہ وسلم  
میں اس قدر فرق ہے کہ سجدہ خدایں اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں مگر کسی  
اہل ایمان کو اس میں تامل نہو گا کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر عظمت و رفعت  
مراتب خدا کے ساتھ یہ نسبت نہیں رکھتے یہاں اگر رتبہ بڑا ہی تو عیدین اور  
عبودیت بڑا ہے جس کے حقیقت خاکساری اور عجز و نیاز اور اظہار تزلزل ہے  
سو جیسا کوئی سوا خدا کے عال مرتبہ ہو گا او میں نسبت اور کوئی یہ باتیں نہ  
ہو گئی اور ظاہر ہے کہ خدا میں من با تو نہا ہم کرنا ہو عقل کے نادانی ہے اگر

۱۵  
 کسیلہ خدا کی نسبت ایسے خیالات ہوں تو اس کے کفر میں کیا تا ہے انھوں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند ربیع الدرجات غنی عن العالمین سے کوئی  
 نسبت نہیں تساوی تو دیکھنا یہ ان الفاظ میں کہ خدا محمد ہو گیا اور محمد خدا ہو گیا  
 ایہا مددکنہا سبابت کی تصریح ہے کہ خدا اپنے رب سے معزول ہو گئی اور اوکھا  
 رتہ گشت گیا علی ہذا القیاس اس لفظ میں خدا جسم ہو گیا اور محمد جان ہو گئی اپنی  
 تصریح ہے کہ محمد کا رب خدا سے بڑا ہوا ہے اور خدا کا رب اوستہ گشتا ہوا ان الفاظ  
 میں کسی استعارہ معنی اور تشبیہ صحیح کی گنجائش نہیں اور اگر کوئی احتمال بعد کیا  
 کہ یہاں ہی وہی محبت اور محبوبیت مراد ہے تو ہم نے ماکہ مراد قابل ہی ہو چکا ہے  
 بات انصاف طلب ہے اور قابل غور ہے اہل انصاف و فہم کو اس کے سننے  
 کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس میں تامل فرمیں گا کہ کلمات مذکورہ میں اگرچہ محبت  
 محبت اور محبوبیت ہوں پر تو میں خداوندی بہ حال لازم آتی ہے وہ بات ہے  
 کہ باہم کے خطابات میں لفظ تو اور تم اور جناب اور حضرت اور قبلہ وغیرہ الفاظ  
 خطاب میں فرق کرتے ہیں تم کو نسبت تو کے اور جناب کو نسبت تم کے اور  
 حضرت کو نسبت جناب کے بہتر سمجھ کر موقع تعظیم میں استعمال کرتے ہیں اور  
 ہر لفظ میں بہ نسبت سابق کے تعظیم اور بہ نسبت مابعد کے توہین خیال کرتے ہیں

منقولہ

مستعز و بہ حال ایک ہوتا ہے یعنی مصداق کلمات مذکورہ ہر طرح ذات واحد  
 خاص ہے یہ بہ تعظیم اور توہین بہ توجہ الفاظ او کہہ نہیں کہ باجماع معنی لطیف و بزرگ  
 منسوب نہیں کر سکتے بہر جب ہم اور تم باوجود اس اتحاد نوعی اور اشتراک لازم  
 بشری اور احوال ضروری اور عیوب مقررہ کے ایک نہو رہی ہی ہوتے کسی نسبت  
 آپس میں لٹے لٹے باریک فرقوں پر نظر رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر لڑتے  
 دلتے ہیں تم کی جگہ اگر کوئی تو کہہ دے تو اس کے چہری مارین یا آپ نہ کہہ پاؤں  
 تو خداوند مجید مالک ہر جزو کل رفیع الدرجات غنی عن العالمین چہا رہا کہ جو جسکے  
 ایک کن میں لاکہا ایسے عالم پیدا ہوں لاکہا ایسے ایسے غارت ہو جائیں ایسی الفاظ  
 یاد کرنا جسکے معنی تحقیق لے جائیں تو مینک کفر و توہین لازم آتی کہ تو کہہ جو جب توہین  
 ہو گا انھوں الفاظ مذکورہ میں اول تو گنجائش استعارہ و توجہ نہیں آتی ہی  
 تو ایسی جیسے میں فی خفا و مذکور باپ اور باپ بیٹے کو بوجہ خبر گیری غور و نوش  
 جو مثل میں باپ کا کام ہے یا بیٹے یا پس کو بوجہ محبت و ہزار دلی و نوحہ دلی  
 بوجہ نگہداری آری نان مالک لہذا کہ سے بہ فرستے اس میں توہین اور استہزا  
 نہیں تو اور کہ ہے اور کوئے عاقل نے اس قسم کی باتوں کو ہی ضرورت روا  
 رکھا ہے لیکن اس قسم کے الفاظ کے استعمال کی وجہ مبالغت ہوا کہ کسی کہ نہیں



کہ اگر خداوند بلی کی کو امان کیگا تو ایہام تو دلہو کا علی بذالقیاس کوئی مضایب  
 فرماتین تو یہی کہ اگر ایہام مذکور اسقدر موجب مانع ہے اولیاً موجب استہزا  
 اور توہین چھا جاتا ہے تو کیا استہزا اور توہین سے احتراز فقط آپس ہی میں ضروری  
 خداوند فیج الدرجات کی نسبت اقسام استہزا اور توہین سے احتراز ضروری نہیں  
 باہم کی ان رشتہ دار توہین اگر فرق ہے تو ایک شہر کا ہی فرق ہے اور سبناؤنہ  
 اشترک ہے انسانیت اور لوازم انسانیت ضروریات بشری حوائج امکانی میں  
 برابر ایک لڑے رشتہ کے فرق پر یہیہ استہزا اور توہین بھی جاتی اور خدا کے ساتھ  
 باوجود اس فرق کے کہ کسی بات میں اشترک تو کیا نسبت اور نسبت نہیں ہیں اس  
 ایہام حیا میں یکہ استہزا اور توہین نہوا الغرض عیسیٰ زوجیتہ زانا ہونا یا باب ہونا  
 یا زوجیت اور بہن ہونا وغیرہ باعتبار حکم شرع کیسیلئے جمع نہیں ہو سکتا اور  
 اس وجہ سے ایہام مذکور یہی موقع ہے خدائی کے ساتھ متحد ہونا اور ہم ہونا اور  
 محمد کے ساتھ اوس خدائی کی ہوتی بندہ نہونا اور خدائی اور دلہو ہونا اگر ممکن تھا  
 نہیں وہاں تو یہ احتمال ہی ہے کہ خدا اپنے حکم کو بدل دی بیان کلی بات ہی نہیں  
 جو بدل دیتی اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی توہین اور اس کے ساتھ استہزا سب میں  
 بڑا حرام ہے شرک میں برائی ہے تو اسی بات کے برائی ہے نفوذ باللہ من

خدا تعالیٰ

ہذا الخرافات اہل ایمان کا کام نہیں اور بی ایمانوں سے کلام نہیں لیکن تمنا ہے  
 کہ آج کل ایمان ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں سے  
 تو اسقدر مختصر زہون کہ خدا کی سلسلہ ہی عاجز کہلو اور خدا کی توہین میں ہجرت  
 کہ اللہ اللہ خداوند کرم ہدایت کری اور اسی لغویات سے بچائی علی الذالقیاس  
 اس لفظ میں کہ خدا میرا منہ چوم لیتا ہے اول تو خداوند پاک سبح قدوس کی  
 نسبت اس بات کا ایہام ہے کہ اس کے جسم اور لب اور منہ الہی ہیں جسے ہمارے  
 دوسری خواہش بوس و کنا کا ایہام علی الذالقیاس خدا کے عاشق اور اپنے قریب  
 ہونے میں خدا کی طرف تو بقراری کا ایہام ہے اور انہی طرف خدا کی مخالفت کا ایہام  
 ہے یہی بھید بات کہ عشق تعین محبت ہے جس کا خدا کی نسبت ثبوت کلام اللہ  
 میں موجود ہی ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اتحاد معنی محض خیال عام مردمان کم فہم  
 جن کو ہم مراد و سمجھتی ہیں وہ باہم مراد و کم ہوتے ہیں ظاہر میں حسن و جمال  
 میں ترادف ہی مگر نظر غور سے دیکھتے تو ترادف میں تفاوت ہے حسن و صفت  
 اضافی ہے اگرچہ لفظاً ہی معلوم نہوا و جمال صفت اضافی نہیں شرح او کی ہے  
 کہ جمال اوس کیفیت کو کہتے ہیں جو جملہ اعضاء یا ارکان ضروریات کے ملنے  
 پیدا ہوتی ہے چنانچہ جملہ ہونیکا مفہوم ہے لفظ جمال سے ظاہر ہے مویہ

عرف میں عشق پیمان کہتے ہیں سو جیسے سبزہ مذکورہ جوار کی انشیا پر  
چاروں طرف سے لپٹ جاتا ہے اور جن چیزوں پر لپٹ جاتا ہے اگر وہ از قسم  
سبزہ ہوتی ہیں تو اسکو سکھا دیتا ہے ایسی ہی کیفیت مذکورہ تہذیب  
جوش مار کر کیفیات باقیہ کو دہالیتی ہیں اور گویا نیت نابود کر دیتی ہے اور  
اوشخص کو جسکے دل میں عشق ہوتا ہے سکھا دیتی ہے غرض اوش کیفیت کو فقط  
لیجئے تو محبت ہے اور اس مفہوم کے ساتھ لیجئے کہ او کیفیات کو دہالیتی ہے  
اور صاحب کیفیت کو سکھا دیتی ہے تو اسکو عشق کہتے ہیں سو اول اگر ذات  
خداوندی میں ہو تو ایسا ہے جیسے اور اضافیات علم اور قدرت او کی تسلیم  
میں جیسے تردید نہیں بوجہ شہادت کلام ربانی امراول کی تحقیق میں ہی قابل  
گمراہا جاتے اور ارشانی کو خدا کی ذات پاک میں تسلیم کیجئے تو میرے معنی ہوں  
کہ خداوند پاک غور بالہ مجبور اور معذور ہے تعالیٰ اللہ عزوجل علو  
کبیرا الغرض استعمال لفظ عشق میں ابہام تیسراری اور اضطرار ہے جس سے  
خداوند پاک منرد اور پاک ہے باقی رہا میرے جملہ کہ میری مغفرت گناہ کرنے سے  
ہوئی اگر میں گناہ نہ کرتا تو میری مغفرت نہوتی اس جملہ کو اس بات مجہول  
کرنا چاہئے کہ بخشش گناہوں کی معافی کو کہتے ہیں فقط جنت میں داخل کرنے کو

کیفیت تو شے میں مل کے ساتھ رہتی ہے اور جن اوش کیفیت کو ادراک کر کے  
خوشی اور محفوظ ہونیکو کہتے ہیں جیسا کہ حسن لہذا ہونا اس بات پر شاہد ہے  
اور ظاہر ہے کہ یہ بات دوسروں کی دیکھنے میں الٹی پر موقوف ہے اور دوسروں کے تسلسل  
مگر جو کہ خدا کی صفات دوسروں پر موقوف نہیں تو جمیل نوحہ کو کہتے ہیں اور جن  
نہیں کہتے سو جیسی بیان تراوف معلوم ہوتا ہے اور بعد تحقیق معلوم ہوا کہ تراوف  
نہیں ایسی ہی اور الفاظ میں عین نہیں کہ تراوف معلوم ہوتا ہوا واقعی نہ ہو سو  
جب تک یقیناً تراوف معلوم ہو تو تک عرف ظاہر پر ہو سکا کر کے ایک لفظ کی جگہ دو  
لفظ کو خدا کی نسبت بولتے ہیں احتمال تو میں ہے اور توقیف شرعی کے ہی  
میں میں یہ ہو جتا یہ میں مقرر ہے کہ اسامی الہی توقیف میں تو اسکل ہی وجہ ہے  
سوال و احتمال تو میں ہے اس مانعت کی لئے کافی ہے دوسری تحقیق مفہوم  
عشق اور محبت سے ہی ہو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں لفظ جدی جدی مفہوم کی  
موضوع میں ان بوجہ تلام یا قارن جو اکثر مواضع میں مشہود ہے ظاہر ہو  
تراوف معلوم ہوتا ہے حب اور حبہ دانہ کو کہتے ہیں اور غم کو بولتے ہیں جو وسط  
اور تہذیب میں ہوا کرتا ہے سو محبت تو اوش کیفیت کو کہتے ہیں جو وسط قلب اور  
تہذیب میں دوسری چیز کی نسبت ہوتی ہے اور عشق اور حبہ کو کہتے ہیں جو عمار

۲۱  
 نہیں کہتے اور یہ بات جو نیکو جانین سو ایسے الفاظ اگر کسی گنہگار سے نکل جائیں  
 تو درگزر لازم ہے اور یہ احتمال کہ نسبت میں داخل کرنا، پر قوت ہے اگر کسی  
 کام سے ظاہر ہو جائے ایہام شاہد اسے غرض سے ہوتے ہیں تو یہاں ہی وہ حکم  
 کیونکہ اس صورت میں اس بات کا ایہام ہی لازم آتا ہے کہ گناہ خدا کے نزدیک بول ہے  
 اور طاعت مرد و داور اس میں قطع نظر مخالفت قرانی اور احادیث متواترہ اور یہاں کی اور  
 استخفاف شریعت معصوفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نیکو کاروں اور نیکو کاری ہے  
 جو صفات کثرت اور منافقین اور شعاخا ثنائین دین میں سے ہے واللہ اعلم وعلیہ  
 اتم والسلام و لجزم مگر یہ یہ ہے کہ اس جو میں اور آیات ممکن میں اس طرح کی  
 تکفیر اور تفسیق چاہتے مگر کہنے والوں کو خود احتراز لازم ہے اور اس بات میں نہ گزرتی  
 ریس نہ چاہتے کہ ان کی آیات اور خیالات کو عوام کی عقلیں نہیں پہنچتی مگر وہ ہیں  
 بزرگان دین سے اگر اس قسم الفاظ صادر ہوتی ہو گئے تو غلبہ حال میں درستی ہو  
 اور غلبہ حال بوجہ زوال عقل انسانی فروع العلم ہو جاتا ہے باقی تقریر یہ ہے اہل انہم  
 فراسخ خود ہو گئے ہونگے کہ بعد ایہام نہ گوارا سب مراجع تفسیر و معنی مست و  
 مانع شدیدیہ و ضعیف ہوگی اس صورت میں استعمال لفظ بہت اور ضم و غیر الفاظ  
 قبیحہ کے معانی اصل کے قبیحہ میں کچھ نال نہیں اور الفاظ باقیہ کی جمع سے انکا

قبیحہ بدرجہا شرک ہے نسبت اور الفاظ کے زیادہ تر ممنوع ہو گئی واللہ اعلم  
 تکفیر الاشارة  
 در تحقیق تدریس طغیانی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحانہ سبحانہ  
 الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ سید المرسلین  
 و خاندان النبیین والہ وصحبہ اجمعین بعد حمد و صلوة یہ گداز ہے کہ وجہ  
 استغنا کچھ سیمہ میں نہیں آتی استغنا اس امر کا کیا کرتے ہیں جس میں کچھ نہ تھا اور غنا  
 کسی وجہ سے نفی و مستر ہو جو بات یہ پہلو سے ظاہر و باہر ہوا اسکا استفسار  
 کیا کہتے ہاں یاں مدرسہ کی نیت اچھی مدرسہ کی نیت اچھی معقود علیہ فی دین و دنیا  
 وادب و علم معانی و اکثر انواع معقولات مثل حساب و ہندسہ منطق خمین نہ  
 مخالفت عقاید اسلام ہے نہ ضروریات دین اسلام کا بیان بالیقین مباح و کیا  
 محدود و معلوم بہ نہ معلوم باعث اشتباہ کیا چیز ہو تو جو استغنا کی نوبت آتی  
 ہاں وقت کار اگر غیر محدود و یا غیر معلوم ہوتا تو وجہ استغنا جمہوریت معقود علیہ  
 البتہ خیال لطیفان اجارہ کا موقع تھا معقود علیہ اگر کوئی احرام ہوتا تو مثل  
 صدر الصدوری و منصفی و دینی حکمرانی وغیرہ مناسب حکومتیں خلاف  
 ما انزل اللہ حکم کر کے شرط ہے یا مثل تحصیل مسکرات و شراب و دینی ذرا کار



وغیر خبیث جو کوئی گناہ یا وسایل گناہ پر اجارہ منعقد ہو تا ہے تو کمری مرئی ہی  
 حرام جو جانی جو اور سی مدرسہ میں پڑھنا ہی جائز ہونا اور سو جہے یوں کہہ سکتے  
 کہ چندہ دینا اور اسکے وصول میں کوشش وسی کرئی گناہ کی تائید ہے بہر جائز ہو  
 تو کیونکر جو ایسے مدرسہ کے طالب علم کو نذر کا دینے تو یوں کہ ایسے لوگوں کو  
 دے جن سے شیوع اور جرم ہی متصور ہے تائید دین یا اطاعت رب العالمین کی  
 امید نہیں جو اصلی غرض عبادت مالی ہے جہ کیونکہ جب اعمال شہادت خلق ملک  
 فی الارض جمیعاً ہماری لئے مخلوق ہوئی — اور ہم شہادت و مسما  
 خلقت الجن والانس لا یعبدون عبادت کے لئے پیدا ہوئی تو یہ لیا  
 قصہ ہو گیا جیسے یوں کہتے کہ گھاس دانہ گہڑی کے لئے اور گہڑا اسواری کے لئے  
 سو جیسی ہر عاقل اس ارتباط سے بہرہ بخشا ہے کہ گھاس دانہ ہی سواری کے لئے  
 ہی وجہ ہے کہ جو گہڑا اسواری ندی او سکھ گھاس دانہ نہیں دیتے بلکہ گولی  
 حوالہ کرتے ہیں ایسے ہی ہر عاقل دونوں آیتوں کی ارتباط سے بہرہ بخشا ہے کہ اموال  
 اصل میں عبادت کے لئے ہیں ہی وجہ ہے کہ جہاں بہر غرض بالیقین منعقد ہو جاتی  
 وہاں سلب اموال کے ادیان سابقہ سے لیکر اس میں تک اجازت ہے اور  
 زکاہ جو حکم خداوند خالق اموال دہ جاتی ہے کفار کو اس سے محروم رکھنا ان

صدقات نافذ نہیں خدا کی حکم کا واسطہ نہیں اگر کفار کو دی جائیں یا حیوان کے  
 کام میں صرف کئے جائیں تو باوجود جائز ہونے کہ خدا کے حکم سے ہونی تو خدا علیہ  
 بھیجے جاتی اور چونکہ احکام شرع صفت حکومت و معبودیت سے تعلق ہیں تو اگر زکاہ  
 کفار کو دیا جائے یا حیوان کے کام میں آئے تو یہ معنی ہوئے کہ ان کو کفر داخل عبادت  
 میں جو معبود حقیقیہ اور حاکم حقیقی کی طرف سے بطور تقادی او کی بہر اعانت ہو  
 مان وجود عالم صفت خالقیت و ربوبیت سے مربوط ہے اور ظاہر ہے کہ وجود  
 حیوانات و نبات و آدم غذا پر موقوف اسلئے متقاضی صفت خالقیت بہرہ والا ہو  
 یا کافر حیوان جو باہمی آدم غذا سے او کی امداد لازم ہے غرض ربوبیت عام ہے  
 اسلئے رب العالمین ہونا خدا کا ضرور ہوا اور معبودیتہ بالفعل خاص ہے اسلئے معبودیت  
 کہلا گیا معبود المؤمنین و انکافین نہ کہہ سکیں گے بالجو صدقات نافذ کا کاغذ نہ تو  
 کی پیشکاری ہے اسلئے کفار و حیوانات ہی او سے شمع ہون تو چند ان بجا  
 نہیں گواہی تو یہ ہو کہ مؤمنین ہی کو ملین اور زکاہ و صدقات واجب حکمت  
 کی کارگذاری اور خدمت گاری ہے اسلئے متذکران عبادت شاعر یعنی ہونان  
 زار و زار ہے او سکے متقی سے غرض تعلیم و تعلم علوم مذکورہ اگر غیر مت  
 ہوتی تو یوں کہہ سکتے تھے کہ گوہر ہومن کو مطیع ہو یا عاصی بوجہ ایمان جو اصل عبادت

زکاة دینی جائز ہے پر لحاظ اصلی اس طرف بشر ہے کہ جو لوگ امور مجرمین میں شک نہ ہو  
 او کا محرم رہنا ہے اولیٰ ہے چنانچہ حدیث بایا کُل طعماء مکہ الا شجر اسیر  
 شاید اور اسی لئے زکاة کے تہی ہی وہی لوگ اولیٰ ہیں جو متقی و پرہیزگار ہوں  
 علیٰ ذلک القیاس معقولہ علیٰ درجہ عقول و علوم دین ہوتا ہے ہی پریشیدہ ہو سکتا تھا  
 کہ جب سے ملازمان سرکار کو کھانا پراو کب سے کچھ لینا ممنوع ہے ایسی ہی مومنوں کو  
 جو ملازمان خاص اور بندگان باانتقام رب اللہ اس میں تعلیم علوم دینی پر جو  
 بالیقین کار خاوندی ہے اجرة کا لینا جائز کیونکہ ہو سکتا ہے جو متاخرین نے  
 اس پر اجرة کے لینے کا فتویٰ دیا اور ابنا بی روزگار او سکے بہرہ و سہانی اجرة کو جائز  
 سمجھیں اور چند دینے والے اور وصول کرنے والے باوجود حرمہ نقد مذکور اس لئے  
 ثواب تائید ہوں الحاصل یا عبادات پر اجرة کا لینا ممنوع ہے ہی وجہ ہوئی بل اجرة  
 صوم و صلاۃ و ذکر و شغل وغیرہ حرام ہوئی یا معاصی پر اجرة کا لینا حرام ہے  
 یہی وجہ ہوئی کہ اجرة زنا و کھانہ وغیرہ کی ممانعت ہوئی اور وجہ وہی ہے  
 کہ محکوم کو نہ حاکم کی مخالفت پر کچھ لینا روا ہے کیونکہ خود مخالف ہے روا نہیں اور  
 نہ حاکم کے تعمیل حکم پر کب سے لینا درست ہے کیونکہ وہ حق حاکم ہے تیسری حرمہ عقد  
 اجارہ یعنی نوکری فردوری کی ایک بہرہ صورت ہے کہ کار معقولہ علیہ کو اس مباح ہو

پر کسی امر حرام کا ذریعہ ہو مثلاً تعمیر گھر کا مباح ہے پر تعمیر مندروں و شوالو گرجا وغیرہ  
 معابد مخالفان دین اسلام یا غیرہ ناجائز ہے کہ وہ ذریعہ عبادت غیر اللہ سے  
 یا یوں کہنے کے تعلیم یا یعنی حساب و ہندسہ صرف و نحو و ادب وغیرہ علوم  
 مباحہ اگرچہ اس مباح ہے پر ملازمین اسلامی کے سوائے اور ملازمین بطبع نوکری یا کار  
 علوم مذکورہ کا تعلیم کرنا اس لئے جائز ہے کہ اجارات میں نیت ستار کا اعتبار  
 ہوتا ہے ہی وجہ ہوئی کہ تعمیر معابد غیر اسلام ناجائز ہوتی اور ظاہر ہے کہ بحساب  
 نیت بانیان ملازمین یا اہل عبادات و حسنات تو معلوم البتہ یہ احتمال  
 قوی ہے کہ ارتفاع علوم شرعیہ مقصود ہے چنانچہ تنزل علوم شرعیہ وجہ ترقی ملازمین  
 جو سب کو معلوم ہے بعد لحاظ مخالفت دینی بانیان ملازمین مذکورہ اس پر شاید  
 اور اگر بدین نیت نہ ہو تب بھی تنزل مذکورہ وجہ ترقی مسطورہ احتراز کے لئے  
 کافی ہے اور اسے ہی جلد دیکھتے اگر نیت مدرس ہے تعلیم علوم مذکورہ سے  
 تائید مذاسب باطلہ یا ترویج عقاید فاسدہ ہوتی تب ہی احتمال حرمہ مت  
 عطا چندانہ وسیعی چندہ بجای خود تھا اگر جب مستفتی خود یہ کہتا ہے کہ وجہ  
 تخصیص علوم مذکورہ مدرسہ کی طرف سے فقط احتیاط ہے تو واقعی ارشاد  
 المنع من تنقیح الشبهات الباسد سے تو اس قابل ہے کہ اس کے قدم یعنی اور جائز

مذہبی ہر ایسے مدرس سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کے دل میں خیال بطلان غیاب  
دین والہ خیالاتے بانہر وقت معین کا محدود پر خدا جانے وہ کونسی بات ہے  
جس پر تنقیدی خوانان تصنیع اوقات مجیب ہو ایسے ہی سوالات لائق تر شرفی  
ہوتے ہیں جن پر حدیث قطب جو سائل نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے  
شرگم شدہ کی نسبت پوچھا کہ اسکو بکر لین یا یوں ہے چور دین تو آپ نے فرمایا  
کوچہ ایسا فرمایا ماکلث ومعہ کذا وسفعا عھا او کما قال مان یہ بات البتہ  
قابل استفسار ہے کہ لفظ معقولات ایک لفظ عام ہے فقط ریاضی و منطق ہے  
اس کے نامی داخل نہیں طبعیات اور فکلیات اور الہیات حکمت ہی اس میں داخل ہیں  
اوپر ہے کہ اکثر مسائل علوم مذکورہ مخالف عقاید اسلام میں ہیں اور انکا تعلیم  
و تعلم جائز ہو تو کوئی کر جو تصحیح عقیدہ مذکورہ کیجے اور چند دینے میں شامل کیجے  
اور اگر فرض کر لفظ مذکور عقیدہ عام نہیں بالعلم تعلیم علوم مذکور حرام نہیں  
تو ہمیشہ بریں نیست کہ مباح ہو مضمون تعبد سے پہلے ہی دوسرے ثواب کی امید  
پہلے ہی گنجائش نہیں بلکہ سیرطہ تعلیم و تعلم مذکور کا عبادت ہونا ثابت ہو تو  
کیون نہیں مستثنیٰ ہے تو نہ پوچھا ہم خود بغرض مصلحت عرض کرتے ہیں سستے  
اگر کوئی باوجہ یہ شرط لے کہ میں گوشت وغیرہ سالن بکھا دیا کروں گا روٹی

نہ بکھا یا کر دیکھا تو کوئی دوا نہ ہی خیال عموم لفظ گوشت ہون نہ بکھا یا کر دیکھا  
ہی گوشت اگیا اور اسکا کھانا بکھانا حرام ہے اسلئے باوجہ مذکور کے تو کوئی باوجہ  
ایسے ہی عموم لفظ معقولات سے خیال بطلان علوم مذکورہ عقیدہ میں مدرس مذکور کے  
حلق میں متامل ہونا کوئی دوا نہ ہی خیال عموم لفظ گوشت ہون نہ بکھا یا کر دیکھا  
اقسام کی تین باجہ متوقف نہیں البتہ یہ بھی ہے کہ امور مباحہ بذات خود مستوجب ثواب  
ہوئی ہیں نہ مستوجب عذاب مگر جب امور مباحہ وسیلہ حسنات یا ذریعہ حسنات ہو جائیں  
تو ایسی طرح حسنات و حسنات کی ذیل میں محسوب ہو جاتی ہیں جیسے اولاد لکڑی  
کھانیکے حساب میں لینے جیسے مہینے پر ملا لکھانیکا حساب کرتے ہیں تو اولاد لکڑی کے  
دام لکھاریوں کا کہتے ہیں کہ کھانا انہیں میں ٹھانڈا رکھنا میں اتنا صرف ہوا جسکا حاصل  
یہ ہوتا ہے کہ اشعار مذکورہ بابت جو کہ ذریعہ حصول طعام ہوئی ہیں طعام ہی کے میں  
داخل ہو جاتی ہیں ایسے ہی امور مباحہ بعد توسل حسنات و حسنات کے مدین داخل  
ہو جاتی ہیں اور بعد تلبیب حسنات کے حساب میں محسوب ہو گئی جن پر سبکہ کی طرف  
رقار اور ناز کے لئے انتظار پر جو ثواب ناز ملتا ہے اسکی ہی وجہ تو ہے کہ امور مذکورہ  
ذریعہ حصول ناز یعنی ناز ملنا ہے باجماعت میں ورنہ کون نہیں جانتا کہ رقتہ کسی کی  
ناز ہے اور انتظار کی سیرطہ ناز یا ناز ہے علیٰ ذلہ القیاس لہذا دیا جائے نا کھانا



گواہی شہادت جو بالیقین اصل سے صراحہ میں ورنہ امور مذکورہ کی طرح کسی نفع میں  
جائز نہ ہوتی اگر ذریعہ اکل رہا و سود خواری ہو جائیں تو اسی لغت کے مستحق ہو جائیں جو  
اصل میں شایان سود و خوارانہ کی اصطلاح میں کتنا جسکی حاجت پر جو انکار استجاب  
پوستہ اولاد و شاد ہے اگر ذریعہ نام ہو جائیں تو موافق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت  
کے حساب میں داخل ہو جائیں اور شرع کی طرف سے اطلاق نہ کرنا اور یہ کہ جائز حالانکہ  
بالبدلتہ و غیر زانیہ تو یہ مکان مسجد جو عبادات بھی جاتی ہے تو کیوں سمجھ جاتی ہے فقط  
اسلئے کہ وہ عبادت گاہ ہے جسکا حاصل ہے کہ وہ سامان عبادت اور ذریعہ اطاعت ہے  
تعمیر عبادت اویان بالحد جو مخلد معاشی شمار کیا گیا و نمونہ شمار کیا گیا فقط اسلئے کہ وہ  
ذریعہ معیشت اور سامان شکر و کفر وغیرہ ہے غرض کہ ان کی ہزاروں نظیریں  
قرآن و حدیث میں موجود کتب فقہ و اصول و عقاید و تصوف میں مذکور ایک ہی نوعیت  
کہا جاسکتے ہیں تعلیم صرف و نحو و معانی و بیان و ادب و ریاضی و منطق ہی نہ لیا تصور کیا  
جو یہ ذریعہ علوم دین ہو کر ہی داخل حساب علوم دین اور توجہ ثواب کار دین نہ ہوں  
صرف و نحو و ادب و معانی و بیان و عقائد اور دیالوگات اضافات متعددہ مثل فعلیت  
و مفعولیت میں محتاج الیہ علم ادب الطلاع لغات و صلاحت و محاورات میں مفید اور  
علوم معانی و بیان قدر شناسی فصاحت و بلاغت ہی جس عبارت قرآن و حدیث

میں کار آمد علم منطق کمال استدلال و دلائل خداوندی و نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نافع  
اور ظاہر ہے کہ جو نسبت عبارت و معانی میں ہے وہی نسبت حسن عبارت اور خوبئی استدلال  
میں ہوگی کیونکہ جو نسبت شعاعی ہے تو یہ معانی سے مربوط ہو کر کچھ کچھ نہ علم معانی و بیان  
تو جائز ہوا و منطق نا جائز ہو صرف و نحو و ادب و معانی و بیان میں اگر مخالفت میں نہ ہو  
تو بھی منطق ہی اس عیب سے پاک ہے اور اگر اشتغال منطق ہو و بجاہ بعض افراد کے حق  
میں موجب محدودی علوم دینیہ ہو جائے تو یہ بات صرف و نحو وغیرہ علوم مسلمہ الایاتہ  
میں ہی بالبدلتہ موجود ہے غرض اگر تحصیل صرف و نحو و معانی منطق سے توسل  
علوم دینی ہے تو بیشک علوم مذکورہ توجہ ثواب ہوگی نہیں تو نہیں ہو بہر بات نسبت  
بانیان مدرسہ و نیت معلوم و متعلیل ہو موقوف باقی کسی سینہ بزرگان دین میں کسی شخص کو  
بڑا کہا ہے یا بیان نظر کہا ہے کہ کہ فہمون اور کم فہمون کے حق میں اسکا مسئلہ تحصیل  
علوم دین میں خارج ہوا و اس وقت وہ ذریعہ غیر نفا و وسیلہ شریعت ہو گیا اور یا بہر حق  
کہ خود یہ کہ کمال فہم منطق کی ضرورت نہوتی جو مطالعہ کی نوبت آتی اور عدم مخالفت  
معلوم ہو جاتی ہے یہ سمجھتے کہ یہ علم غفلت ایجاد کردہ حکمای نوان ہے اور انکی ایجاد کئے  
ہوتی علوم کی مخالفت کیسے قدر یعنی یہی اسلئے بھی خیال دل میں جم گیا کہ یہ علم ہی مخالف  
دین اسلام ہی ہو گا ورناس علمی حقیقت سے آگاہ ہوتی اور اس زمانہ کے ہم ملاؤں کے

اہم کو دیکھتے جو بیٹے ہی قرآن و حدیث کو لے بیٹھے ہیں اور باوجودیکہ قرآن کتاب میں اور اس کے آیات واقعی بنیاد میں فہم مطالب احکام میں ایسی طرح دھکی کہاتے ہیں جیسی قنایہ زور کی ہوتی انہی دھکی کہاتے ہیں اور پران خبرامو دیکھتے جو ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں واقع ہوتی ہیں تو ہرگز یوں فرماتے بلکہ علمای جامعین کی برکات اور فیوض کو دیکھ کر تو خوب پیش برد حسنیت بوجہ توسل مذکور غریب سے فراقی اور کیوں فراقی وجہ علوم فلسفہ اگر ہی تو مخالفت دین اسلام ہے چنانچہ تقریحات فقہا اس پر شاہد ہے سو فرماتے تو سہی منطقی کا وہ کو مسئلہ ہے جسکو یوں کہتے کہ مخالف عقاید دین اسلام و احکام دین و ایمان ہے مگر جب مخالفت نہیں اور وجہ مخالفت مخالفت تھی تو یہ اور کیا کہتے کہ بوجہ ناقص حقیقہ علم مذکور فقط اتنا سبب فلسفہ سے اور فقہا کو دھوکا ہوا جو اسکو ہے ہمسنگ علوم مخالف سمجھ گئے را فتوا ایچو الہام مستحجاء یا وراقہ اس حرمت منطقی پر استدلال کرنا ایسا ہے جیسے یوں کہتے کہ ڈبیلوں سے استیجائنا جائز ہے اسلئے ڈبیلوں کا الہا کرنا جائز نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر تحصیل منطق بھی ہمسنگ تحصیل علوم مخالف دین و اسلام ہے یا لفظ معولات الیسا عام ہے کہ ہر جگہ علوم مخالف کا مراد ہونا ضروری ہے تو یہ کیا حرمت محدثہ یہی لازم نہیں آتی

کیونکہ بعض انویسیع و جو غیر شروع ہوئے ہیں جیسے زنا و قتل ناحق اور بغیر امور ایک جہ سے غیر شروع ہوئے ہیں تو ایک جہ سے شروع ہی ہوئے ہیں مثلاً شرک مانعت کی طرف آیہ والشعراء یبتغھم الفأ وون الدنوا انھم فکل واد یعیون و انھم یقولون ما لا یفعلون اور نیز آیہ وما علمناہ الشعراء یبتغی الخ اور سوا انکی اور آیات میں تقریحات اور اشارات موجود ہیں اور حدیث لان یقتلی جوف الحد کہہ چھٹا یہ یہ خیر لہ من ان یمتلی شعرا اور نیز اور احادیث جو اسکے قسید المعنی میں اس پر شاہد ہیں مگر یا انہی رسول الصلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے زمانہ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ ممبر پڑھ کر کبر اشعار پڑھا کرتے تھے اور سوا انکے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور جبریل قسیدہ بات سعد و غیر وہ اصحاب کا آپ کے سامنے اشعار پڑھنا اور آپ کا خوش ہونا کتب احادیث میں منقول ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بعد دفن حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اشعار پڑھنا اکثر ظاہر علیہ کو معلوم ہو گا علاوہ برین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ علیک بدیوان العرب شہور ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا اون لوگوں کو جنکے طرف بوجہ استماع و حفظ انصاف اتھال ملل جو تاہا ہریرا نا کہ حصصا مجا لسمکہ اکثر و کم معلوم کتب احادیث

مثل بخاری فیض و معجم سلم اشعار مذکورین کتب بغیر میں مثل فیماوی شریف و  
مدارک و تفسیر کبر اشعار سطور اور نثر اولیٰ احباب او اولیا و علمائے شعر گوئی اور  
شعر خوانی کا ثبوت مسلم و جہاں کی کیا ہے وہی ہے کہ شعر و شاعری جمیع الوجوہ منوع  
نہیں در نہ بعد ارشاد و الشعراء بنبعہم الغا وں جو علی العموم قسم کے اشعار  
مذمت پر دلالت کرتا ہے اور بعد بدایت لہان غنیمتی الخ جو علی الاطلاق قرم کے  
اشعار کی مخالفت پر شاہد ہے ایسی مخالفت صریح اول سے آخر تک تمام اسناد  
امنہ میں شایع و ذالغ نہ ہو جاتی اور ایسے ایسے ارکان ہنر یون مخالفت ظاہر ہو کر  
نہ بانہن مگر یہ ہے تو یہ کلام فقہاء سے بنسبت علوم فلسفہ ایسی مخالفت علمائے مطلقہ  
سمجھ لینا اور نہین کا کام ہے جنکو فقہاء قریب خداوند عالم نے عطا نہیں کیا صاحبزادوں  
زمانہ سے لیکر آغاز سلطنت عباسیہ تک جس علوم فلسفہ یونانی سے عربی میں  
ترجمہ ہوئی لاکھوں اولیا و علمائے عین اور گذر میں جنکو علوم مذکورہ میں بھارت  
کا ملہ تہا و رہی مولوی ارشاد حسین صاحب رامپورین اور مولوی عبدالحی صاحب  
لکھنؤ میں اور مولوی شکر الدہ صاحب مراد آباد میں باوجود تقویٰ و دینداری کے علوم  
مذکورہ میں کمال رکھتے ہیں دلی میں مولوی ندیم حسین صاحب ہی جنکو صلاح و  
تقویٰ میں اکثر و کثرت مذکور ہے مثل کہتے تو مجاہد ان علوم سے خالی نہیں ملتا

ضلع بہانپور کی جامعہ خود مشہور ہے پہلی زمانہ کی سند مولوی شہید الدین صاحب  
مرحوم مولوی عالم علی صاحب مرحوم مدون تک مراد آباد میں و میں مشغولت میں  
مشغول رہے مولانا عبدالحی صاحب مولانا امجد علی صاحب شہید مولانا شاہ  
عبدالقادر صاحب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مولانا شاہ عبد الغنی صاحب  
مولانا شاہ ولی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہم کا کمال علوم مذکورہ میں شہرہ آفاق  
حضرت شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ  
کا کمال علوم مذکورہ میں انکی تصانیف سے ظاہر و باہر ہے حضرت علامہ سعد اللہ  
تقنارانی اور علامہ سید شریف مصطفیٰ شرح مقاصد و شرح مواقف اور علامہ  
جلال الدین دوانی مصنف شرح عقاید جلال جوتیوں کی تینوں امام علم عقاید میں  
علوم مذکورہ میں ایسے کامل کہ ہاں کیو کوئی ہوگا حضرت امام فخر الدین رازی حضرت  
امام غزالی حضرت شیخ محمد الدین عربی یعنی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہم جمعین کا  
علوم مذکورہ میں کمال ایسا نہیں جو ادنیٰ سے اعلیٰ تک کسی چھٹی نہ ہو بلکہ ایسے  
علماء ربانی اور اولیاء کرام اور سلاو کنی اور اکابرین دین علم مذکورہ کی طرف سے  
ملفوظ رہے تو یا تو یوں کہتے کہ سب کے سب علمائے اقریب و حرام کے باہر  
مرتب ہو کر مستوجب تعجب الہی ہوتی یا یوں کہتے کہ مثل اشعار اگرچہ علوم مذکورہ



ممنوع اور اصل سے مکروہ حرام میں جیسے تعزین انہماک اور اسکے بھی بڑجانا  
 اور اسکو مقصود اصلی اور مطلوب ہم بتالینا ممنوع ہے مطلقا مشغلہ شہر منحرف نہیں  
 جتنا حدیث میں لفظ تملی اور سکی طوت مشیر ہے اور آیت میں استثنای الا  
 الذین امنوا اس پر شام ہے ایسے ہی قبلہ ہند اور کعبہ طیبہ یا لیتا تو خشک ممنوع پر  
 بغرض تشدید اذان یا بخیاں رہ عقاید باطلہ علوم مذکورہ کا حاصل کرنا یا بنینہ علوم  
 بطلان علوم مذکورہ کو ایسی راستہ و کامل سے حاصل کرنا جو وقت و در اور سکالط  
 ثابت کرنا جاتا ہو مگر ممنوع نہیں بلکہ شرط لیاقت و حسن نیت اگر مستحب ہو تو جائز ہے  
 جیسے بغرض انتصار یا تمجید علم یا تائید علم تفسیر مشغلہ شہر مستحب ہو جائز ہے جتنا  
 ابن فہم پر ارشاد عمری اور یار علیہ عبدالعزیز مسعود سے ظاہر و باہر ہے مگر حرجین  
 جسکے مانع قرآن و حدیث میں مخصوص ہو جو مذکور یہ استخبار آجاتا ہے  
 تو وہ ممنوعات جسکی مخالفت قرآن و حدیث میں صریح نہ ہو نقطہ قیاس فقہاء شیعہ  
 ممنوعات پر اسکی مخالفت کا منہ پر کوئی کوجہ مذکور نہ ہو طریاقت و حسن نیت مثل  
 تشخیز ذہن یا خدمت دین کو یا ایک فہمی کی عادت ڈالنے میں سے خیاں غامضہ عقاید  
 احکام کو جو اسکے مستحب ہو جائینگے ان اگر کسی میں لیاقت علمی ہو جیسے آج کل کے  
 وہ صاحب علم جو بے سوچی سمجھی شہر و علوم مذکورہ کو عملی اطلاق حرام بتلاتے ہیں

یائیت درست نہ ہو مثلاً قبل طلب انہیں علوم کو بنائے بطور مذکور ذریعہ نہ بنائے  
 یا ذریعہ بنائی تو علوم باطلہ کی تائید کا بنائی جیسے فرض کرو اور مذہب والی فرض  
 تائید مذہب یا مقابلہ اسلام حاصل کریں تو اونکے حق میں اگر مشغلہ علوم مذکورہ  
 مکروہ یا حرام مطلق ہو تو جی نہیں اور اس وجہ سے انکی حق میں درس علوم مذکورہ  
 اجرت لینا جائز نہ ہو گا وہ آدمی اگر جمیع الوجوہ مکروہ یا حرام ہی تو دور انقل  
 نہیں اور انکی حامی اور موید تائید امر حرام کی مصداق ہوں تو لائق قبول ہے  
 خالصہ اور صورت میں کہ مستاجر مسلمان نہ کسی اور مذہب کا آدمی ہو کہ نہ فعل  
 اجیر تابع نیت مستاجر ہو اسے مثال دکر اسے تو مجھے کار معارفی جزا و تہائیر  
 مگر کوئی شخص علامہ سند جنواں تو کا تعمیر حرام ہو جائیگا اور مکان و مسجد تعمیر کرتے  
 تو اور حکم ہو جائیگا ان اگر نیت اچھی ہے اور لیاقت کمایمعی خدا و موجود یعنی  
 معلوم و علم لغزین تشخیز ذہن یا رد عقاید باطلہ مشغلہ اختیار کریں اور پھر دونوں میں لیاقت  
 ہی ہو کہ علم انہماک بطلان پر قادیان و او تعلم دلائل البطلان کے چمکنے کی لیاقت رکھتا ہو تو  
 تحصیل علوم مذکورہ داخل ثنوبات و حسنات ہوگی جتنا پھر تقریر گذشتہ میں آیا  
 کافی ہے مگر جب یہ ہے تو خشک چندہ دینے والی بھی کہہ کہ وہ عمل کرنا والی اس وجہ  
 معصوبہ ثواب ہوگی اور پھر اس کے ساتھ یہ وجہ دہی کی جیسے ہند یون کو

کو مغرب میں پہنچنا مشاء بعد از نماز میل مکہ منیر الیسی در علوم دینیہ را و بادین  
سے قیام عالم علوم دین ممکن نہیں ہے جسے کوئی شخص میل کر لے یا جہاز کا نول دیکھ سکے غرض  
بیت المکرم میل یا جہاز پر سوار کرادے تو کوئی نادان ہی اس میں تامل نہوگا کہ اگر دیکھنے والی  
الوج کا ثواب نہیں ملتا اور یہ کوئی کنگیا کا بندر یا جہاز عرب میں پہنچ جائیگا تو یہ لازم نہیں  
کہ سوار ہو جائیگا ہی کہی لی اور سیر جائزہ دلا یا میل والے بعض قول وصول دینا سوا  
کر سہ میں اور پیر میل اور جہاز میں پہنچ جائیگا کوئی عبادت تبدیل مصورتین کر دینا  
کو ثواب ملی تو کیونکر ملے ایسی ہی کوئی عاقل اگرچہ جاہل ہے کیونکہ ہواست میں ماں نہیں سکتا  
کہ در فنون دانشمندی بعضی صرف خود وغیرہ بر دوسو تیکہ و جہ قیام عالم شازادہ ہوا جرت  
دینی و الیکو ثواب اہل دین اور روح مغفولت نہ لینگا اور یہ کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بعض  
در فنون دانشمندی اگر کتب قیام ہو تو اسکو بہ لازم نہیں کہ علوم دینی کی درس کا ہی  
انفاق ہو اگر کسی اور پر اس پر درس علوم دانشمندی کوئی عبادت نہیں مہندہ مدرستین  
وصول خواہ درس میں مشغول رہے اس صورت میں خواہ دینے والیکو ثواب ملی ہو کیونکہ  
مگر یہ ہی تو پرستی کرنا ہوا اور در بند پر کہ وصول کرنا کوئی شرط حسنیت ثواب  
نظم لے کیا سنی اگر یہ وہم ہے کہ سوال احرام ہے تو اپنے لئے میضرت حرام ہے  
دوسروں کے لئے سوال کرنا اور سعی اور غیب کر کے دانا حرام نہیں اگر یہ ہی حرام ہو تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت خاصہ کو جو اپنے زمانہ کے تمام احوان  
اور فطرت کو کی فرمائی ہیں نفوذ بالہ داخل سوال حرام ہو جائیں ہو جس بات کو کھنسل  
اہل اسلام میں سے لگوا جاتا ہے اور جب دینے والوں اور لانی والوں اور سعی  
کرنا والوں اور وصول کرنا والوں کو جو وہ مذکورہ بالا ثواب ملا تو بیک بہہ کار کیا گیا نہ ہو  
اور کوئی نہوا شاعت علوم ربانی اور تائید عقائد احکام حقانی منجھ سبیل اللہ علیہ السلام  
میں ہی اول وجہ کا اسلے کہ قوام و قیام دین بلے علوم دین و تائید علوم دین و عقاید  
مخالفہ عقاید دین تعویض میں اگر تمام عالم مسلمان ہو جاتی تو اعلاء کلمہ الہی حاجت نہیں  
پر علوم دین کی حاجت ہوئی توں رہتے ہے غرض دیکھتے حق میں اصل اور محتاج اللہ  
ضروری علم دین ہے ہر کوئی چیز نہیں اسلے اسکی تائید اور ترویج میں صرف کرنا اصل  
وجہ کا فی سبیل اللہ ہے اور اگر فرض کرنا تائید علوم اور ترویج عقاید یقینی کوئی فی سبیل اللہ  
نہیں کہہ سکتے یہ اخلاق اعلاء کلمہ الہی کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کا رضاء کو  
اعلاء کلمہ الہی ہے ہی ہر کوئی نہوا شازادہ اور اسلے اسکی بربادی کے دینی ہونا ہو کہ  
منجھ لیتے و عن سبیل اللہ کی نصرت سے قرآن وحدیث پر ہے سمجھنا لازم ہوگا  
یا ان سے ہی ہر کوئی نہوا شازادہ لکھ سیر ہی سمجھ میں نہیں آتا ایسے مدرسہ کو کون بڑا  
کہتا ہوگا اور کون اسکے دینی تخریب ہوگا لہذا ہمیں اکثر سبق مغفولت کی طرانی جلتے ہوں

اور دین میں مقبول کے ہی ثمر پاتی جاتے ہوں اور ان میں کسی کی توقع میں نہ رہتی  
مسئلہ مخالف عقائد اسلام کے مخالف اسے اکابر لکھا کہ مخالف اسلام نہ ہوا و کسی  
تروید کا بھی کجائی نہ ہو لیکن غواہ مدرسین باجواد دین اپنی نگاہ میں خاک ڈال کر اس پر  
کھنے لگے کہتے گئے ہائی افسوس جہاں دین کی ترقی اور علوم و دین کی ترویج کا کوئی سامان نہیں  
خدا کی عزت ہے ہر پامور و شیطان پر یہ شعبہ و بازیان کھڑے کر دیتا ہے جس کو مل جاتا ہے  
ہی زیادہ عزیز ہے اور کوئی دین کے لئے ایک سامان ہوتا ہے بل یا کوئی لازم ہے کہ کچھ تو فعل  
لائقین اور کلمین و رکوعین کو کو جمع کرتا ہے اور ان ترویج و ترقی کا تین کر کے  
دین میں ختم انداز ہوتا ہے کیا قیامت کہ طلب دنیا میں نہ ہو کہ ہر سرگرمی ہو کہ امید و ہوس  
سعی کے جاتیں اور دین پر یہ کشتی چلیں یا نہ چلیں باوجود فراہی مان ترقی نافع کے  
جہتیں نکالی جائیں اگر ایسے لوگ انہی کو ٹھوٹیں تو یہی نقطہ جو میں کہتا ہوں ایسے  
کا رفاہ کو کا رفاہ ضروری نہیں جو ہر تخریب نہ ہوں لیکن عداوت و بغاوت پر ہر تخریب مسلمان نہیں  
وہیم ہے اور کوئی نہ ہو کہ یہی عداوت ہے کسی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے وہ ال کی محبت ہو یا  
عزت کی محبت ہو یا کسی اور چیز کی محبت ہو یہ ہر بات میں ذہن نشین ہو چکی ہو اس کی  
کیا حاجت ہے کہ ایسے ہر مسئلہ کو کوڑا دینے یا کھینچنے سے بچ گیا ہو گا کہ ان کو دیا  
فی سبیل اللہ ہے اور قرآن میں مصداق زکاۃ کے ہر نام میں زکوٰۃ کا جامہ و ذرا

انکھنے کی فضیلت اگر ہے تو ادا دین میں ہے اور فی سبیل اللہ و قرآن میں میان مصارف  
میں موجود ہے اسلئے یا تو یہ کہ قرآن شریف حدیث شریف پر مقدم ہے فی سبیل اللہ و قرآن  
جیسے وہ طالب علم مسئلہ جو علوم دین پر ہے ہوں یا بطور مذکورہ الصدقہ مقبولات کو تحصیل  
کرتے ہوں و ذی الاحرام پر مقدم ہوگی علاوہ ہر عمل اگر مسلم ہو تو اس پر شائبہ ہے کہ اپنی ترقی  
سے خدا کی واسطہ داری مقدم ہے انہوں سے اللہ والی الہی ہیں تو بہتر ہے اور یہ کہ  
وہ لوگ جو ذوق ایمان رکھتے ہیں خدا کی واسطہ دار و کوا ہے فریضہ فرائض میں  
انصار یونہی نے مباحیر کے ساتھ جو کچھ لکھا وہ انہوں کے ساتھ لکھی لکھا ہو گا کہ یہ مباحیر  
وہ اگر انہوں کو مقدم رکھتے تھے تو انکے اپنے ہی فی سبیل اللہ ہی غرضتوں کے لئے مدرسوں کی طالب علم کو  
دینا انہوں کی دینے سے زیادہ اولیٰ معلوم ہوتا ہے سو دینے والی زیادہ جہتیں برابر ہی جہتیں  
برابر جہتیں کچھ نہیں ہر کہیں کہہ دیں تو یہی جو خدا ہی ہی سرخرو ہوں ورنہ ایسا ہو رتو  
حساب ہے حدیث و نہیں آیا ہے خدا فرمائے لگی کہ میں ہو کا تہا ہے بھی کہا نا کہ لکھا یا حدیث  
شرف میں آیا ہے کہ جن بندوں ہی پر تخطا ہو گا وہ کچھ ایسا عرض کرے گا تو یہ ہو کہ  
پتاس ہے پاک کہانے میں ہے ہر اس پر خداوند تعالیٰ شانہ فرمایا گا فلا تمیر اندہ ہو گا  
تو اگر اس کو لکھا ناوہ میری حساب میں ہوتا تھی اب اہل فہم ہے یہ عرض ہے کہ اگر لکھی  
جس کا کہ لکھا خدا کے حساب میں محسوب ہو سوا ان کی اور ان ہو سکے میں جو خدا کے



toobaa-elibrary.blogspot.com

الحمد لله رب العالمین قدّم شد فقط لکائف احادیث الفخریہ سوال جواب  
رفع تعارض بینہ اللہ العزیز حکیمہ آیات احادیث  
سوال اول حدیث کتاب بخاری شریف صفحہ ۳۴۳ سطر ۳۴ عن ابی ہریرۃ عن النبی  
صلعم قال یلقی ابراہیم اباہ اذ یوم القيمة وعلیہ وجبہ اذ غبرۃ وفسقۃ  
فیقول لہ ابراہیم المر اقل لک لا تعصنہ فیقول ابوہ قال یوم لا اعصیت  
فیقول ابنہ اھیر یا رب انک وعدتہ انی لا اخزن فیوم یبعثون فامخیزی  
اخزی من لی الی البعد فیقول ان حضرت الجنۃ علی الکافرین الخ امرت  
بین اور آیتہ فلما تبین لہ انہ عدو اللہ تبارک منہ بین تعارض ہے اور نیز آیتہ  
لا یتکلمون الا من اذن لہ اللہ وقال صوابا اور آیتہ من والذی یشفع  
عندہ الا باذنہ بین حدیث اور آیتہ اول بن اسطرح تعارض ہے کہ حدیث سے  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے سفارش کرنا ثابت ہو تا ہے اور آیت سے دنیا  
ہی میں تبری کرنا ثابت ہو تا ہے اور وجہ تبری کی دنیا میں عداوت اللہ واقع ہوتی  
پھر آخرت میں اذکر کو کسی اللہ سے محبت ہو گئی تھی جو اس کے محبت حضرت ابراہیم علیہ السلام  
سے دل میں ایسی سمائی کہ بلا استعراج واذن سفارش فرمائی گئے اور حدیث اور آیتانہ  
بن اسطرح تعارض ہے کہ بدون ارشاد خداوندی کوئی شخص کسی سفارش نہیں کر سکتا

اور صرف سے سفارش بلاذن میں غلط فہمی کرنی معلوم ہوتی ہے مدد

جواب بلا لائق عدو والہ بہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آؤ کہ خدا سے عداوت ہی  
بہترین کدھلاؤ اس سے عداوت ہی مگر قیامت میں آؤ کہ عداوت مہل جہنم ہو جائیگی  
اگر کوئی نہ ہو خدا کی محبت سب سے کہ دل میں ہے دنیا کی محبتیں اور کو سکود بائیں ہن پر قیامت کو  
مکمل کل نسب و صہرہ نہ قطع یوم القیامۃ لہ اور آہ یوہ یفر المومن  
اخیہ دل بہر محبت خدا سے دنیا کی محبت ایسی طرح زایل ہو جائیگی جیسے راکب لڑکے  
اوپر سے اتر جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ روز قیامت کو کفار کے حق میں یوم الخسار کہا جرت  
بلکہ محبت مقصور نہیں اور محبت ضعیف قابل زوال نہیں اپنی محبت طبعی ہی او حلق کی محبت  
اوس سے مقدم کہ یونکہ خالق ممکنہ نہ موجود صرف یا وجود صرف میں ورنہ واجب ہونی اور  
نہ معدوم محض یا عدم محض میں ورنہ متغیر یا محال ہونی مثل خطوط فاصلہ میں البتہ نور الظلمۃ  
وہ حدود و فاصلہ میں الوجود و عدم میں الوجود و المعدوم میں اور ظاہر ہے کہ اس  
صورت میں جسے خط فاصلہ کی حقیقت ایک امر اضافی ہے یعنی انتہاء نور شدہ اوسکو  
کہتے ہیں اور اوس سے زیادہ اوسکی تعریف نہیں کیے ہی خالق ممکنہ امور اضافی یعنی متغیر  
وجود صرف ہوئی اسلئے اور نہ تعلق ذی متہا کی نفی پر موقوف ہوگا اور کوئی نہ ہو متہا کا  
تغیر بے تغیر ذی متہا مقصور نہیں اس سے زیادہ اور کیا چیز اس کے اضافی ہونے چاہیے

کر کی مگر یہی ذی متہا کی کا تعلق اوس ذی متہا کی تعلق پر موقوف ہوگا اسلئے اپنی محبت ہی  
بلکہ ذی متہا کی محبت پر موقوف ہوگی اور جو کہ ذی متہا وجود صرف ہی اور اور ذات خداوند  
سے ایسی ہی نسبت جیسی خداوند کو ذات آفتاب کے ساتھ تو جیسے شعاعیں نسبت آفتاب  
اضافی ہیں کیونکہ ذات کی حقیقت اس سے زیادہ اور کیا بیان میں آ سکتی ہے کہ وہ ایک پر نور آفتاب  
ایسے ہی وجود و موصوف ہیں نسبت ذات خداوند کی ایک امر اضافی ہوگا اور اس وجہ سے  
اوس کا تعلق ذات خداوند کی تعلق پر موقوف ہوگا اور اوس کی محبت ذات خداوند کی محبت  
موقوف ہوگی اور کوئی نہ ہو اپنی محبت اس وجہ سے ہے کہ اپنا تعلق اپنے ہی ساتھ ہی ہو گیا  
اپنی موقوف علیہ میں بدرجہ اولیٰ اور اول ہے بہر تغیر نور علی ہی توجہ تعلق ہی پر موقوف ہے  
سینے خدا کا یہاں شادان اللہ لا یعجب الکافرین موقع نور شرفی و نور حقیقی واقع ہو اسکا  
صدر اسکو ہو سکتا ہے جسکی دلیل خدا کی محبت ہو کیونکہ نور شرفی و نور حقیقی سے محبت ہی کا  
دل تڑپ سکتا ہے اجنبیوں کو تو اس کے کہنے کی گنجائش ہے کہ نہیں محبت تو ہماری بلا سے  
اس صورت میں آؤ روز قیامت معدن و معدن نور ہو گا بلکہ محبت الہ ہو جائیگا اور علت  
تہری راہل ہو جائیگی اور وجہ جنائت ہاتھ نیکی آخر کوں نہیں جاتا کہ محبت خداوند  
فی حد ذاتہ ایک عمدہ بات اور محبت خداوندی بہر طور لای قرعات باقی عتہ خداوند  
مانع محبت مذکورہ نہیں بلکہ بہر عتاب خود اوس کی محبت پر ہی ہے البتہ مقتضائے محبت

کہ عجز و انوکھا حال نظر نہ عنایت ہوتی مگر اسکے ساتھ یہ ہی شرط ہے کہ رضا ہوگی  
و نیز وہ محبت زیادہ تر سرمایہ عتاب ہوتی ہے مگر جیسے یہ مخالفت رضا ہو جی عتاب  
ہو جاتی ہے ایسی ہی وہ محبت اکثر باعث سفارش ہو جاتی ہے بالکل یہ سب کا غائیض  
عتاب و عنایت اور سفارش و تقصصات طبیعت میں سے ہے اسکی مخالفت بالارادہ  
کیا جاتا ہے یہی وجہ ہوتی ہے کہ اہل دل اور سوت سفارش سے باز رہتے ہیں جبکہ اوپر  
مخالفت ہو جاتی ہے وجہ ہوتی کہ کفار کی شفاعت کیجا جائیگا یہ نہیں کہ او کی شفاعت  
ہو نہیں سکتی یعنی محال ہے بالکل مراعات محب خداوندی اگر طبعی ہے پر کافر تو جو چہر  
مخالفت خداوندی شفاعت کی گنجائش نہیں اگر مراعات کی شفاعت ہی میں محض نہیں  
یہ مراعات حضرت ابراہیم علیہ السلام علی نبیا اہل صلوة والسلام غور سے دیکھتے تو ان قسم  
شفاعت نہیں بلکہ اقبال طلب حق سے یعنی اذکر کیفیت معلوم کو اپنی سوائی  
سمجھ کر یہ عرض کیا کہ مجھ سے بہر وعدہ ہمارے کہ روز قیامت تجھ کو روانہ کرنا لگا شفاعت  
ہوتی تو وعدہ کے خلاف کیا حاجت نہ ہوتی وعدہ کا جتنا نادر اس بات پر شاید ہے  
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے حق کے طالب ہیں کیونکہ وعدہ سے ایک قسم کا حق  
و وعدہ کو انوالی بنایا ہوا ہے یہی ہم سے کہ انسانی وعدہ ضرور ہے اور ظاہر ہے  
کہ شفاعت میں اپنے حق پر نظر نہیں ہوتی اور اس وجہ سے قبول نہ کرنے سے وہ شخص

جس سے سفارش اور شفاعت کی جائے ہو عتاب اور نشانہ تیرا مت نہیں ہو سکتا ۴  
سوال دوم حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۲ مطہر عن انس قال قال رسول اللہ صلعم  
من من لم یجد یدخل الجنة یحییٰ بن یحییٰ الی الدنیا کہ لو ما فی الارض من النبیذ  
بتمن ان یرجع الی الدنیا فیقتل بقتل ہمارات لما یمن من الاقامة تنفق علیہ  
فما لم علیہ یر بعد الحلاۃ فقال اهل لشتنہون شیئا قالوا انشی فی لشتنہی  
و نحن نسرح من الجنة حیث شیئا تفعل بمرثلت مرات فلما راوا انہم لم  
یترکوا امن ان یساوا یارب نوزدان تر دروا و احنا فی اجسادنا و ان فیقتل  
فی سبیلک مہل اخری فلما رای ان المس لہم حاجۃ ترکوا ردو مسلم بن سنان  
کے الفاظ سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ شہداء خود بخود بلا استفسار راجی نہ کرنا کو ظاہر کرنا  
اور نہ ہی اس مرتبہ شہداء ہو جائیں گی کہ کئے کہ جس کے کیا کچھ ذوق و شوق شہادت ہو  
ہو جائے اور دوسری حدیث کے بعد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خود خداوند کریم کر  
سکر راز شاہ فرمائیں گے اور اس قدر اصرار فرمایا جائیگا کہ شہداء جان جائیں گے کہ بدون اس  
کہ کہ کچھ کچھ چاہیں ہمارا اچھا نہ چھٹی گا ناچار ہو کر یہ کہہ گئے کہ خدا ہمارا دل و ناس  
بالکھاتا ہے کہ دوبارہ بہتر نہی راستہ میں شہید ہو جائیں پس سے نہ وہ بہتر نہی جو خدا  
سابق سے معلوم ہوتی ہے یا انکی اور نہ جنگی صلہ کا ذکر بلکہ لفظ قرآن ہی ہے کہ جس سے



ایک مرتبہ ثابت ہوتا ہے اور نیز کہ جہاں اسی نے یعنی جب شہداء ہر سوال کیلئے  
کہہ جاتے ہیں کہ دوبارہ تیری رستہ میں اپنا سر دین تو اس کی کہانے لئے ضرورت نہیں  
جائے گی کیونکہ اگر دوبارہ شہداء ہوں تو یہی وہی ہے جس نے پہلے شہداء کیلئے دوبارہ دنیا میں بھیج کر  
شہداء کیلئے کہہ جاتے ہیں اس لئے پھر اسے سوال کرنا موقوف ہو گا اس جملہ کے معنی میں یہ  
مشابہ ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات بدلے نہایت ہے اور اس کے بدلنے سے ایسی ہی  
کیا اور اس کو قدرت نہیں کہ علاج غیر منہائی دینا چاہا جس دوسری بہرہ کی تینوں ہی وعدہ ہو گا  
کہ لو کہ تم کہا کہما کشتھیم (لا انفس اب یا تو یہ کہہ کہ شہداء کا بہرہ من کرنا تہ  
دل سے نہ ہوا ورنہ وعدہ اور قدرت اعطاء علاج غیر متساویہ کیا جواب ہو گا علاوہ  
بہرہ کہ الخ خصوص شہداء کا یعنی جو اپنی نظائر سمجھنا مشکل ہے کیونکہ او کو جو شہداء کا باعث  
وہ تو وہ نہ ہو جسے جو وقت شہادت کی ملا ہے یا وجہ آخر کی اگر شہادت کا فرہ واد  
تو کوئی نئی عبادت میں سے نرہی خالی نہیں نہایت لفظ قرۃ عینی نے الصلوٰۃ اس پر  
شاید ہے اور اگر آخرت کا دوسرا ہی تو او جتنی کی کہیں کسی وجہ کے معنی ہوئی ہیں  
نظام قرین قیاس تو یہاں تک کہ تو شہداء کی وجہ کے لوگ ہیں وہ اپنی ترقی طرح کی  
مستثنی ہوں کہ خدا یا کہو دنیا میں پھر و انفس سنا کہ ہم ایک مرتبہ بڑی بڑی مجاہدہ کریں  
کیونکہ جب لوگ بہرہ دیکھیں گے کہ جسے تو یہی عبادت میں بہرہ کیونہ پایا ہے تو اگر

ایک مرتبہ بڑی بڑی کام مثل جہاد کیلئے کہے تو اور راجح نہیں گے غرضیکہ سچے لوگوں کا  
تمنا کہ انہا سے اگر کریں او جو کو پہلی ہے اعلیٰ جبکہ مجاہدہ کی پہلی اب وہ  
کس بات کی تمنا کیلئے اگر سب سے بہرہ تو مستثنی ہوں تو یہی کہ جس کی لوگ بدر اولیٰ  
تمنا کرتے ہیں اور نیز قائل استفسار یہی ہے کہ وجہ والی باعتبار اپنی قلیل انصاف کی  
میں نہ اور یہ کہ وجہ والی کیونکہ بہرہ کو کسی ہی طرح علیا پر پہنچ چکی ہے تو جواب  
تمنا ایک قلوب ہے اور انہا کا ایک فعل زبان مثلاً اس لئے بہرہ ضرور نہیں کہ زبان میں ہے  
دفعہ ذکر اور ای بلا املہ قریب ضرور نہیں خاص کہ یہاں کیونکہ دوام قیام محبت یعنی  
اول سب وجہ سے کہ توقع مرا جعت نہیں انہا تنہائی سود بھیجا جہاں سے استفسار  
بیکار ہوا انظار صورت امید کہ نظر آتی ہے اپنی اگر گذری اور عرض کر چکی ہوا انہو  
تو کیا کریں علاوہ برین حدیث میں مذکور نہ ہونے سے بہرہ لازم نہیں انما کہ وقت  
استفسار یہی ذکر نہیں آیا لفظ مرقہ آخری اگر خدیکہ لئے ہونا تو مضائقہ نہ تھا مگر  
اس کو دیکھئے کہ تمنا نفس شہادت سے متعلق ہے فعاد او اس میں کہہ کر صل نہیں اور اگر  
کہ را حو بہرہ محبوت ہوتا ہے یعنی بہرہ میں کہ محب میں ملکہ محبت ہوا و محبوت میں  
شان محبوبیت اور پھر اس کو اس سے محبت نہ ہو بہت ہو گا کہ ایک محبت  
دوسری کی محبت کو دہائی گرد بالینا اس کا وجود مدللالت کرتا ہے نہ زوال پر گریں

نفس شہادت لایق نمائندگی اور تعداد کو کچھ دخل نہ دینا پھر نہ مزہ آخری سی وحدت  
مراد ہوگی غرض مرآت سی تقدیراوس سے تکرار اس کے تکرار مراد ہوگا اور اگر مرآت آخری  
وحدت ہی مراد ہو تو اسکی ہر چندین کہ ایک ہی فعل کہ شہادت او محبت آرزو ہے  
بلکہ یہ غرض ہے کہ جسے نزدیک نہا نا غرض محبت کے پر کیا راہ و تابی کہا جا سکتا ہے  
جسما عدہ میں آسکتا ہی ایسی ہی شہادت کتنی ہی یا کیوں نہ ہو غرض محبت کے پر کیا  
دس شہادتیں یا زیادہ اکٹھی نہیں ہو سکتی وہاں اگر مقصود وعدہ ہی مقصود نمائندگی  
ہی وجہ ہے کہ بعد خود وعدہ ہر وہی نشانوش نویان ہی مقصود کل شہادت ہی باقی  
و جہت طبعی نہیں کہ نواب زیادہ ہے یا اوس میں موافق قول شاعر ۶ بہا خون کوئی قاتل  
میں اوسکی خون بہا بھی وہ واقعہ ہے کہ اور دن میں نہیں جو نہ ہر قوم و اردو ہو  
اصل و وجہ یہ ہے کہ اور سب عیادت جن میں ادا ہو سکتی ہیں وجہ یہ معافی ادا کیجا ہیں  
نود و مری بات ہے چچا و جنبت میں مگر نہیں اور نہ شہادت وہاں مقصود ناز و روزہ  
حج و زکوٰۃ اگر گنت میں ہی فرض ہوتی تو دامن ہی ادا ہو سکتی تھی پر جنبت میں کافر  
نہیں جو جہاد ہو و فرخ میں جان نہیں مکتی اوجا میں تو کافر اب کافر نہیں رہے یعنی  
وہ انکار و جو نہیں جو انہیں سے جہاد کو مکتی اور نہ شہادت یعنی ہے اسکی کہ دینا میں  
جائیں ہر بات مقصود نہیں مگر یہ ہی تو سوای شہید اور کسکو آرزوی مراد و محبت نہا ہو

نار و ازل کو کچھ زیادہ لطیف نماز ملا وہ وہاں ادا ہو سکتی ہے علی بن القیاس زکوٰۃ  
و صوم و حج کو خیال کیے کہ تو نہ کہ بیت المعمور جو وہاں موجود ہے خانہ کعبہ کی سیدہ میں  
اور یہ بات مقرر ہے کہ تحت الثری سے فلک الافلاک تک کیسے مقابل میں قبلہ ہی  
غرض ادا ہی جہاد عبادات سوای جہا جنبت میں مکتی ہے اور یہی نظام ہی کہ کس کس کو کسی  
راہ سے کوئی نعت ملتی ہے وہ اوس راہ کو نہیں چھوڑنا مقصود راہ میں عکس کیا ہے  
یہی وجہ ہے کہ نادر کو زراعت اور زراعت کو تجارت کو کوری ہی ستونوں فیضاری  
کو کوری دشوار ہو جاتی ہے بہانہ کہ سالن سے باوجود اوس ذلت اور خواری اور  
دور و پیٹ پٹکے اپنا انداز نہیں چھوڑتا اسلئے شہدای کو ہر آرزو ہوگی باقی  
آید لکھ فیہا کما کشتہ ب ۱۱ نفس میں لفظ فیہا سے بہر نظام ہے کہ وعدہ اگر  
تو لون چیز و کلمہ سے جو جنبت میں ہیں و نیال چیز و کلمہ وعدہ نہیں اور فلک راہی الہی میں  
اسبطون اشارہ ہے اور کیوں نہ ہو لفظ حاجت خود اس پر شاہد ہے اسلئے حاجت  
اسی کہتے ہیں کہ کوئی چیز ضروریات دین و دنیا میں سے ہو او توام بنیاد بشری اور  
موقوف جو حسی غذا وغیرہ یا قیام دین کا اور ہر دار جو حسی علم اور ہر اس وجہ سے  
اوسکی خواہش ہو آرزو کو حاجت نہیں کہتے ہیں او ظاہر ہے کہ جنبت میں اس قسم کی  
چیز جنسی حاجت متعلق ہو سب موجود ہوگی اور دنیا میں جانا اور بار اجانا اس قسم کی

پیشین سوال سوم حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۷ عن عائشہ ؓ قالت دے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لا نصرا فقلت یا رسول اللہ طوبی لہذا  
عصفور من عصافیر الجنة لم یعمل بسوء ولم یرکب ذنبا فقال او غیر ذلک  
بأعائشہ ان اللہ خلق الخیۃ اھل خلقھم لھا وعد فی اصلاھ  
اباءھم وخلق للنار اھل اھل خلقھم وعد فی اصلاھ اباءھم وہ سلم  
صفحہ ۱۸۷ سطر ۲۱ عن عائشہ ؓ قالت قلت یا رسول اللہ قد زاری المشرکین  
قال ھم من ابائھم فقلت یا رسول اللہ اعلیٰ عما کانوا عاملین  
قلت قد زاری المشرکین قال ھم من ابائھم قلت بلا عمل قال اللہ اعلم  
بما کانوا عاملین رواہ ابوداؤد وصحیفہ ۲۲ سطر ۱ المولود فی الجنة  
پہلی حدیث کا یہ معنی ہے کہ اسی عائشہؓ کو بائین جنہی کہنا چاہتے تھے کہ یہ از خدا  
علم ہے کہ اسکو اللہ نے دوزخ کی گدی یا جہنم کی گدی پر تھامے وہ باپ کی نسبت  
میں جو بھی وقت لکھا ہوتا ہے اس سے بہر معلوم ہوا کہ مسلمان کے مری ہوئی جو قطعی  
جنتی بن جائیں اور دوسری حدیث سے بہر ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو کبھی تو قطعی جنتی اور کبھی  
دوزخی بن یا تیسری حدیث کے مجاز سے بہر ثابت ہوتا ہے کہ کبھی جنتی بنے بغیر ہونے  
اور دوسری حدیث میں جو دونوں فریقہ کی دوزخی اور جنتی ہونے کی نسبت لفظ اللہ

۱ علم ہر کانوا عاملین تو ایسا ہے کہ ہر نظام مشکل ہے تو کہہ دیا کہ عمل کے ہی نتیجہ  
کہ غیر و شرک سے عمل انہی سرزد ہوگا ہر ایک فریقہ کے جو کچھ قطعی جنتی اور دوسری فریقہ  
جو کچھ قطعی دوزخی فرما دیا کس طرح شکیک ہوگا اور یہ فیصلہ اسکے کا تو کس فیصلہ کی قدر  
و وفطرت اسلامی پر ہی دوزخ کی کس طرح قطعی ہو سکتی ہیں جواب جملہ  
ھم من ابائھم جملہ طبعیہ ہے مگر اسکی بمعنی میں کہ مریع اور معمولین علاقہ طبعی  
یعنی جیسے آدمی کے آدمی اور گیت کے گدیا پیدا ہوتا ہے اور ہر دو عالم ہے اگر اسکے  
مخالف ہو تو وہ بوجہ تغیر اصل طبعیت ہوتا ہے بوجہ اصل طبعیت نہیں ہوتا غرض اصل  
طبعیت کو تو یہی لازم ہے اور اسوجہ سے جیسے ہوں کہہ سکتے کہ آدمی کے آدمی ہوا کرتا ہے  
ایسی ہی ہوں ہی کہہ سکتے ہیں کہ ھم من ابائھم مگر جیسے بوجہ احتمال معلوم کسی خاص  
عمل کے نسبت بتایا نہیں ہوتا کہ موافق طبعیت اصل ہوگا ایسے ہی خاص کسی مولود کی  
نسبت بہ نہیں کہہ سکتے کہ جنتی ہوگا یا دوزخی ہوگا اور اللہ اعلم بما کانوا عاملین  
سے بہر غرض ہے کہ جیسے ہر وقت زرق و برق اصل حقیقہ ہے کہ کسوٹی پر لگانا فقط  
اوسکے دریافت کرنے کے لیے ہے ثواب و عذاب اور مقدار ثواب و عذاب اصل  
طبعیہ پر ہے اعمال فقط اوسکے نظر میں نہ لانا خط و کسوٹی فقط بغرض امتحان و مطہر  
جہانچہ لیب لو کہ ایک کبر احسن علماء اس پر شاہد ہے مگر جو کچھ امتحان



دو غرض سے ہوتا ہے کہ پہلے اطمینان کے لیے جسمی شہری کا زور فقرہ کو کوئی پرکھا  
 اور کبھی دوسری کی امتحان کے لیے جسمی باقی زور فقرہ کا اور کو کوئی پرکھا اور کھانا  
 یہاں پہلی صورت تصور نہیں کیونکہ وہ علم وغیرہ تو خواہ مخواہ دوسری ہی صورت کا  
 اقرار کرنا پڑیگا مگر یہی تو چوتھی چوکی امتحان کی کہ حضرت نہیں خدا کو پہلی ہی اولی  
 حقیقت کی خبر ہے خود او کو نسل بالغوں کی اس کے کھنکھانی نہیں کہ لو ان الله هدا  
 لکلن من الملتحقین کیونکہ اصل طبیعت کو موجود پر سامان کار گذاری طبیعت  
 نہیں بغیر جسے سائب بہ طریق کے ہی میں پیدا ہوتی ہے طبیعت نوعیہ بغیر خاصیت  
 اجائی ہے پر اس وقت جو یہ ضعف جذبہ کی قوت ابا کام نہیں کر کے انسان کے کو کوئی  
 سمجھتے اس وقت تعین طبیعت نوعیہ کے لیے جو نتیجہ امتحان ہوتا ہے اس سے بہرہ کوئی  
 طریقہ نہیں کہ او کی اصل کو ٹھوٹی مودہ ہم میں ان اٹھدے سے مفہوم ہر چکا القصہ  
 ہم میں ابا ہم اس پر شلہ ہے کہ امتحان کی حاجت نہیں بہرہ بات تو موافق  
 مفہوم ظاہر ہی ہی اور غور سے دیکھتے تو یہ معنی میں کہ وہ اپنے ابا ہی پیدا ہوتی میں  
 او کی طبیعت نوعیہ کو او کی طبیعت نوعیہ میں داخل ہے او کی طبیعت تخصیص کو او کی  
 طبیعت تخصیص میں داخل ہے وقت علق بابا کے طبیعت پر جو کیفیت عارض ہوتی  
 نطفہ کی جبلت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے عوارض لاحقہ ہاں ذاتی

ہو جاتی میں اور زور باہر تخصیص میں شمار کے جاتے ہیں او وجہ دیکھ رہی ہو لی جھکوانہ  
 ولہ کے حق میں پیدا اور سبب ہوتے ہیں او پیدا کا بہ کام ہے کہ دہانے کوئی نہ نکلا کر  
 طرف جاتی تو جسے پیدا زور شلا آفتاب ہے او اس کے زور کوئی سرخ با ستر زور اجا  
 اور اس کا نور ان میں کو نکلا کر جاوے تو آفتاب کے حساب او کی چہ ہے برائے  
 دوسری طرف رنگت کو کوئی ذات میں داخل ہو جاتی ہے ہی وجہ ہے کہ جدا نہیں کر کے  
 بلے ہی کیفیت علق والدین کے قوت میں عوارض ہوتی ہیں پر اولی حق میں عوارض ذات  
 میں بن جاتی ہیں ایسی بنا پر اختلاف شکل و صورت و مزاج و انداز نہیں ہے مگر یہی تو پہلے  
 ارشاد ہرہ کو کار دہانے والدین سے پیدا ہو گئے ہیں او کی حقیقت اور اس وقت کی کیفیت  
 معلوم ہو سکتا ہے کہ او کی کیا حقیقت اور کیا قدر و قیمت ہائی علی کی کہ حاجت نہیں علی فقط  
 امتحان کے لیے تھا اور خدا کو امتحان کی حاجت نہیں اس کو معلوم ہے کہ اس سے اظہار ہو تو  
 یہ بہرہ کہ جلاتی او پانی سے اظہار ہو تو یہ ہو جیہی او چونکہ او کی حقیقت کی تحقیق کے  
 موافق اوسے معاملہ کیا جاوے گا تو نہ فالہیوم لا تظلم نفس اللہ کے مخالف ہو گا اور نہ  
 روایت اولی کے معارض والد علم پہلی معنوں میں من کو تصغیر باتا من معنوں میں من کو  
 ابتداء اور لایم معنوں میں ہی ابتداء ہی یعنی کو کچھ حرج نہیں فقط سوال چہام و  
 حدیث مشکوہ شریف معقولہ ۱۵ سطر ۳ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم الواثقة والمؤددة فی النار صفوہ ۳۳ مطرا والوئید فی الجنة  
 پہلی حدیث میں مودۃ سکون زندہ دفن کر دیا ہو دوزخ میں جانا ثابت ہو جائے اور دوسری حدیث  
 جملہ جنتی ہونا معلوم ہوتا ہے صحیح تعارض ہے دوزخ میں کی کوئی وجہ بیان کرنی چاہئے  
 وہ تو معصوم مجرمین اور ان کی طرف سے کیا لازم ہے اگر کوئی یہ کہی کہ چونکہ اس کا پیدا ہونا لایا گیا  
 والدین کو باعث الرفع شیع کا ہوا اس واسطے وہ دوزخ میں ہی پہنچا ہی جیسا بیان  
 نہیں ہوا تو لکھنا اس کو اپنے پیدا نہ ہونیکا اختیار نہیں ہے جو اس کی طرف کمال لازم عاید ہوتا  
 جواب الواثقة والمؤددة اور علی ہذا القیاس الوئید من الفلک عاید جاتا  
 تو کہ تعارض ہی نہیں اول حدیث میں اور دوسری میں اور دوا اور اگر طبیعت ہی  
 مراد تھی تو احتمال اختلاف زبان محکم ہے ہو سکتا ہے کہ پہلی دوزخ میں جانی اور چہرہ جنت میں  
 آجائی اور صورت اس کی بہرہ ہو کہ جو یہ ہے وہ باتیں جو ان ہی بال بچہ کی نگہبان تھیں اس محبت کے باعث  
 بطفیل طفلان جنت میں جائیں گی اور ان کی بھی اس محبت کے مکافات میں ہر شے پیش اگر جنت  
 کسبچہ ہوا بیٹے ایسی ہی وہ باتیں جو ان ہی بچہ کو زندہ دفن کر دینگی یا قتل کر دینگی اس حدیث  
 و مستند کے باعث دوزخ میں جائیں گی اور ان کی بھی اس بچہ کی مکافات میں عداوت  
 پیش آئے اور ان کی دیکر دوزخ میں ہونے جاتیں اس معنی کے باعث جو ہونے جانی کی سبب ظہور میں  
 آئی ہے یہ ارشاد ہوا کہ الواثقة والمؤددة فی النار کہ چونکہ مودہ کا بہرہ کام ایسا ہو گا

جیسا لکھا کہ ان کی بہن نواس و جہر سے وہ ہنر لے کر ان سرکاری ہو گئی جن خدمات  
 جیسا کہ یہاں ہوئے ہیں جیسا کہ نواس و جہر سے کہ وہ اہل تعزیمین اور کارپردازان  
 تکلیف ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی کہہ تکلیف نہیں ہو جتی ایسی ہی مودہ ہی عذابا سے  
 محفوظ رہیں گی اور انرا سکونہ مستانگی ورنہ ایسا قصہ ہو کہ ایک ملازم دوسری ملازم کو  
 سنائی اس قسم کے الفاظ کا ساتھ اس معنوی کی ادا کرنے سے غرض یہ کہ اس تعریف  
 کو کوئی دوزخ میں خوف پیدا ہو یعنی جب یہ سنگینی کہ مودہ ہی دوزخ میں جائیں گی تو ان ہی ہم  
 کی موافق ہی سمجھیں کہ اس فعل شیع کی نحو سے کہ سبب یہ بلا اس کو میں ان ہی اس میں  
 انکو بہ اندیشہ ہو گا کہ جب اس فعل شیع کی باعث مظلوم معصوم کم ماری پڑی تو کی عیب  
 کہ انکو بال ارٹوس ٹروس تک ہی پہلے ان ہی بچا کی تھے اس امر سے شہر خفا نہ ہو گا  
 اور تعریف کا اس غرض کے لئے جائز نہ بایں دلالت فعل اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض خوش طبعی ایک بوڑھے سے یہ ارشاد کیا کہ ٹھہرا جنت  
 میں نہ جائیں گی جب وہ آرزو ہوتی تو یوں فرما کہ جو ان ہو کہ جائیں گی ٹھہرا ہی کی صورت  
 میں نہ جائیں گی قصہ یہ ارشاد کہ ٹھہرا جنت میں نہ جائیں گی باعتبار معنی مطابق آیت  
 دلالت نہیں کرتا کہ جو یہاں ٹھہرا ہو چکی وہ جنت میں نہ جائیں گی مگر یا نہ جلال کہ وقت کلام  
 وہ ٹھہرا ہی اس طرف دین دور گیا کہ جو یہاں ٹھہرا ہو چکی وہ جنت میں نہ جائیں گی اس طرح

لکھائی انہا پر اعتبار سے منی طبعی تغذیہ پر است نہیں کرنا کہ جو کبھی آدم کا دوزخ میں  
 جانا باعتبار اصل وضع بعض غدا ہی ہوگا تو اسے طیف و سن و درجہ اسے اور اسے  
 فائدہ منع بمعاضی اور نہی عن المنکر حاصل ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وہ بات ہے  
 جو اصل بعثت انبیاء اور غرض ارسال رسل ہے جب مزاج و خوش طبعی کے لئے تغذیہ  
 جائز ہو تب حالانکہ اوکو غرض بعثت نہیں کہہ سکتے تو نہی عن المنکر اور تحویل کے لئے جو  
 مثل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اغراض بعثت ہیں کیونکہ جائز نہ ہوگی اور اگر لفظ  
 فی النار سے تغذیہ ہی مقصود ہو تو یہ اسی صورت ہوگی کہ جیسے اپنی نسل اور اپنی عفا  
 قطع کی باعث قاتل و قاطع بھیج اجزا اندوزین میں جانیگی مگر مقول ہی اور طبعی اور  
 عنین قطع ہی اور باقی بدن ایسی ہی دینو ہر کہ موز استغناء عن الام اور استغناء  
 ین نہیں آیا یہ و تدریج ثل اعضا مقول نہ کرے یعنی کسی اسکے اعضا اپنے مقام و قرار  
 وغذا وغیرہ میں مستغنی اور متغلی نہیں بدن کے تابع میں ایسی ہی مودہ ہی و اندہ کی تابع  
 اسکا قتل کرنا بمنزہ قطع اعضا قطع اس دست و پا ہے اسلئے اسکی تغذیہ  
 ہی حکم حکمت ضروری نہ بنا جو ہر کفعل تابع قتل کو اس سے تعلقی ہے جو ہر شے میں  
 کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوجہ شریک امت کیوں نہی ہر حال اگر تغذیہ ہو تو اس پر  
 ہو کر چار منظر مسمیٰ و محفل جنت تو بعد چندی مودہ ہی اس سے جدا ہو کر  
 تکرار

جنت میں آجائے اور بعد غلبہ راحت پائی اور کیوں نہ ہو مع الوجہ عدم استقلال  
 عدم استغناء نہیں تعدد روح سے ظاہر ہے کہ سن و درجہ استقلال اور استغناء ہی ہے نہ نہ  
 میں بالکل تابع نہیں اصول غدا ہی بی توسط والدہ تصور ہے اگر مجموع الوجہ استقلال ہو  
 تو یہ حدائی ہی ہوئی علی الدوام و اندہ کے ساتھ و نہ نہیں گدرتے و پڑھتے و سولانم  
 حمد حدیث کتاب شکوہ صفحہ ۱۹ سطر ۱۰ ناظر لی جبرئیل حتی لے السماء الدنیا  
 و تفتح قبل منہ خدا نا لی جبرئیل قبل و من معک و الی صحر قبل و قد ارسل  
 الیہ قال نعم قبل مہجبا یہ فنعمر المجمع ففتح الہ اسکے معنی سے ہر بات معلوم ہو  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہراج کی اسانوں پر بھرت نہ ہی کیونکہ اگر خبر شہر ہو تو  
 تو ہر آسمان کے دربان تعجب نہ ہی دریافت نہ کرے بلکہ دروازے ہی بند کرے کیونکہ جو  
 کوئی اپنے مکان یا سیر یا مع کو بلاتا ہے اور بلانا انہی تاک ہے ہو کہ خاص شخص لینے جاتے  
 پھر دروازہ نہ بند کرنا تعجب کی بات ہے اور نیز اشتیاق ملاقات پر ہی حرف آتا ہے  
 جواب دربار عالم کی وقت ابوان شامی کی دروازہ کھولی جاتے ہیں و نہ مقتضای  
 وقعت منزلت اور شوکت سلطنت یہ ہوتا ہے کہ دروازہ بند رہی تاکہ کس نہ اس  
 نہ آئے ہاتے اور دیکھنے والوں کو یہ اشارہ ہو کہ ہمتا بلو شامی کی نہیں ہو دروازہ  
 کھلا رکھتے اور رسم ملاقات جاری ہوا اسکے بعد اگر کوئی بلاتا و تودہ کہہ کر اندھا خواہ سب



شاہد ہوگا کہ جس کے لئے کہو لیا گیا ہے ہر ای فقیح الشریعہ جو یوں ملاقات کی ٹہری مگر یہ  
 دلالت اس وقت کمال ہوگی جو وقت پر دروازہ کھلی دینے پر اس کی خصوصیت کی سمجھنے کی  
 کوئی صورت نہیں ملے۔ رمضان میں تو دروازہ ہر بار کھلی رہتے ہیں کیونکہ وہ وقت بزرگ  
 وقت و رباعام ہوتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلی نہ کہو لیا گیا کہ اس کی خصوصیت  
 معلوم ہو جاتی اور یہ وجہ ہوتی جو دروازہ کو کھولنے کی اطلاع ہوتی کچھ محرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 آتے ہیں ان کی تہ دروازہ کھول دینا ایک شہرت و فخرت منزلت محمدی پر قداوت کی نازل  
 حکم ان کا نام سن کر کہو لیا جانے والی تہ آپ کے قرب و منزلت کے پہچانی کے لئے دروازہ کمال  
 ہو جاوے یعنی اس وقت اگر پہلی سے حکم دیا جائے تو یہ بہت اہم تھا کہ دربان یوں کہو لیں اور  
 عجب تھا کہ کہتے ہم کیا جانیں تم کون ہو حکم ہوا تو تعمیل کر دی اسے کچھ پوچھنا تو الابرار  
 یا چہوٹا ہی اتفاق ہے اسی طرح بلایا ہے جس کی سفروں میں کم تہ ملازموں اور غلاموں کو  
 بلایا کرتے ہیں جو پہلے سے دربان کو کچھ حکم نہیں ہوا اور پھر نام سننے ہی دروازہ کھول دینا معلوم ہوا  
 کہ قرب منزلت محمدی ہر کس کو نام کو معلوم ہی آجائیں وجہ سے دربان کو اطلاع کی ضرورت  
 نہوتی تو اور کون سی وجہ تھی ہوا تو اطلاع کی یا تجملہ ارکان دولت ہوتی اور دربار با مجلس  
 میں سے ہوتی تو یوں ہی ہی سوال ششم صفحہ ۵۸ عن ابی ہریرۃ قال قال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود ولد لعلی الفطرۃ فاکوہ

یعودانہ او یضربانہ او یجسسانہ کم انتج البھیمۃ بعد جمعاء ہل یحسنون  
 فیہا من خلداء ثم یقول فطرۃ اللہ الی فطر الناس علیہا لا یتبدیل  
 خلق اللہ۔ آیت اور حدیث سے ہر انسان کا فطر پر پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن  
 جب اللہ تعالیٰ نے فطر پر پیدا کیا تو فطر اسلامی یعنی اصل طبیعت جس کو جبلت کہتے  
 تھے یہی کہو کہ معنی نفخ جیلہ اللہ کے خلق اللہ آتے ہیں اور ایک جگہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی  
 بچہ کی کہ پانی پانی پانی سے مل گیا ہے تو اعتبار کر لیا مگر اس بات کا اعتبار کرنا کہ کوئی پانی  
 جبلت سے مل گیا ہے دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے اور دوسری یہ کہ جب یہ مولود  
 قبل پیدائش شقی یا سعید کہلایا جائے تو یہ فطر پر پیدا ہوئی کہ اس معنی وہ تو اسی اپنی  
 سعادت یا شقاوت کا مژدہ پر پیدا ہوگا جو اب فطر اور کچھ ہے اور طبیعت اور فطر  
 اور کچھ ہے مرتب فطر مرتب مخموم علیہ ہے مرتب ختمین مرتب اول قدم بالذات ہے اور مرتب  
 مؤخر بالذات پر زمانہ کی اعتبار سے کہ یہ قدم و تاخر نہیں ابتدائی زمانہ ذات ہے دونوں ساتھ  
 ہیں پر تہائی کہ جس کی خواہش اور غصہ کے متحرک تہ اسباب معلوم کی ضرورت ہے اور اصل  
 صفت کے وجود کے کسی اور کی حاجت نہیں ایسی ہی متحرک مرتب ختم کی تہ جو مرتبہ شفا  
 ہے اسباب عاجز کی ضرورت ہے والدین کی محبت اور ادنا کا خواہش کی متحرک کا  
 ہو جائے اسلئے بہرہ رشا ہو کہ فاکوہا یعودانہ لہم القدر مرتب فطر مخموم علیہ

اور ستور تواجہ اور مرتبہ ستر مرتبہ نیز تیر کی چھ سے مرتبہ فطر نہ راہ نہیں جو جلا  
جو تیر تیر ہو کہ صفت اصلی کو با یک طرح راہ کو تیر میں حال نہ کہ تیرہ راہ و جو یکا ہے  
لا بتدیل خلق الله کہ مرتبہ فطر وہ اعتقاد توحید ہے فاعلم کہ اس مقام میں نظام ہے  
اور ظاہر ہے کہ وہ نہ اس سے راہ میں ہو سکتا کیونکہ جب ایسی حقیقت کو خدا کی نسبت ایک  
انترامی کہا اور تیر نہ ہو یک سطح نورانی اور تنہا ہی اشد ہو تا ہے وجود محض کے  
حق میں ایک مستداصل خیال کیا تو لایب یہی کہنا تیر کا کیسا سطح نہ راہ اور اک سو  
او جن کے کہ جسکی وہ سطح ہے اور سیکو اپنا نشانہ سو جو دو راہی نہ راہ نہ چھینے کے تو تیر حقان  
بہی بشرط اور اک سو ایسے نشانہ انترامی کے اور سیکو اپنا مبداء اور قابل نہ راہ نہیں ہو سکتے  
سو انسان کے اور اک و شعورین تو مائل ہی نہیں تو اس اعتقاد کی نہ دل میں ہونے ہی  
انکار نہیں ہو سکتا اور چونکہ ایسی حقیقت اور اپنے اور اک میں کوئی چیز خالق نہیں تو اور کسی  
چیز کا علم ہو سکے یا نہ ہو سکے پر اپنے علم سے کوئی چیز یا نہ ہو سکتے یعنی کوئی تیر حجاب  
فیما بین نہ ہو گا اور اپنے علم کا بہر حال ہی جس چیز کے علم پر اپنا علم ہی ہو تو وہ ہوا اور زمین  
اور آدراکین کوئی حامل نہ ہو گا اور اسکا علم ہوا تو ایسی شاکہ سامنے ہو گا کہ وہ اپنا مبداء  
اور تو ہم ہی اور اسکا کہ کوچہ نہیں تو تیر اعتقاد توحید میں کیا کلام ہے اس اعتقاد کا  
مقتضی یہ تھا کہ اسکی اطاعت میں سرور تعاد نہ ہو تا انکار وجود تو درکنار اگرچہ کہ

مختلفات معومہ بہر انکار جو یہی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ فعلیت ہے تو باغزو اس فعلیت کے  
ایک مرتبہ قوت ہو گا اور سیکو مرتبہ خیال قوتی اور انجا ہے کہ مرتبہ قوت دان تو حقوق  
جدا نہیں ہو تا بلکہ لازم ہو کر ہے اسلئے اگر یوں کہا جاوی کہ یہ مرتبہ جو اصل شفا و  
اور اس کے قابل کا مرتبہ جسکو سعادت کہتی مائی ہیٹ ہی سے ساتھ تیر نہیں تو غلط نہ ہو گا  
سراسر صحیح و صواب ہو گا و اھ تعالیٰ اعلم و ذوال توفیق تعاض المولود فی الجنۃ  
جو نسبت ہم میں باہم اور نیز ان الله خلق الخیۃ اھلا و کھال بظاہر معلوم  
ہونا ہے یا نور یا اور بعد اختتام یاد آیا تو جان اسکا موقع تھا جگہ تیر باقی حاشیہ پر کہہ  
لکھنا شروع کیا نہ ہاگر آخر کار گنجائش نہ کھلی اسلئے آخر میں لکھنا پڑا اور یہ جو دیکھا تو بعض  
وجہ سے یہی اجاب ہو ا کیونکہ بعض پہلو تیر متعلق المولود فی الجنۃ کی آخر تیر جواب سوال  
آخر یہ قوت میں بالجلل اپنے موقع پر لو لکھنے کا اتفاق ہوا بطور تیر آخر میں لکھنا ہوں  
المولود علی شرط صحت حدیث الرافع لام عہد ہوت کو کہ تیر تعاض ہی نہیں و زرد  
صورت میں ایک تو یہ کہ فرق افراد دراری و مولود بوسیلہ فرق حقیقت کیا جاو  
دوسرے یہ ہے کہ ہم میں باہم کو خبر انکشافی اور مولود فی الجنۃ کو حکم وحی قرار دی  
پھر جنک انکشافی ہونی یہی ہے دو احتمال میں ایک تو یہ کہ جواب طابق سوال ہو ظاہر میں ہی  
اور واقع میں ہی اس صورت میں تو یہ خبر انکشافی بطالت التزامی جواب سوال پر

دلائل کی طرح کوئی چیز انرا ہی ظاہر تھی تو ارشاد المولود فی البطن سے اوکلی اصلاح  
 کی گئی اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ کلام از قبیل تعریف ہو جو اباقی ہو صورت جواب ہو  
 تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ذریعہ کنائیاں اور وقت جائز ہو جبکہ از محبت والدین کہہ  
 نہ کہ یہ ایک خاص اور قبل وصول انسا کو ذریعہ کنائیاں باعتبار لغت جائز نہ ہو جائز ہی ہو تو  
 اس اعتبار سے ہو کہ وہ غور و فوش وغیرہ امور ضروریہ میں تابع والدین ہے کیونکہ ذریعہ  
 معنوں اتباع ملحوظ ہے مگر لفظ ذراری المومنین اور لفظ ذرارہ انکس باعتبار حقیقت  
 اس طرف غلط ہے کہ وہ اتباع شرک و ایمان میں ہے سو یہ بات قبل و بعد از محبت نہ مبین  
 البتہ قبل وصول نہ کو لفظ مولود کنائیاں ہے سو ذریعہ تو بوجہ قبول اثر نہ کو یہ بعد از محبت  
 من ابائہم ہوں مگر چونکہ بوجہ ضعف معلوم قبل بلوغ زمانہ معتد بہ نہیں تو بلا عمل کنائیاں  
 درست ہوا خاص کہ اس وقت میں جسین بجا تاثیر اعتقاد بوجہ صغر سن عمل کی نوبت ہی  
 نہ آتی ہو اسکے بعد ارشاد اللہ اعلم بما کانو عاملین اس غرض کے لئے  
 کہ اثر نہ کو راقوی و ملکات ذریعہ کے بعد تخریج عمل صحیح معلوم ہو سکتا ہے  
 یہی حدیث رفع القلہ عن ثلاثہ وہ نظام پر معارض مواخذہ ذریعہ معلوم ہوتی ہے  
 مگر غور سے دیکھتی تو یہ مطلب ہے اس زمانہ عمل کا عدم عمل کا اعتبار نہ ہوگا یہ وقت اعتبار  
 یعنی وقت بلوغ کو کہلوانے سے نزدیک ہو گا اوی استعداد کا شروع ہونے سے کنون تا ہر حال

عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ہے ہی اس مسئلہ نظام ہوا اسکی کوافی تخمینہ ہو جائیگا کہ یہ ہے  
 تو یہ المولود فی البطن کی یہ معنی ہوگی کہ ذریعہ بقطرہ تو فعلیہ ملک ہو چکا ہو اور ذریعہ قسم ہو  
 تو ذریعہ قوت ہی میں ہی ذریعہ فعلیہ کنائیں ہو چکا اسلئے بوجہ بیماری ذریعہ قسم اور  
 فعلیہ ذریعہ قوت مولود تو حق نہ ہے ہو گا اور اس وقت قسم شفا و ست عام ہو سکتا ہے  
 ظاہر ہے حاصل اس تقریر کا تو یہ ہوگا کہ مولود اداری اور ذریعہ اور مگر اس وقت ذریعہ  
 جو متعلق سوال ہو ہے کہ بقدر غلط ہوگی پر حد نہیں کی سب باعتبار رد لول صحیح ہوگی  
 اور اگر جلد ہم من اباء ہم کو خیرا کشفانی نہ کہتی اور تعریف کھتہ نہ ہی ہی صورت ہی  
 کیونکہ اس صورت میں اصل مطلب تو اتنا ہی ہوگا کہ ذراری باعتبار حقیقت ہی نوع  
 آباء میں بنیاد پر یہ کلام اس پر ہی دلائل کرتی ہے کہ وہ جتنی در ذریعہ ہونی میں ہی آباء کے  
 شریک حال میں خاص کہ کہہ یوں کہا جاوے کہ اصل سوال اس کا ہا کہ وہ جتنی میں باور  
 اور اس دلائل ظاہری سے جسکے اعتبار سے اوی تعریف کہہ سکتے ہیں غرض وہی توفیق  
 اور خیرہ ہو نا کہ حسن والی شریکین کی محبت چھوڑیں اور مرضیت کے محبت اختیار کریں غرض  
 اس صورت میں ہی باعتبار رد لول سب حد میں واقعی ہوگی اور اگر یہ کہہ سکتی کہ انکشاف  
 خلوک کی بنا پر آپس میں من اباء ہم قرار یا یا اور مطلب یہ ہو کہ ذراری کو شریک نوع آیا  
 سمجھا کہ شریک عذاب صواب کی طرف اشارہ فرمایا تا تو اس صورت میں انکشاف تو



صحیح حکم اشتراک فی العذاب والاعواب غلط اور قسم کی غلطی انبیاء کرام  
علیہم السلام سے ممکن ہے پر اصلاح او اسکی ضروری ہے اسلئے بطور اصلاح حکم حق بہ  
ارشاد ہوا ہو کہ الملوہ فی الجنة اور یہی احتمال ہے کہ غلطی نہ ہو بلکہ اول دہی حکم ہو  
مگر آخر کا یہ مقتضای کرم بہہ ارشاد ہوا ہو کہ الملوہ فی الجنة غرض و صورت صحت  
جملہ ادا ویت الطباہ سب طرح ممکن ہے اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ دراری کے باب  
میں اختلاف عظیم ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال  
فقررت بقریٰ علیٰ رسولہ الکریم ومن یرث عنہ فلیعزل عنہ  
حسب درخواست جناب حکیم خیاں الدین صاحب تہذیب الدیانہ اعلیٰ الصراط المستقیم  
جو بندہ کے مخدوم و کرم ہیں طبع ماریسا یون متقاضی ہے کہ وہ بات تفصیل علم باعبادت  
ایک قول قبیل واضح ایضاً ہے جس سے ظہمان یک لغت اہل انصاف کی دل سے  
اور جیسے او غنی صیح واضح ہو جائی اسلئے اول بطور دعویٰ یہ عرض ہے کہ  
یابینہ انسانی کل ترین چیزیں ہیں علم و تقویٰ اور علم جسے عبادت کہتی ہیں پران  
نینون بن سے اصل اور عمدہ تقویٰ ہے بعد از ان علم بعد از ان عمل حبیب  
دعویٰ شرح ہو چکا تو اب لازم ہے کہ اسکے دلائل نقل اور عقیدہ و قولوں قسم کے پیش  
کیجئے تاکہ موجب تردید طمان ہو مگر چونکہ بیان دلائل دعویٰ مذکور موقوف ایک

بصلاً

تفصیل سے جاسلئے بطور تہذیب اور گوش گذار اہل انصاف ہے کہ خدا و نبی مثل شال  
اور دیگران ہر اہل اعتدال کی مثال ایسی ہے جیسی کوئی شہنشاہ و یا بادشاہ جو حسن و جمال  
اور جود و سخا و حسن اخلاق اور قہر و کم کے کمال میں یکساں ہو اور اگر کسی طرح کی حاجت اور  
عارضہ مل نہ ہو بلکہ وہ بے نیازی اور بغیر غم میں بی مثال اور با ینہما و اسکی ذات طبع  
کمالات جمیوت سے منزہ اور برتر ہو یعنی ہر قسم کی وہ خوبیاں جسکے سبب دوسروں کو  
محبت پیدا ہوتی ہے موجود ہوں اور علیٰ ہذا القیاس ہر طرح کی وہ باتیں جسکے اور کو  
خوف اور اندیشہ ہو اور اسکی ذات میں حاصل ہوں انظار ہے کہ رعایا یا بادشاہ  
میں سے جو کوئی صاحب عقل صاحب دل صاحب نظر ہو گا اور اس پر نظارہ کمال  
بادشاہی اور الطاف شہنشاہی سے بہرہ ور اور اسوا اسکے اور کمال سے مطلع ہو گا  
نویسٹک وہ مہر و سلیم و رفیعہ جمال اور دلدادہ ہر کمال ہو گا محبت حسنی اور احسانی  
اور کمال سے شفیقا و رفیعہ ہو کر ہر دم جو بامی رضای باطنی ہو گا اور باطنی تقاضا  
محبت خلاف رضا باو شاہی سے متفر اور مجتنب ہو گا معذرا خیال شوکت و  
سلطنت و بیغرنی اور بے نیازی سے ہر دم خائف و ترسان ہو گا اور اس سبب  
بھی رضا کا طالب اور ناخوشی سے مجتنب ہو گا مگر چونکہ طلب رضا اور اجتناب امور  
غیر رضائیہ خوف و علم رضیات اور علم غیر رضیات پر ہے تو لاجرم قوانین ادب اور

دیگر احکام صادر ہو کر محفوظ رہے نہ کہ ہر دم و ہر لحظہ بابت قوانینِ ابدیہ را حکام صادر  
ہو گیا اور جہاں مثال کی منطق ہو چکی خداوند و الجلال والاکرام اور بندگانِ طاعت  
کیونکہ خداوند کریم کا جامع جمیع کمالات ہونا خواہاں خواہ اور کمال استغنی علیہ کا فرمان  
خصوصاً اہل اسلام ہے اور علیٰ ہذا القیاس خداوند اکرام لاکرین کا جامع جمیع کمالات  
سے منزہ اور مقدس ہونا بھی ہر فرد بشر خصوصاً ائمہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی  
نزویہ کم بلکہ کسی بادشاہ وغیرہ کا جامع جمیع کمالات ہونا اور عیوب سے منزہ ہونا تو  
ایک فرض محال ہے البتہ خداوند تعالیٰ کا جامع جمیع کمالات ہونا اور نام عیوب سے منزہ ہونا  
اگرچہ حق ہے انسانوں میں تو جامع جمیع کمالات انسانی ہونا اور عیوب نفسانی میں بہر  
بہی ایک اعوجہ ہے بہر ذاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو کہا نہیں جاسکتا  
سو شوکتِ سلطنت اور شہم و قدر ملکوت کا ہونا بظاہر وہاں ہی نہ تھا مگر تقیہ  
کے لئے ایسے لوگوں کو فرض کر لینے میں کچھ حرج نہیں البتہ جناب یاری ہوا ہو گیا جامع  
جمال و جلال اور منزہ از عیوب اور عیوب بہر کمال ہونا سب کے نزدیک محقق اور مسلم  
علیٰ ہذا القیاس بندگانِ خاص کا جمال خداوندی پر عاشق ہونا اور بقا خداوندی پر محبت  
جو باری رضا اور خدائے مرضی ہو جانے سے اندیشہ مندر نہا اور اسطرح او کی  
بیمرضی اور بے نیازی اور شوکتِ ملی و جہر سے اس کے غصہ سے خائف ہو کر اپنی

طاہر:

بجاء فکرین گذارنا سب کے نزدیک خصوصاً اہل اسلام کے نزدیک محقق اور مسلم ہے  
جب یہ بات دل میں ہو چکی تو اہل ایمان کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ بندگانِ خاص کے  
احوال کی تسبیح و ترغیب کرنے سے چند باتیں مرتبہ معلوم ہوتی ہیں اول تو خداوند تعالیٰ  
جل و جلال و کمال کا یقین ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر خدا کے اوصاف کمال و جلال  
کسی وجہ سے اطلاع نہ ہو تو خدا سے محبت ہوگی اور نہ اس سے خوف پیدا ہوگا کیونکہ  
محبت کا درجہ اہل اور اوصاف کمال ہے اور خوف کا درجہ غرضی اور جلال ہے ہر جناب  
انہی اطلاع ہی نہ ہوتی تو محبت اور خوف کا نام و نشان ہی نہ ہوگا مگر یہ تسبیح کے لئے عرض  
ہوں کہ اگر شیر اندہری میں باس کڑا ہوا آدمی اور سکو غلطی سے گای ہو جائی تو ہرگز اس  
خوف نہ ہوگا علیٰ ہذا القیاس اندہری میں اگر حسین بے نظیر کسی عاشق فریاد کی باس ہو تو  
اور وہ اس کو سبب اندہری کے قبیحہ للظن سمجھے تو بوی محبت ہی اور سبب ہی ہوگا  
اور یہ محبت ہوتی اور خوف تو طلبِ رضا اور غیرِ مضیات سے استہرا کی کوئی صورت نہیں  
چنانچہ ظاہر ہے کہ نفسِ آدم طلبِ بغیران و دو مکملوں کے کار دشوار عبادت و تقویٰ  
کو ہرگز سر نہیں اٹھا سکتا اس لئے خداوند کریم ہی فرماتے ہیں و اتقوا الکبریٰ  
۱۱۱ علی الخ اشعبین الذین یظنون انھم ملا قو ربہم و انھم الیہ راجعون  
یعنی بیشک تم ایک ہر ایک میں سے مگر شیعہ و الوان جو یوں سمجھتے ہیں کہ میں خدا

منا ہے اور ہم اس کے طرف جانی والی ہیں فقط اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا ادا کرنا  
بے خشوع بہت دشوار ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خشوع ان دو باتوں پر موقوف ہے  
کہ ہمیں خدا سے ملاقات کرنی ہے اور اس کی طرف جاننا ہے سو اس میں سے متناہی  
اور اندیشہ بائیس جو محبت اور خوف پر موقوف ہیں دونوں نکلنے میں اور اگر کوئی  
اس ظن ملاقات اور جمع کو فقط باعث خوف ہی قرار دی اور محبت سے مراد نہ بھی تو  
ایقل اس کے تتمہ محبوب اللہ فاعبونی تو اس باب میں یہ ہے کہ محبت  
سہولت اتباع شرع کا باعث قوی ہے کیونکہ امتحان محبت نبی بہرہ ہوا کہ اتباع کر کی  
و کھلا و علی ہذا القیاس فلما کم خوف مقام رید و فہی النفس عن الخوی  
فان الحیندھی الماوی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خوف خداوندی کی سبب  
نفس کو اس کی خواہش سے روک سکتی ہیں اسلئے اول خوف فرمایا بعد از ان وہی النفس  
اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کا خواہش نفسانی سے روکنا ہی ہے کیونکہ اتباع شرع  
اور مجاہدہ اور عبادت میں جو اشکال ہے تو اس سبب کہ اختلاف خواہش کرنا یا رہائی  
العقائد و تفکیک جمال و جلال خداوندی پر اطلاع اور اس کا یقین نہ ہو محبت اور خوف کا  
ہونا مجبورہ کر دین اور سبب امکان اتباع شرع متین میں تصویب نہیں واجب ہی ہوئی  
تو نفس کا کرکیش تو خود ارم طلب ہے عبادت و تقویٰ اس کی ہلا کر کی تو لاہر ہم زندگان

خاص کا حلال و حلال خداوندی پر بالیقین مطلع ہونا ضروری اگر اقلیہ یقینی و طرح  
ہو سکتی ہے ایک تو دیکھی بہائی دوسری سنی شنائی چنانچہ ان دونوں مڑھوں کی طرف  
جدہ مندرجہ حدیث متفق علیہ صحیحین میں اشارہ موجود ہے از اللہ احسان  
ان تعبدوا لی کما تکونون تراعون فان لم تکن تراعون فانہ میرا اؤ مطلبیہ  
کہ احسان یعنی عبادت کی غیبتی یہ ہے کہ خدا کی عبادت تو ایسی طرح کرے جانو تو اس  
دیکھنا ہے اور جو دیکھنا نصیب نہ ہو تو یہی کہ کیوں بھیجی کہ وہ بھی دیکھنا ہے سو معنون  
اول اول کی طرف شریعہ اور معنون دوم معنون دیکھ کی طرف باقی رہا یہ شہرہ کہ  
کا نیک تراعہ بل فقط تشبیہ رہا ہے سو اس سے عین رویت نہیں نکلتی جو معروف کی  
طرف اشارہ ہو کیونکہ معروف کے باب میں اس یقین کو مخرج شرط سے معتبر رکھنا ہے جو  
دیکھنے پہلے سے پیدا ہوتا ہے بلکہ اس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ ایسی حالت ہو جو  
متناہی رویت کے ہو سو اس کا جواب یہ ہے کہ رویت کا لفظ عرف میں خبر ظاہری سے  
دیکھنے کو کہتے ہیں سو اگر کسی دیدار کی کیفیت اس کتاب سے حاصل نہ ہو بلکہ کسی اور جگہ  
سے جو کسی جواب میں یا معاملہ و مکاشفہ میں تو اور دیکھی جہاں دیکھنا یہ شہرہ کہ بدایا  
کرے میں جانوں یوں دیکھنا ہوں وہ حقیقت میں رویت بہرہ قلب متعلق ہے آنکہ  
فقط بشر عینک کے ہی درک میں چنانچہ سبیل فہم جانتے ہیں اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



کائنات تراہ فرمایا فقط تراہ فرمایا کائنات کا شہدائے حق میں بقدر وضاحت اور یقین ہوتا  
نظر ظاہری میں نہیں ہوتا اس لئے کہ نظر ظاہری بوسیدہ نور آفتاب وغیرہ کام دیتی ہے اور  
نظر باطنی اہل حق میں نور خداوندی سے کام لیتا ہے جس پر خیرِ حشر میں ہی موجود ہے انتقوا  
قرآنہ المؤمنین کہ یہ نظم بنور اللہ یعنی یمن کی راست ہے جو کہ کوئیکہ بوسیدہ  
ایکے نور کے دیکھتا ہے الغرض یہ وہ باطن کا شہادہ حق معاینہ خیر ظاہری جو نسبت  
اجسام و اشکال والوں کے ہوتا ہے شہادہ کرے جو معرفت حقیقت میں ایک ہے کہ رویت  
دو برابر جواب دہ ہے کہ خدا کی تخلیقات کا کچھ رنگا نہیں ایک ہے ایک ہے یا وہ واضح ہی ہو معر  
فہ میں گور دیکھے کیوں نہ ہو قیامت کو جو دیدار ہو گا تو اس تجلی کے سانس ہی معرفت کی تجلی  
اسی ہے جیسے شمع فانوس کے پردہ میں نظر آئی ہے پردہ نہ ہو سو اس لئے آپ نے کائنات  
فرمایا تراہ فرمایا کہ تراہ فرمایا یہی موقع پر ہو کہ یہ طرح کا حجاب باقی نہ رہی جس سے خدا تعالیٰ کی  
قیامت کو جو گاہ گاہ یہی واضح ہے جیسے شمع کی تجلی کو فانوس میں دیکھنا کہ یہی سو  
خدا کی تجلی کو جو معرفت میں حجابوں کے چھپی ہے ہوتی ہے اسی رویت کیوں نہ کہتے ہیں یہ  
معلوم ہو چکا تو اتنا اور بھی کہ ہم اول کو معرفت کہتے ہیں اور سنی سنائی تعین کو انتقاد  
الغرض خداوند جل جلالہ ہاں کا علم یعنی ہونا بندگان خاص کے لئے ضرور ہے اور اسی علم  
کی طرف آیۃ انما یخشیہ اللہ من عباده العلماء میں اشارہ کی کہ کوئیکہ اسکے ہی معنی کی

خدا سے عالمی ڈرتے ہیں سو اگر عالمی عالم جلالہ ہاں اور نہ ہو بلکہ عالم مسائل صوم و محلوۃ  
و دیگر احکام اور ہر تو قطع نظر اسکے کہ صد ہا جہاں اسکے خلاف شہود ہے عالم مسائل  
خاص و فاجہ میں اور بہت سے جاہل خداسی ڈرتے ہیں خوف کو علم مسائل سے کچھ علاؤ یہی  
تو نہیں ہاں جسے علم ذات و صفات شہرِ محبوب خوف شہر ہے ایسی ہی علم ذات و صفات  
خداوندی جو علم ہاں و علل ہے البتہ تعجب خوف خداوندی ہے اس صورت میں بہتر ہی ہو  
کہ خدا سے خداسی واسطے ہی ڈرتے ہیں جو اسی جانتے ہیں اور نہیں کے دل میں اس کا  
خوف الغرض حال اول بندگان خاص کا تو یہی علم یعنی جسمی معرفت و اعتقاد ہے  
اوسکے بعد بقدر قابلیت و ادراک محبت او خوف پیدا ہو کر دل میں فکرِ رضا جوئی  
اور غیر رضایت سے احتراز و اجتناب کا غم پیدا ہوتا ہے اس کا نام تقویٰ ہی خود خوف  
جیسا کہ شہور ہی تقویٰ نہیں کیونکہ تقویٰ اور قناعہ عربی میں بجا و کو کہتے ہیں سو بجا و کا  
مضمون خوف پر متفرع ہوتا ہے وہ خوف کہ سطح کا ہو خواہ وہ بہت محبت ہو یا خواہ  
خیال بے نیازی و قہاری و جباری دوسری حدیث صحیح میں وارد ہے الخشۃ  
من بینۃ الشیہات یعنی متقی وہ ہے جو شہادت سے ہی سچی اس سے صاف  
واضح ہو گیا کہ تقویٰ بری کاموں سے سچی کو اور اپنے بجا و کر لینے کو کہتے ہیں ڈرتی کو  
نہیں کہتی ہاں بے ڈر کے تقویٰ البتہ ہو نہیں سکتا تقویٰ خوف ہی پر متفرع ہوتا ہے

اب ایک اور نگہداشت ہے کہ صبر اور شکر اور توکل اور احسان جیسے شرح بحوالہ حدیث مذکور  
ہر ایک اور محبت اور خوف اور اخلاص اور رضا وغیرہ مقامات و احوال محمودہ و مضیہ  
سب تقویٰ کے ساتھ دست و گریبان ہیں بہر سبب ابو زکریا اور تقویٰ آئین میں  
لازم و ملزوم ہیں اگر محبت اور خوف اور رضا اور اخلاص تقویٰ کے مبادی اور عقائد  
میں سے ہیں بنیادیں ہیں کہ گناہ سے بچنے کے اسباب یہی ہیں توکل اور صبر اور شکر  
اور اس کے لازم اور نوافج ملکہ اور اس کے اجزاء میں سے ہیں کیونکہ اگر صبر یا شکر یا توکل نہ ہوگا  
تو بیشک موجب نارضامندی خالق ہوگا اور نارضامندی کی کاوش یعنی یہ تقویٰ  
کہنے میں ہر چیز نارضامندی کی نوبت آتی تو تقویٰ کہاں غرض ناظران اور اوقاف میں سے  
کیسکو ہمیشہ بندگی کے عزم اور اقسام بات کا مدعی ہے کہ مایہ نشین انسان کی جہی  
چیزیں ہیں علم تقویٰ عمل کا لاکھ مقامات کثیرہ اور احوال متعددہ مذکورہ ہی موجب شرف  
انسان ہیں کیونکہ بہر سبب تقویٰ کے لازم و ملزوم اور با انہم جو اس کے ملزوم ہیں وہ علم  
نور یعنی معرفت اور اعتقاد کی لازم میں سے ہیں سو ان دونوں کو ذکر کرنا سبب کی  
ذکر کرنا ہے احوال جو ہر فکر و مضامین اور عزم و احتیاز امور غیر مضیہ باعث کمال  
معرفت اور سوخ اعتقاد کے قلب پر غالب اور ستوی ہو اور مقام تقویٰ انسان کو  
حاصل ہو گیا لیکن بہر فکر اور عزم میں نہیں لینے دیتا اور تکیہ تفصیل امور مضیہ اور غیر مضیہ

معلوم نہیں اس لئے تقویٰ کو لازم ہوگا انسان اپنے شان کی موافق رضامندی یا نارضامندی  
کی باتیں دریافت کرے شہد اگر مال ہو تو نہ کوہ و حج کے مسائل ہی معلوم ہوں و نہ کہ  
ضرورت نہیں غرض تقویٰ کے واسطے علم احکام لازم ہو اگر اس علم کی دو قسمیں ہیں  
ایک تو علم احکام متعلقہ اخلاق و محال قلبیہ سکون و ہم علم طریقہ اور علم باطنی کہتے ہیں  
دوسری علم احکام متعلق اعمال بذمہ اسکو فقہ اور علم ظاہر کہتے ہیں اس سے پہلے  
معلوم ہو گیا کہ علم خضر علیہ السلام باین اصطلاح علم باطنی نہ تھا جو کوئی یوں کہی کہ  
حضرت خضر علیہ السلام علم طریقت اور علم باطنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام  
فائق تھے بلکہ یہ غلط فہمی ہے علم ظاہری اور باطنی اور علم معرفت و اعتقاد میں جو  
لازم اور ملزوم تقویٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی فائق تھے و نہ بہرہ فضیلت  
جو موسیٰ علیہ السلام کو بہ نسبت خضر علیہ السلام کی جمیع علیہ اہل اسلام ہے حضرت موسیٰ  
علیہ السلام کو نصیب نبوت کیونکہ اور افضلیت فریہ تقویٰ ہے چنانچہ انشاء اللہ قریب ہی  
ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ملزوم بقدر لازم اور لازم بقدر ملزوم ہوتا ہے چنانچہ اگر  
ہوگی ذنی ہی حرارت ہوگی جیسفہ حرارت ہوگی ذنی اگر بہر سبب بدلیل افضلیت حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے تقویٰ میں فائق ہونا ثابت ہو تو علم  
معرفت و اعتقاد اور علم احکام میں ہی ان کا فائق ہونا لازم آیا ان علم و واقع میں

الہدٰی حضرت علیہ السلام کا قدم اُٹا ہوا معلوم ہوتا ہے سو یہ علم علم معرفت و افتاد اور  
علم احکام سے کچھ نسبت نہیں کرنا چاہیے نہ کہ وہ تین واقعہ جو حضرت خضر علیہ السلام کو بطور  
مکاشفہ معلوم ہوتے عوام کو بطور معاینہ معلوم ہو سکتے ہیں بادشاہ غاصب کا بھی ہے انا  
حضرت خضر علیہ السلام کو اگر دوسرے معلوم ہو گیا اور حجاب بعد کفائی اور کئی حق میں نہیں  
تو جو لوگ بادشاہ نمرو کے ہمراہ تھے ان کو بطور معاینہ پاس سے بھی جیسے بات معلوم ہو  
حلی بذالقیاس اُس کے کا کا فر ہونا اگر کوئی قتل بفرغ معلوم ہو گیا اور بعد زبانی اور کئی چیز  
حجاب نہ ہوا تو شرط بفرغ جو اس اُس کے کے معصوم ہوتے عوام خواص اُس کے کفر کو انکبوتی  
دیکھتے علی بذالقیاس ایک بوا کر یا شیو کی محکوم ہونا اور اُس کی بھی خزانہ کا ہونا اور ان  
یتیموں کی باک صالح ہونا یہ ساری امور ایسے ہیں کہ عوام کو بطور معاینہ یہ وساطت غیر  
معلوم ہو سکتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ اُن کی جو بین میسار ماہ مستقبل قریب قتل ظاہر ہو جائے  
اور حضرت خضر کے حق میں حجاب نہیں ہوا تب یہاں و بارہ ملاحت پذیر حیوان رانہ ماضی  
عوام کے لئے حجاب ہو گیا اور حضرت خضر کے لئے ہوا اُمیریت و شہادت کشی یہ بعد کفائی  
عوام کی نظر دیکھنے حجاب ہو گیا اور حضرت خضر علیہ السلام کے لئے ہوا یہاں قابلِ حجاب  
یعنی دلاور و بارہ خزانہ عوام کے البصاکا حجاب ہو گیا حضرت خضر علیہ السلام کی لئے  
نہو باقی رہی یہ بات کہ بعد اُس کے مشقوف ہو جائے کہ ایک بادشاہ غاصب تباہ و برباد

اور نہ ہونے لکشی کو باہر غرض تو اُن کا ذکر و ثناء دیکھ کر چڑھا اور اُس کے ناک اُڑی  
درست کر کے بعد اُس کے چلے جانے کے پہرہ اپنا کام جلد میں تو پہن لیا احکام شرعیہ تاجمین  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فانی ہونا معلوم ہے کیونکہ اُس کا حاصل احسان اور مردت  
اور کفایت احسان ہے سو یہ بات میں بخود علم طریقت میں علی بذالقیاس بعد اس کی موت  
ہونے کے کہ یہ رکھنا کا قوت ہادی جیسی بیٹھتے یا شیر کا بچہ بعد بڑی ہونے کے پہاڑ  
کہا لے لکھ لے گور و رید الشاہمین یہ بات نہ باقی جاتی ہو ایسی ہی یہ یہی بعد بفرغ  
رنگ لکھ کا اوچے دانت دکھایا گیا جو جیسی بیٹھتے کے بچہ کو اول ہی قتل کر دینا قریب  
مصلحت ہے خلاف انصاف نہیں ایسی ہی اس اُس کے قتل کو یہی حضرت خضر نے  
عین مصلحت دینی سمجھ کر قتل کر دیا تو کوئی بات عیب کی نہ ہوتی بلکہ خیر امتیاع احکام شرعیہ  
ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص منصب تھا کیونکہ اُس کا حاصل قتل کفار ہوا جس کے  
لئے جہاد شراعی میں مقرر ہوا ہے الغرض معلوم خاص غرضی علوم عوام سے اگر ممتا  
بین تو طریق حصول بن ممتا بین حقیقت میں تحدید میں مان علوم موسوی یعنی علوم نبی  
جو ذات باری تعالیٰ اور علم صفات باری تعالیٰ اور علم احکام باری تعالیٰ ہیں اُن کی سطح  
عوام کو اطلاع ہی نہیں ہو سکتی جس میں سے فاسد احکام جو فی الحقیقت مافی الغیب  
باری تعالیٰ ہے کیونکہ ہماری تہمارے مافی الغیب حیرت انگیز سورہ و محبوب ہوں کہ سنی



سینکھ کر دیکھ چکے کہ وہ لائق قیام نہیں ہے مگر ابھی ان کے مافی الضمیر کی اصلاح ہو  
 تو مافی الضمیر نیز باری تعالیٰ اس کا حجاب خود ذات جناب یا ہی ہے چنانچہ سورج میں لفظ  
 علی غیبہ میں سید کا غیر جناب باری تعالیٰ کی طرف مضاف کرنا ہی سہی شہادہ ہے بے اوکے  
 انظار کے کہ کوئی معلوم ہوگا مگر ظاہر ہے کہ کوئی اپنا مافی الضمیر اوی سے کہتا ہے جس سے اوکا  
 دل ملتا ہے تو مافی الضمیر جناب باری تعالیٰ لاجرم انہیں پر ظاہر کیا جائیگا جو کمال و رب کو  
 پسندیدہ جناب باری تعالیٰ ہوگی اور اوکو اوکی ساتھ کو نسبت نہ ہوگی اسلئے جناب  
 باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لا یظہر علی غیبہ احد الا الامن ان قصہ میں رسول  
 یعنی نبین ظاہر کو ناخداوند کریم اپنے مافی الضمیر کو دیکھ کر رسولوں پر جو اس کے چٹنی ہوئے  
 بندی ہیں ان قصہ معلوم موسوی عوام کو جو وساطت رسول کی سی طرح معلوم نہیں ہو سکتی  
 اور علم خفزی جو وساطت غیر عوام کو معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ واضح ہو چکا ہے باقی یا  
 اس بات کا الہام کہ فلا فی دیوار کو سیدی کر دوجیا کہ لفظ وما فعلت عن امری  
 اس پر دلالت کرتا ہے جو یہ بات پر جنہو عوام کو معلوم نہیں ہو سکتی پر انہی کو بد بجا دلی  
 اس قسم کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں چنانچہ ایک رسول معینہ الیکام خبری کا الہام تو عند کلیہ  
 یعنی احکام کے الہام کی بارہ نہیں ہو سکتا اس تقریر سے وہ شبہ میری ترفع ہو گیا  
 بعض کہ نہیں کو اس قصہ کو دیکھ کر یہاں ہوتا ہے کہ حضرت خضر کے بار میں توں حق

کہ وہ ولی میں ہی نہیں پہنچا وہ بہرہ اور کو خلاف شریعت الہام ہو جائے کہ خداوند کریم  
 باب میں فرماتا ہے اقتداء رحمۃ من عندنا و علمنا کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 او سکول اپنے پاس کی خدمت اور سکول اپنے اس سکول اپنے پاس سے علم اور یہی حق ہے کہ  
 مکاشفہ خلاف شرع غلط ہو لے قابل تعریف کیا بلکہ صحت مکاشفہ کے لئے نیک  
 کہ نہ یوت کے خلاف نبیوار و جہل شہید کی دفع ہو جائے کہ یہ ہے کہ جو باتیں حضرت  
 خضر کو مکشف ہوئے ہیں وہ شرع کے مخالفت نہیں بلکہ ان امور میں مخالفت اور  
 موافقت کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ شرع علم احکام کا نام ہے احکام طریقت ہو یا  
 احکام شریعت علم و قانع جزیرہ ایک بات جدا گانہ ہے اولیہ کشف ہونی معلوم  
 کے جو کہ اپنے صادر ہوا وہ سب موافق شرع بتایا احسان کا بدلہ احسان کیا یا  
 ایک کو جو جان کیا یا تیموں کے ساتھ احسان کیا سو یہ تینوں باتیں ظاہر ہیں کہ  
 عین دین و ایمان میں اور نیز اس قصہ کو دیکھ کر جو بعضی کہ فہم بدین بہ استدلال  
 کیا کرتے ہیں کہ میری دل از م ہے کہ اگر یہ خلاف شرع ہی کہی تب ہی فرمانبرداری  
 میں قصور نہ کری او کو ہی گنجائش استدلال باقی نہ ہو کہ نہ تفرق خضر علیہ السلام کو کوئی  
 خلاف شرع کشف نہیں ہوا تھا جو او پر وہی نسبت بہرہ لگان کیا جاسی بلکہ حدیث  
 صحیحہ لا طاعۃ لخلق فی معصیۃ الخالق اس باب میں نص صریح ہے کہ خدا

تشریح کوئی ہی کیونکہ کسی ہرگز تسلیم نہ کرنا چاہتے ہاں مومنان کامل اور پیران عظام  
نسبت مبالغہ مان کر کوئی بات کسی ہر کامل کے اپنی انکسلاط شرع ہی معلوم  
تب پیش لہ افعال حضرت خضر علیہ السلام کے کہ بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتی ہی حقیقت  
میں مخالفت نہی او کی افعال کی مخالفت کہنے سے مفہم ہر محمول کر کے نہ دل سے  
اون افعال کو موافق ہی سمجھی اور موافق نفس پر یہ ظنون المؤمنین خیر الی حسن  
اور حسن نفس سے پیش آئی اب بات کہیں کی کہیں جا پڑی کہنا تھا کہ کہنے لگا کہ یہ ہر  
ہر مطلب آتا ہوں غرض یہ ہے کہ تقویٰ کو علم احکام جو مفہم علم طریقت و علم غایت  
لازم ہے اور تقویٰ کا وجود و معلوم ہر متوفی ہے ایک توانا جو معرفت و اعتقاد  
دوسر علم خفائی جو علم احکام ہے ایک تقویٰ کے اوپر ہے ایک تقویٰ کی ہی ایک اسکا سبب ہے ایک  
اسکا اگر جو کہ تحصیل علم احکام اور جو تقویٰ ہر فعل علی ہی فعل موافق علم ذکر حسب استطاعت  
آپ لازم ہوگا اور ان اعمال کے ساتھ تقویٰ کو ایسی نسبت ہوگی جیسے روح کو بدن کے ساتھ  
جو جیسے سبب کمال ارتباط کے جسم انسانی کو انسان کہتے ہیں جہاں کہ انسان حقیقی وہ  
روح ہے بدن نہیں بدن کیلئے جسمانی ہی حقیقتیں تقویٰ ہی اسی فکر اور فہم معکم  
نام ہے جسکا اوپر نہ کو جو چکا اعمال اسکے لئے متزلزل بدن کے روح کے لئے نہیں اور  
صاحب اعمال نیک اور مجتنب اعمال بد کو جو متعلق کہتے ہیں تو اسی سبب کہتے ہیں کہ اعمال آلہ  
فوقی

تقویٰ میں لینے غدا ب اور عذاب خداوندی سے بچا و انہیں اعمال کے سبب میرا آتا ہے  
جیسے جو سیدہ سر تر وار کے دارے آدمی بچ سکتا ہے اور جیسا کہ روح کو اپنے اندر کے  
ساتھ بیکار و جدارے باطن ہے جو یا ہر جزو بدن میں سرایت کتی ہوتی ہے ایسا ہی تقویٰ یعنی  
ذکر کو اعمال شرع متین کے ساتھ یعنی یہی نسبت ہی جیسی روح ہر مدارج شرف و  
— منقصت بدن ایسا ہی تقویٰ ہر مدارج شرف و منقصت اعمال ہے اور اسے  
جناب باری تعالیٰ فرماتے ہیں لَنْ يَبْتَغِيَ اللَّهُ لَكُمْ مَالًا وَلَا مَوْتًا وَلَا حَيَاةً  
الَّتِي تَكُونُ لَكُمْ بَعْضُهَا نَارٌ لَكُمْ بَعْضُهَا نَارٌ لَكُمْ بَعْضُهَا نَارٌ لَكُمْ بَعْضُهَا نَارٌ لَكُمْ  
الذی کہ بیان تقویٰ تمہارا یعنی وہ فکر اور غم جسکے سبب نوبت فرمانی ہوئی آتی ہمارے  
اور سبکی پر مشر ہے اور اسی بنظر ہے اسکی موافق حدیث شریف میں اس طرح کے  
الفاظ میں ان الله لا ينظر الى اعمالكم وصوركم ولكن الله ينظر الى قلوبكم  
و دنیا تکہ یعنی اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری اعمال اور صورتوں کو بلکہ اللہ دیکھتا ہے  
تمہاری دلوں کو اور دیتوں کو سو اعمال نیک کی نیت وی تقویٰ ہے کیونکہ نیت حقیقت میں  
اور خیال کو کہتے ہیں جو باعث عمل ہوتا کہ کوئی خدا کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہی سو  
خیال رضا اسکی نیت ہوتی اور کوئی دیکھانے کے لئے پڑھتا ہے سو اسکی نیت خیال  
ہو اور ظاہر ہے کہ بندگان خاص کتنے ہیں باعث اعمال وہی خیال رضا جوئی اور غم

امور غیر فطریہ سے سوچی تفویٰ مذکور ہے اب ہر کوئی اس شرک و تقبیح سے بھگایا ہوگا کہ  
 بندگان خاص کو اول علم معرفت و اعتقاد پیدا ہوئے بعد ازاں تقویٰ میں بعد علم  
 احکام اور سکے بعد عمل جب یہ مقدمہ مہر ہوگا تو سامعین یقین کو معلوم ہو کہ ہر بات  
 تو اتنا راقی تہمیدین آپ واضح ہو گئی کہ یاہ شرف انسانی کل میں امور مذکورہ میں باقی  
 رہی یہ بات کہ ان سب میں افضل تقویٰ ہے اسکی کیا دلیل اسلئے سامعین کو تکلیف  
 توجہ و انصاف دیکر عرض رہوں کہ جناب یتعالیٰ کی بات تو یہ جناب یتعالیٰ ہی کی  
 بات ہے وہ جو کہ فیہ یاتین سرور اس میں تفاوت نہیں ہو سکتا سو کلام ربانی میں ان میں کا  
 مقولہ موجود ہے ان اگر مکر عند اللہ اتفاقاً کہ یعنی ٹیک خاک کے نزدیک بڑی  
 عزت والا وہی ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ جناب یاری علی  
 صاف صراحت نہ کہ اشارۃً تاکیدیون فولتہ ہیں کہ سب میں مغرور و کم وہی جو سب میں  
 زیادہ متقی ہے اب اگر کو بہر بات معلوم یا مفسنون ہو کہ ایک شخص تو تقویٰ میں زیادہ ہے  
 اور دوسرا علم میں تو ہمیشگی بہادرت خداوندی بطریقہ حق کے یا طے کو سیکو افضل  
 کہیں گے جو تقویٰ میں زیادہ ہوگا دوسری جای یون ارشاد ہے ام یجعل المتقین  
 کالنجار یعنی کیا ہم برابر کردیں تقویٰ کو نفاہر کی مانند اور ظاہر ہے کہ فاجر اوس ہی  
 کہتے ہیں جو متقی ہوگا رجب عالم ہو بلکہ عالم کو متقی نہ ہو تو سب فاجر و کافر ہے ہر جہ عالم

فاجر راہی نہ ہوا تو افضل ہوگا کیونکہ ممکن اتنی بات اور سن یعنی چاہئے کہ موافق حد  
 شریف حب الدنیا را اس کل خطیہ اندنی بات ثابت ہوتی ہے کہ جب حکومت  
 دنیا زیادہ ہوگی و فتن و فحش میں ہی زیادہ ہوگا اور جس محبت دنیا ہوگی یا کم ہوگی اوس میں  
 فتن و فحش ہی ہوگا یا کم ہوگا اور جس قدر فتن و فحش کی ہوگی اوس قدر تقویٰ زیادہ ہوگی  
 اگر بالکل فتن و فحش نہ ہوگا تو بالکل تقویٰ ہی تقویٰ ہوگا اسکی رہنمائی ہے جیسی نور اور  
 ظلمت کہ اونیس سے جس قدر ایک کم ہوگا دوسرا و تباہی زیادہ ہوگا اور اگر ایک بالکل  
 نہ ہوگا تو دوسرا بالکل ہوگا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ موقدان حقہ یعنی جن کا قلب  
 محبت و نیاسے پاک صاف ہو کر محبت خداوندی سے پر ہو گیا ہے نسبت اون  
 علماء کے جو فقط علم احکام اونکی نصیب ہوا و بسبب حاصل نہونے علم معرفت و اعتقاد  
 کے یہی اونکا قلب بہ محبت و نیاسے پاک ہوا اور نہ محبت خدا سے ہر افضل و شرف  
 ہون معنی بارہ امور تہذیبیہ نسبت امور ناپسندیدہ بدنیہ کے ہی شدید ہی چاہئے  
 ان اللہ کان یضرا الاما ان اللہ کو ضرر کہہ لے جو نہ کو ہوگی اوس پر ہی سو جو شخص  
 امور غیر فطریہ سے شرہ ہوا و بارہ احوال و اخلاق قلبی متقی ہو اگر ایمان اوس سے  
 بمقتضای بشری نہ ہو چہ دیگر در باب احکام بدنی کہ قصور ہی ہوگا تو بشر و قدر شنائی  
 شریعت اور اعزاز و اکرام دین ظاہر اور عدم استحقاق احکام ظاہرہ اوش شخص سے



افضل ہی ہوگا جو علم احکام میں اوس سے فائق ہے اور رعایت تقویٰ و بارہ احکام میں  
 بھی کماتفر کرانے پر قلب اسکا احوال و اخلاق ناپسندیدہ ہے ابی تک پاکتیں ہوا  
 معہذا ان اللہ یحب المتقین ان اللہ مع المتقین کے کلام الہی ہوا ہے  
 ان اللہ یحب العلماء ایک جاہی نہیں اور یہی واضح ہے کہ محبت اسی چیز سے  
 ہوتی ہے جو انی نزدیک ان شیاہی جو ان شیاہی محبت نبویہ بہر بات مسلم  
 ہو چکی تو اب ایک اور اشارہ ہے کہ عالم ظاہری سے عمل پاکم عمل سے توسعی افضل و اشرف ہے  
 قطع نظر دلائل مذکورہ کے یون ہی مسلم ہی کیونکہ جہان میں تارکان دنیا اور متقیان یقین کے  
 ساتھ جہد محبت کرتے ہیں عالمان جیسے پاکم عمل کے ساتھ ترقی نہیں کرتے پر عارفان  
 ربانی کہتے ہیں انہا زبان کے نزدیک سیرت و صفویم کے تقویٰ کی وجہ حاجت نہیں بلکہ سبکی  
 عارف ہوئے گا گمان ہو اگر وہ اقدیر تو انہا زبان دونی اوسکے معتقد ہیں سب سے  
 بدیع و حسن کے راوی تو عارف ہی نقوی ایک مضمون مصدق اولیٰ فی معنی ہے اسلئے خدا  
 تقویٰ لازم ہے یہ ممکن نہیں کہ معرفت الغیب ہوا رہا بنہ فکر رضا جوئی خداوندی اور غم  
 اخلاص منہیات دل میں پیدا ہو کیونکہ ہر انسان کی خیریں بہرہ و باتیں لکھی ہوئی ہیں کہ لذت کی  
 چیز اگر پیش آتی تو اوسکی طرف راغب اور جو حیرت کی شئی پیش آتی تو اوس سے ڈری کر کلیہ  
 اگرچہ یہی ہے محتاج دلیل نہیں بعض کم عقلان مدعیان دنداری کہتے ہیں یہی مقوم

کہ اگر شے کی نزدیک ہی مسلم ہی نہیں تو وعدہ و وعید اور ثواب و عذاب غرت سب لغو ہو جائیں  
 جلیقہ سقر تحقق ہو چکا تو اب عرض ہے کہ کہ صورت حاصل معرفت لازم ہے کہ جمال و جلال  
 خداوندی کشوف و مہر ہو اور یہی ظاہر و قیض ہے کہ جان خداوندی سے زیادہ کوئی  
 لذت کی چیز نہیں اور جلال خداوندی سے زیادہ کوئی خیریت اگر تین قطع نظر اسکے یہی اور مسلم  
 الثبوت ہونے کی احادیث صحیحین اسکی طرف اشارہ موجود ہے اول اہل فہم تو اسکا انھم  
 عن ربهم یومئذ یخجیون ثم انھم لصالو الجحیم یہ مطلب بیان کرتے ہیں  
 کیونکہ اس ایک کام حاصل تو یہ ہے کہ کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم رہیں گی ہر اسکے ساتھ  
 جہنم میں جہی سکین گئے اور نہ کچھ اشراف ہے بطور ممکنانی اور ڈرانے کے فرمایا ہے اور  
 فاعده ہی آدمی تکلیف کی چیز ہے ڈرا ہے سو دیدار سے محروم رہ جانے میں جی تکلیف ہو  
 کہ دیدار میں آرام و لذت اور اوسکی تمنا ہوا و چونکہ محرومی دیدار کو اول الیاء و غلاب نامہ  
 بطور تمہید کی بعد میں بیان کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر خدا الہ اس روز محرومی دیدار کی  
 یعنی کفار اس روز دیدار سے محروم ہو جائے ہونے لگے ہر اوسکے ساتھ یہی نہیں ہوئے گا  
 کہ عاقبت ظاہری ہی ہو بلکہ خدا رب ہی ہوگا تاکہ میں جمیع الوجہ تکلیف ہی تکلیف ہو اور جب  
 محرومی دیدار سب عذاب سے اول غیر تو دیدار نعمت ہونے میں سب سے اول ہوگا اور  
 جب دیدار خداوندی سب نعمتوں کے ثمرہ کہو تو صاحب معرفت کو یہی آخر ایک قسم کا

ویدارتو ہے مثل دیدار جنّت و الشکات اور بے پردہ نہی ہر کساعتی کہ صاحب فقر  
کو محبت اور لذت پیدا ہوا و برحقانای محبت اور یوحنا طلبکاری فکر خدا اور اندیشہ حق  
اور سکے دل میں پیدا ہوا و جریسے پیدا ہوا تو یہ تقویٰ آچاصل ہو گا کیونکہ اوپر کی تحقیقات  
داخل ہو چکے ہیں کہ تقویٰ کیا کانا ہے اس سے ثابت ہو گا کہ ایس کو معرفت حاصل تھی  
و نہ خلاف رضا مندی اور سے نہ پر میں نہ آنا اور اگر جاس خاطر معرض و مخالف ہر حالت  
کو تسلیم ہی کر لیں تو اول تو کو کبر کہنی کی گنجائش ہے کلام ہی آدم میں ہی مقصود ہر تھا کہ  
انسانوں میں ہر ہی کوں کہ عارف ہوا تو حق بنو یا نہیں سو یہ بات واضح ہو گئی کہ فرد  
بشر کی خبر اور بنیاد میں غیبت و محبت امتیاز لایذہ اور لذت امتیاز ناسندیدہ کی ہوتی  
ہر کس ہوسکتا ہے کہ مشاہدہ کسی جزئیہ زیر مآری اور اسکو رغبت و محبت پیدا ہوا  
شیفہ رضا خداوندی نہ ہی اور نا خوشی کا اندیشہ ہوا اگر ایس میں ہر بات نہ ہو تو ہوا اور  
نوع ہے انسان اور نوع دوسری ہر کہ اگر بالفرض باوجود معرفت تقویٰ یعنی عبادت  
رضا و خوف عدم رضا نہ ہو تو مثل ایس سے مطرد و ملعون و گناہ ہو گیا و افاق  
مثل مشہور عدد شود سبب خیر خدا و ہر اس صورت میں اس سے زیادہ  
اور کیا محبت ملیگی کہ ایس باوجود معرفت کے سبب نہ ہو تقویٰ کے جہاں ملعون ہو  
تو اور گناہ کیا ذکر الغرض بوجہ مذکورہ بہر بات کا بعدیان معلوم ہوتی ہے کہ اگر بالفرض معرفت

اور تقویٰ نہ ہو تو وہ معرفت کچھ کلام نہ آئی ملکا اور طے ہو جیہ عقاب ہو جائیگی پچھ  
ظاہر ہی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اگر احکام وقت کو کوئی خوبیاں تامل ہو گا اور کس طرح کا احتمال نا وقت  
نہو وہ اگر سامنے آجای اور سلام نہ کری اور اسے پیش نہ آئی تو لاجرم مورد عقاب ہو گا  
اور اگر کوئی اندیشہ انا واقف سامنے آجای اور سلام نہ کری تو اس سے حکام کو کچھ خبر  
نہو گی غرض عالم علم احکام کو تقویٰ کی اتنی ضرورت نہیں جتنی عالم علم معرفت کو ضرورت ہے  
چہرہ عالم علم احکام کو در صورت نہوئی تقویٰ کے اہل عالم آنا ذلیل و خوار سمجھے ہوں تو  
عالم علم معرفت کو در صورت نہوئی تقویٰ کے اور یہی بدتر سمجھنا چاہئے مہذب اکلم انہ  
ہی ہی سمجھیں آتا ہے کہ اہل معرفت کو یہی تقویٰ ہی ہے شروع تفصیل اسکی بہرہ کی  
کہ یہ نویں معلوم ہو چکا کہ آیت انما یخشے اللہ من عبادہ العلماء میں حکم  
علم معرفت و اعتقاد واجب اور پر ایسے علماء کی تعریف یوں فرمایا کہ ہر لوگ  
خدا سے ڈرتے ہیں اور وجوب تعریف علماء ربانی ہی خوف ہی فقط علم حق تعریف میں کافی  
نہیں بلکہ علم حق کی ہی بڑی تعریف ہے کہ وہ ذلیہ معمول خوف ہی اور یہی ظاہر ہے کہ خوف  
روح تقویٰ ہے تو معلوم ہوا کہ تقویٰ ہی باعث افضلیت ہے علم معرفت بذات خود باعث  
افضلیت نہیں تو ضیح کئے ایک مثال عرض کرنا ہوں جیسا کہ تہمتیں میں کر دہنے  
آفتاب ہیں ہے اور اس سے اہل عقل دو باتیں سمجھتے ہیں ایک یہ کہ آفتاب اور

اشباح نور سے روشنی میں برابر ہوا ہے دوسری بہرکہ باعث نور آفتاب ہی روشنی  
و نیز قطع نظر روشنی کے آفتاب میں نبات خود کوئی بات قابل تعریف نہیں اگر کوئی کوئی اور  
وصف ہوگا جیسے اس کی گولائی بلکہ اس کی بی ثمری تعریف جگہ ایسی روشنی کی اوسمین  
قابل ہے مثلاً بہرکہ ذرات آفتاب قطعاً قابل تعریف ہے ایسی ہی آئے اندیشہ اللہ ہی  
اہل علم و باطن سمجھے ہی ایک تو بہرکہ علماء ربانی خوف و شرمین اور مری جری ہوئی ہیں کہ  
اوسمین میں پریشان محسوس ہو کہ خوف جانی والی کو تو باہر جو غائی اور کیا اندیشہ دور  
بہرکہ باعث تعریف و موجب علماء ربانی ہی خوف یا اور کوئی وصف قطعاً علم قابل  
تعریف نہیں اور جہاں کہیں نظام قطعاً علم کی تعریف ہی آئی ہے جیسی منہ حدیث فضل العالم  
علی العابد کھنڈہ علی انا کہ میں جسکے معنی میں نہ بزرگ عالم کی عباد پر ایسی ہے  
جیسے بزرگ میری اور پادری تہا رکھے فقط تو حقیقت نفس علم کی فضیلت مقصود نہیں بلکہ  
وجہ اس کے ہی اہل فہم کے نزدیک ہی سہولت اقوی ہے کیونکہ اس کی اس میں جیسے لوگ کہتے  
ثیاسیف بیک جانی والے انجان ترنے والے اسے افضل ہیں سبائی میں کہ یا وغیرہ فون  
سپر گری کو جو غائی تو اسی وجہ سے کہ کوئی کوئی سہولت آدمی ہر ایک کے دار سے  
بچ سکتا ہے اور جریہ کو اگر جہ تو ہی اوصاحب صلاح مع ایک و فیق کے کیون ہوا سکتا  
ایسی ہی عالم کو قطعاً عابد بزرگ ہے تو اس وجہ سے کہ کوئی سہولت آدمی شیطان کفر  
دفعہ

اور کوئی ناخوشی سے بچ سکتا ہے کہ شیطان کیسے لوگوں کو دیکر بگڑتا ہے جب خجہ  
الشیطان یقیناً نظر عمر اور فقیہاً و لحظہ اشد علی الشیطان من العباد  
عاکدہ رکے سنی ہوئی علم میں غرض شرف علم کی بات بہرہ تو ہی ہی جہاں ہی معنی جیسے اس  
مثال میں کہ یا سیف بیک غیر فون سپر گری کے جانی والے انجان ترنے والے بقیہ  
اہل دانش و فہم فون سپر گری کی جانی والی جانی ہی ترنے کی قید سمجھتی ہیں اور اس کا حاصل  
اوتنی تریک علم کو فہم بہرہ تو ہے ان فون سپر گری کا جانی والا اگر گری تو انجان تر ہوئی  
اچھا سمجھنا خجہ ظاہر ہے کیونکہ بے ترے اور بے مقابہ عرفی کی سانس پیکری کرے  
چی جانی جن انجان ترنے والی پر کیا فوقیت ہے ایسی ہی حدیث فضل العالم علی العابد  
اہل علم و فہم قید عبادت سمجھے میں اس صورت میں اس حدیث کے معنی ہوئے علم کی و افق  
عبادت کرنا کیونکہ قطعاً انجائی عبادت کرنا ہی پر ایسی فضیلت ہے جیسے جہاں ہی کسی کوئی بہرہ  
اور یہی ظاہر ہے کہ علم کے موافق عبادت ہو تو قوی پہلی ہوگا کیونکہ علم احکام تو نامی  
بات کا ہی کر مری غیر مری ظاہر ہو جائے اور مری غیر مری کو یہاں کر کام کر گیا تو قوی ساہتہ  
رمبگا اور اگر ہم جاس خاطر علماء ناظر اس سے ہی دگر درین اور یوں کہ ہیں کہ علم  
ہر طرح عبادت پر فوقیت ہو اول تو یہ بات ہماری کسی دعوائے اصلی کے مخالف  
نہیں کیونکہ ہم قوی کو علم سے افضل کہتے ہیں اگر عبادت سے علم افضل ہو تو حال





ماشاء اللہ برہنہ میں جو عزت و عظمت ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس عالم کو اس عابد پر ایسا  
شرف ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور فیہ کو عابد کو جو ہرگز نہیں ہو  
عبادت کی اس عالم پر ایسا شرف ہے کہ بیہزاروں کی تلاش برداری ہی کرے تو کیا ہے  
کیونکہ ماشاء اللہ ہر سو نیکا مالک ہرگز نہیں چاندی کی مالک کی خدمت گاری کر سکتا ہے پر  
نہیں ہو سکتا اس صورت میں علم کو مطلقاً اہل عبادت پر ہی شرف نہیں ہو سکتا چنانکہ اہل  
ادب و فضل اہل تقویٰ اور عبادت یعنی موفیان صافی پر خیر بہتات توں چاندی اور دوسری  
کی تمجید میں آتی مطلب یہ تھا کہ اس حدیث میں عالم سے عالم کا کل جامع علم معرفت و علم  
احکام جو علم بمعلم طریقت و شیعہ ہے مراد ہے سوا کسی وجہ یہ ہے کہ شیعہ ہی مراد ہو  
تو اب دریافت کرنا چاہیے کہ رسول کو ادنیٰ اتنی کس نوع کا شرف ہوتا ہے اسلئے  
معروض ہے کہ اس حدیث پر حسن و جمال یا کثرت مال یا شرف حسب نسب تو مراد نہیں اگر  
تو عرف عند اللہ مراد ہے سو وہ شرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتیون پر جو علم  
معرفت و تقویٰ و علم احکام و لازم علم معرفت و علم احکام ہے سوائے سم کا شرف و  
عالم کو ہر جامع علم معرفت و علم احکام ہو کہ نہ علم معرفت و علم احکام تو امتیون ہوں گے  
پر تقویٰ ہی ساتھ ہو گا کیونکہ یہی ثابت ہو چکا ہے کہ علم معرفت کو شیعہ اور تقویٰ لازم ہے  
سوائے عالم جو موفیان کامل اور کوئی نہیں ہوتا جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب اس

حدیث میں علماء و ائمہ کے افضل کھنڈہ کوئی ہے و اس میں باری بیکار کوئی دلیل اس کے  
مخالفت کو دعویٰ کی دلیل ہوگی مگر ناظران مطہر پر اتنا اور انج کے عرض میں مطہر نہیں  
کہ صرفی سو تو کہ جس کی شکل کے صوفی میں طہر پر غیبت ہے اور یہ کہ علم ظاہر کو چھتری نہیں  
حاشا و کلام اس خاکپای فقرا و خدام علماء کو دونوں سے نسبت یا مندی حاصل ہے پر  
بیان فرق مراتب و دفع اوہام بعض احباب کے تھے ان اوراق کا سیاہ کرنا پڑا بعض  
یہ ہے کہ تقویٰ کی افضلیت علم پر اور علم کی عبادت پر شرح ہو گئی پر علم معرفت و علم  
میں جو کہ نسبت ہی باقی رہ گئی اسلئے بطور یاد و یاد گوشت گذار ہوں کہ تقریر شعلی آیت  
افنا یخشہ اللہ من عبادہ العلماء سے تہی بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ تقویٰ  
علم معرفت سے حاصل ہوتا ہے علم احکام کو ادنیٰ حصول میں کیا تا شریفین بان اسکا الہ اگر  
تو چاہی جیسا عبادت ہی اسکا آیت ہے تو اس صورت میں ہر علم معرفت جو باعث حصول تقویٰ  
جو ہے شرف علم احکام سے اشراف ہوگا معذرا علم یعنی اللہ سے اور اللہ سن سبب  
شرف علم و شرف علم و علم شرف علم و علم شرف علم و علم شرف علم و علم شرف علم  
کسی علم کو کسی علم پر شرف والی تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حقیقت و ذات ہر علم کی ہی ایک  
دانش ہے بلکہ شرف ہوگا تو باعث معلوم کے ہوگا یعنی جس علم کا معلوم عمدہ اور افضل  
ہوگا وہ علم ہی اس علم سے افضل اور عمدہ ہوگا جسکا معلوم افضل اور عمدہ ہوگا

مذہب علم علم بول و برائے اس وجہ سے افضل ہے کہ اس کا معلوم علم بول و برائے  
معلوم یعنی بول و برائے افضل ہے اور یہ فضیلت علم باعتبار فضیلت معلوم سے  
تو علم ذات و صفات و تجلیات و شمولیات و باقیات و علم فقہی و علم احکام سے افضل ہو  
اس صورت میں موصوفہ کہ اگر کوئی نظر شرف تقویٰ و لازماً تقویٰ علماء ظاہر کی نسبت دوسرا  
ایک شرف ذاتی ہوگا اور حدیث العلماء و رتہ الانبیاء اگر یا یہ نبوت کو ہی پہنچ جائے  
تو علماء علم معرفت و غیر ملک وراثت ہوگی بلکہ مصیبت ان دنیا کی اولاد وراثت ہوتی ہے  
اور اولاد میں سے اولاد پسری کا حصہ اولاد دوسری سے دونا ہوتا ہے ایسا ہی وراثت  
انبیاء میں علمای معرفت کا حصہ علمای علم احکام کے حصہ سے زیادہ ہوگا مطلق ہوگا  
در بیان عمل بسم الرحمن الرحیم و بسم اللہ

کمترین سزا گناہ عیدان محمد قاسم جناب مولوی نصر الدین صاحب کے خدمت میں بعد از  
مسنون عرض ہوا انھیں انکا عنایت نامہ اور یہ دس سوالوں کا استفسار جو مولوی  
عبدالکریم صاحب نجابی کے جواب لکھے ہوئے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبدالقادر  
اوکی تصدیق فرماتے ہیں کہ اس روز ہوتی میری پاس پہنچا کر جو اپنے بیعت بنگالی تھی  
کہ بہت شغل مشاغل ضروریہ کا جو ہم اس لئے دل بگاڑ دیکھنے کی فستق نہ ملی آج ساتویں مہینہ کو  
لیکھ رہا ہوں تبسدا استفسار کو دیکھ کر بہت بخیر انفسوس ہر قوم میں اتحاد ہی نہیں تو

مسلمانوں میں جن جتنی جگہ ملی اور قصہ ساری حاکم میں ہو چکی تھی یہ شاید اس قوم  
ہوں انا للہ وانا الیہ راجعون خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی  
تاکید میں اتفاق کہ باہرین فرامین اور تراویح و جہال کے کس طرح روکیں یا نہیں تھی  
تو نزاع میں ہوگی ہو تو اتفاق میں ہو علم کا کم نہیں کی باعث اختلاف پیدا ہوا ہے  
باعث اور اختلاف کے اور بھی کی کوئی صورت نہ نکلی تبسپہ خود رائی کی بہرہوت ہو چکی  
تجربہ کر زوال بلکہ تجرید پڑتی والے اپنی قوم کے سپرد ہوتی ہو لانا صاحب بہرہوت ہو چکی  
تو ایسی وقت میں استغنا اور تقویٰ کس مرض کی دوا ہے بجز اسکے کہ اختلاف سابقین  
میں ایک کے رشتہ نگار کی اب ہر اور جہت جہت جہت ہو گئی ہو کوئی اپنی وضع کی سنت  
مولوی کی بات اگر سنتے ہیں تو اس کا نسبی آتی دوسری کان پر سے نکل گئے البتہ وقت میں  
اس حدیث پر عمل کا وقت ہے اذاریت ہو رہی متبعانہ و شیعہ اطماعاً و دنیا مآثر  
و اعجاب کل لذیذاتے بدارتہ فعلیاً و بخاصۃ نفسانہ و دفع  
امر العوام و کما قال علاء دین ابنی ام علمی او بے سرو سامانی سے اب تک  
مسائل ضروریہ شہور میں ہی مجاہد جواب دہی کا اتفاق نہیں تھا یا اتنی بات ہے کہ اگر مسئلہ  
معلوم ہوتا ہے اور احباب کو اداسی و جھگڑا تلاش ہوتی ہے اور جھگڑا شروع نہ کرنا  
آتی ہے تو اگر بد نظریہ غلط استفسار کی توبہ آتی ہے تو کسی کہی بہت سے تفاصیل کو



لغیر کا اتفاق ہو جائے گراں اس سے ہی احتراز ہے اولی معلوم ہوتا ہی بدایت کی  
کوئی صورت نہیں البتہ قرآن پر ماحولہ میں اس کے مجھ کو ان سوال کی جواب میں کہ عرض  
معروض کرنا ہی دشوار ہے البتہ آپ کے خاطر سے ڈرتے ڈرتے ان کا کہنا ہوں کہ میں  
مسائل مطروہ میں ان کا معنی ہوں مگر ان مخالفت تقلید کو کسی اس زمانہ میں خالی  
فائدہ انگیزی سے نہیں سمجھتا بہرہ گیری اگر کجا اور مباح کو کبریٰ ملی گی پس کیا کرو  
انہی چیز سے معذور ہیں کہنا ہوں تو اور مباح کو کی خاموشی کا اندیشہ جس سے ایک فائدہ  
اور نزاع کا شک کا ہے اور نہیں کہنا ہوں تو کماں علم کا لازم موجود گو میری نزدیک است  
کی خاموشی کو کماں کہہ سکتی ہیں اور اس کیسوی کو سکوت سے تعبیر کر سکتے ہیں بلکہ علیکم  
افسوس کہ لا یضرک من فصل اذا عند یمن کی موانع او سکون ورا  
کہتے ہو مجاہد مولانا اس زمانہ کی ترک تقلید کو فائدہ انگیزی کہنا ایسا ہی جیسا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل کو بوجہ تطویل قراءۃ فشان کہنا تطویل کو  
فضائل یعنی ۔ ہوں او پر آپ فشان فرمائیں نیز اس کے کہ تفویض جماعت نماز کا  
نقصان طول قنوت کے نفع سے زیادہ سمجھا ہوا اور کیا کہتے کہ ہم کہتے ہیں کہ امور  
مختلف نہیں جتنے بابتیں ہم کوئی تعین نہیں ہوں کہہ سکتے ورنہ اختلاف کی نوبت ہے  
کیونکہ ان اس زمانہ میں وجہ تفویض جماعت اسلام ہو گئی جس کا نقصان تفویض نماز سے

کہیں زیادہ ہے باوجود اسکے ایسا قانون پر اثر کیا کہ جو حنفیہ انگیزی ہو گا یہ معلوم  
ہوئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب قرات یعنی سبع لغات کو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے با سند علم نام شہادت اعدا دین خدای تعالیٰ سے حاصل کیا تھا تو  
کر دیا صحابہ نے سمجھا کہ تفویض جماعت اسلام کے نوبت سر پر آئی اگر امت کو نہ سنبھال تو کون  
کیا جو آپ الفرض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل طول قنوت پر جماعت  
جماعت کو مقدم کر دیا اور صحابہ نے رعایت سبع لغات سے بغاوت جماعت اہل اسلام  
افضل سمجھا تھا تب پھر یہ عدم توقع قبول نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل  
طول قنوت عقیدہ ان حضرت معاذ کو سمجھا کہ اس وقت کو دیا اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہ  
لغات کی حقیقت امت حضور کو سمجھا کہ اس وقت کو سمجھا یا یا اس طرح اب یہ ہوا مگر انعام  
توقع نہیں آج کل ہوں سے بوجہ علم البتہ توقع باقی ہے ان شبہات سے آپ محمد بنی  
کہیں اس کا تقلید کو کیا سمجھتا ہوں اور ان کی ہر گز نہیں و لو کو کیا او مقلدوں کو کیا  
جانتا ہوں اور ان کی انداز کو کیا عرض یا وجود ارشاد و نہ حضرت معاذ کی فضائل کو  
منکر نہیں جو کہتا ہے جو بقیہ قرأت میں ہی شک کی گنجائش نہیں ایسے ہی کہ تقلید کو  
بظہر ظہر خیر اس سے زیادہ برا نہیں کہہ سکتا کہ فائدہ انگیزی اور اس سبب اس کی انداز  
و لو کہ سبب سمجھتا ہوں باقی جو کہ آیت تفسیر میں کہنا سب صحابی اس سے زیادہ اور

کیا عرض کروں مہر مری باس ایک لکھی ہوئی نہیں سلسلے مہر گمانے سے معذور ہوئے

العبد بسم الله الرحمن الرحيم محمد قاسم

برادر کرم السلام علیکم وعلیٰ آئینہ عین اعراض بادریان مرقوم ہوا لکھو میں پہنچا ہوا

مگر چونکہ صاحب زادہ مولانا وان احباب کا جو ہم تہاوان تاسلے جوار کا موقع نہ

مانوئے اگرچہ ایک لکھ روانہ کیا تھا مگر قریب بندہ روں کے ہوئی ہوئی ایک رسیک پتھر

نشاہت ضرورت نہ بھی ہو ورنہ میری اتہال سے کہ پہنچا ہوا اس خیال سے کہ چوہا عین

نشاہت ہوں بہت سے محکوموں کا ہونا اسباب غریب سے ہے اور کثرت حکام موجب ذلت

میں سے بادشاہ کی نسبت سب محکوم میں وہ سب میں معزز ہونا ہی اور عین کے عین

جو کہ بادشاہ کی نسبت سب کے سب اور لاہر تک سب کا ہوتے ہیں وہ سب فی لیل

سیجے جاتے ہیں اس صورت میں اگر کسی ملازم کو بھی کہ عہدہ ہی بڑا نہ بڑا نہ گونزی

اور سلطنت تک پہنچا دین تو میرے رتبہ میں بوجہ افزائش حکومت و کثرت رعیت

سزت کو ختمی ہوگی اور اگر سلطان وقت کو گستاخی لگتا ہے تو اس عین میں

داخل کر دین تو ہر تزلزل میں بوجہ نقصان حکومت و کمی رعیت ذلت و خوار ہو کر باقی

بہر غرض جو عین کے حاکم بہت ہوتے ہیں اور بادشاہ کی محکوم زیادہ ہوتے ہیں وہ سب

زیادہ معزز ہیں زیادہ ذلیل ہوتے ہیں بیشعور و لیدر تیردین نشین ہو چکا اور

لکھ

سینے مسلانوں کی طور پر توجہ حاکم ہونا ہے اور وہ جو محکوم اور نصرانیان زمانہ حال

کے طور پر عورت حاکم ہوتی ہے اور خاوند محکوم و صاحب اسکی ہے کہ مسلانوں میں خاوند کی عین

مہر ہونا ہے عورت کی عین کو پہنچیں تو ہمارا کو اختیار طلاق ہونا ہے عورت کو نہیں تو ہمارا

خود مختار ہونا ہے عورت نہیں ہوتی یعنی مرد کہیں اسے جانتے ہیں خود کی اجازت کا محتاج نہیں عورت

انچ جانی لے لے میں مرد کی اجازت کی محتاج ایک مرد چا عورت کو نکاح میں لے سکتا ہے عورت

ایک سے زیادہ سے نکاح کی مجاز نہیں اور نصرانیان زمانہ حال کے طور پر مرد کی طرف سے بھی

نہ اوکو اختیار طلاق ہے عورت خود مختار کیا فعل مختار ہوتی ہے مرد کو ایک سے زیادہ کی اجازت

نہیں ان امور کو دیکھتے ہیں مسلانوں کی طور پر خاوند کے حکومت اور عورت کی محکوم طالع ہو

مرد کی وحدت اور عورت کی کثرت سے بہت حد تک عین کہ مرد محکوم نہیں اگر ہی عورت میں محکوم

کیونکہ حاکم ایک ہوتا ہے محکوم ہاں محکوم البتہ متعدد ہوا کرتے ہیں چنانچہ مشاہدہ احوال میں

و عیال سے ظاہر ہے مرد کی خود مختاری اور عورت کی بے اختیاری تو مرد کو جانتا ہے کہ عورت

مرد و محکوم عورت درست نہیں ہو سکتی مرد کی طرف طلاق کا ہونا اور عورت کی طرف سے

نہ ہونا سبب پر شاہد ہے کہ مرد صاحب رعیت ہے اور عورت بخل رعیت آخری اختیار

صاحب رعیت کو یہ نسبت رعیت حاصل ہو کر آتا ہے جو عیال صاحب رعیت اپنی رعیت کو

اپنی مکانی یا مگر کوئی علیٰ ہذا القیاس خاکو نسبت تو کر اور مالک کو یہ نسبت غلام

بی اختیار بتو ہے مولا جب چاہی غلام کو آزاد کر دی پر غلام بطور خود آزاد نہیں ہو سکتا  
بادشاہ جو قوت اور بی چاہی کو اگر موقوف کر دی پذیرا کیے قبول استغفار نوکری نہیں چھوڑ  
رہا بود دلیل خریداری ہے جس سے کلمہ زوج کا تسلیم کا ضرور ہو جاتا ہے مان اتنی بات ہے  
کہ جس بی بی نے فرما کر کی خریداری کے بعد اگر بیع کا اختیار نہیں رہتا ایسے ہی بعد خریداری زوجہ  
زوجہ کو او سکی بیع کا اختیار نہیں رہتا ایسے چیت کی اگر کو باوجود چیت میں لگی رہی بیع  
نہیں کر سکتا ایسے ہی زوجہ کو باوجود زوجہ ہو سکی بیع نہیں کر سکتا البتہ زوجہ مانع  
جدی جہدی سے چیت کی کر کو قبول اتصال تسلیم نہیں کر سکتا پر بیع کر کو کو کر گری بیع  
اقربا ملوک ہوتی ہے آزاد ہو جاتے ہیں پر بیع کبھی تو سکو کبھی اور زوجہ کی بیع کا مانع وہی  
امر ہے جو مانع تعدد ازواج اور سبب اتصال نکاح وقت عدت سے او سکی اطلاع مد نظر تو  
سے نشاءات جملہ نہ ہو کہ حرث لکھ مقصود اصلی عورتوں سے اولاد و در صورت تعدد  
ازواج و اجتماع چند شوہر اشراک اولاد لازم آئیگا اور تقسیم کے کوئی صورت نہ نکلی گی کیونکہ  
اول نو بیہ ضرور نہیں کہ تعدد بعد از ازواج ہی اولاد ہو و بیوی تو سبب شکل و صورت و نہ مال  
و مزاج و سیرت میں یکساں ہوں و دوسری اولاد کی تقسیم جہد ہو سکی جبکہ چیت کی تقسیم  
ہو سکتا و ممکن نہیں جہد کیونکہ تعدد ازواج کی صورت میں جس بی بی سے شوہر سے وقت  
عدت نکاح کیا جائی تو جس بی بی سے اتصال شراکت سے سبب کیونکہ جہاد تعدد عدت سے ہے

ایک سبب میں کہ یہ نطفہ شریک ہو چاہی اگر بطلان و موت خاوند و سرور سے  
خلع کی بہت ہو تو ہو سکتا ہے کہ ایک ساعت بیشتر پہلی شوہر سے اتفاق جماعت ہو  
اور او سکا نطفہ حرم زن میں شامل ہو اور دوسری ساعت میں شوہر ثانی سے اتفاق ہو اور او  
نطفہ قرار پائی اسلئے اوس عورت کی عدت جب کو مطلقیت یا موت شوہر پہل معلوم ہو  
یا اتنا عدت میں عمل ظاہر ہو جالی نقطہ وضع محل مقرر ہوتی خواہ ایک ساعت بعد اتفاق فرم  
یادت دار کہ بعد ازیں تقریباً بی بی معلوم ہو سکتا ہے کہ متعدد اور نکاح موقت ہی  
جائز نہیں ہو سکی کیونکہ اس صورت میں عورت مدت معینہ کے لئے اجیر ہوگی جو جسی بعد  
انقسام مدت اجمارہ و اجیر کو دوسروں سے عقد جاریہ کا اختیار ہو جائے ایسی بی بی  
انقصا مدت متعدد نکاح او سکو اختیار ہوگا چنانچہ مخیران متعدد نکاح موقت کے  
تزوجیک متعدد اور نکاح موقت میں عدت کا نہو باہمی اس پر شاہد ہے مگر اس صورت میں  
دو صورت نکاح مجز و انقصا مدت متعدد نکاح موقت وہی امکان قربت زوجین  
ایک دو ساعت کے پس و پیش میں لازم آئیگا جس سے احتمال اتصال و طعنیں اور اشراک  
نسب کا کھنکا پیدا ہوگا اگر چہ وجہ مانع تعدد شوہر و نکاح وقت عدت احتمال  
اشراک نسبت توجب زوجہ کی سیرت صحیح نہیں ہو سکتی درہم زوجہ بی بی سے اور شوہر  
مشترک کو اختیار صرف ہو جائے اس طرح مشتری زوجہ کو ہی زوجہ بقدر اختیار



ہوگا اور صورت میں ہر ممکن ہوگا ایک ساعت پیشتر بیع سے زوج اول سے مباشرت  
انفاق ہوا ہوا ایک ساعت بعد بیع سے شوہر ثانی کو اتفاق قربت ہوا ورنہ نکاح نطفہ  
مشترک ہو جائے اور اشتراک نسب کے اختلاف ولایت لازم آتی ہو جائے و دلیل بدیلتی  
جس سے زوج کا ملوک ہونا ثابت ہو جائے پر باوجود ملکیت اور کسب مع نکر سکنا ایک  
خارج کی باعث ہے مقتضای اصل عقد نہیں اس تقریر سے زنان اہل اسلام کا محکوم شوہر  
ہونا تو بوجہ ظاہر ہو گیا زنان نصرانیان زمانہ حال کا حکم ہونا بھی جس یعنی مرد و مطلقہ  
اور مذکور کا ہونا اس امر کے لئے تو دلیل اس کے کہ وہ محکوم شوہر نہیں پرانے حکم ہوئی تے  
آئی بات ہی کافی ہے کہ اگر اتفاق مفارقت بوجہ نفوختی ہو جائے عورت کہیں بھی رہو پیش  
خراج سلطان شوہر کے ذمہ رہے مگر یہ کہ پہنچا نفرو ہوگا اور ہوا جس میں معاشرت نصرانیان  
زمانہ حال کو دیکھتے تو جس قدر مرد و مطلقہ ملاقات زمانہ ہے اس قدر عورتوں کی ذمہ رعایت  
مراج مردان نہیں اگر یوں کہتی کہ نصرانیان زمانہ حال بوجہ کمال شغف زوجہ کو شاول و لاد  
تھجے میں تو اس کا جواب یہ کہ بجا پر اولاد منصرف حکومت ہی حاصل ہوتا ہے عورتوں پر  
حکومت کا ہونا اس پر شائبہ ہے کہ نصرانیان زمانہ حال اپنی ذرا کھو اپنی اولاد ہی پر زیادہ  
تھجے میں اور وہ زیادتی ہی ہے کہ اولاد محکوم ہی ہوتی ہے رواج محکوم نکلیا اوشی حکم کو  
بدلیوین نہون بوجہ کمال حسن و جمال جو بیعت میں کیا ہوتی ہیں اور اہل محبت عاتی میں کہ بیعت

اسد کمال حکومت میں سے ہی باوجود زنان اہل اسلام اپنی شوہر کی حکومت میں اور زنان نصرانیان  
زمانہ حال کے بغاوت و نفوذ کی حاکم اور ظاہر ہے کہ بیعت میں جو کہ ہوگا انعام و اکرام ہوگا شوہر کا کی زیادہ  
تو انعام و اکرام کی اقسام میں سے ہوتی نہیں سکتے البتہ محکوم کی اکثر اقسام انعام و اکرام ہی  
اس شوہر ان اہل اسلام کو تو بالفرد زیادہ سے زیادہ پر حکومت ملے گی اور زنان اہل اسلام پر  
ایک شوہر سے زیادہ کو فی حکم نہ ہوگا پر نصرانیان زمانہ حال کے حق میں بعض جمال اگر معتبر  
نصیب ہو ہی تو معادلہ بالعکس ہوگا عورتوں کی لئے ایک شوہر سے زیادہ بہت سے شوہر ہوگا  
ملیک اور مردوں پر ایک عورت سے زیادہ اور کوئی عورت حاکم ہوگی اور اگر بالفرض و التقدير  
مسلمانوں کی سامنی نصرانیان زمانہ حال بوجہ شرم و خجالت عورتوں کی حکومت اور مردوں کی  
حکومت میں کو کھنگو کرین یا انکار کریم نہیں تو اس کا جواب یہ کہ حکم نہیں تو حکم نہیں نہیں  
محکوم ہونے میں ہر گرجا حال فردوں میں اس صورت میں مرد و زن ایک دوسرے کے حق میں شام و کلام  
— دنمار ہوگی جو عیسائی مذہب کھانے اور شربت پالے کھانے و پوتائیں اور عمدہ سواراں کو  
بکثرت عنایت ہوگی ایسی ہی ہر ہلد کے سامان ہی زمانہ نصرانیان زمانہ حال کو بظہر  
میر انگلی اور اس بات میں مرد و زن دونوں برابر ہر شکی کو نہ کہ عیسائی عورت مرد کی  
سامان لذت و راحت ایسی ہی مرد عورت کے لئے سامان لذت و راحت ہے ہاں یہ  
عذر کرین نوبی کہ یہ عین بہت ہی نصیب نہ ہوگی باقی یہ عذر کہ بیعت میں یہ سامان ہی ہو

ابو جعفر کے نزدیک کوثر سے کہ نہیں کہ کوثر یہ زمانہ گشتِ خلقِ قدوس کے مناسب نہ تھی تو  
 وہاں کیونچہ نہ کیونچہ مگر مناسب یوں تھا کہ اگر چہ یہی کوثر تھا مگر بہت میں پیدا کرنا تھا وہاں میں  
 اس زمانہ کو پیدا کرنا نہایت ہی مشکل تھا کہ دنیا و عجب و شے اور بہت خانہ رحمت جہان  
 عبادت میں خارج بن جائے نہ اس میں حاج نہیں بلکہ خود سامانِ راحت میں علاوہ و سر کی کوئی شخص  
 باغیاں خود اپنی عبادت اور عبادت کی سبب و دستہ و چرخ چکنا چک کہ ان کی تہرک  
 اس میں ہو سکا نہ تھکنا تو میں میں ڈاکو اسی امید خراب کرنا ہے کہ اس زیادہ کی امید ہی اور  
 تاجر اپنا زیادہ بایع مال سبب کو چھی دی سکتا ہے کہ اس مال کی کبری برفانی مال کے رو  
 کے حصول کے توقع ہوا و فرما ہے کہ زیادہ کوہر سیکے لئے ضرور ہے کہ زیادہ باجمہ کوہر  
 خود ہوں اور وزن ایک سو سے ہوں متعاقب و متعاقب اور متعاقب و متعاقب میں کمی زیادہ کی  
 ایک دوسری نسبت طلق و دست نہیں علیٰ بن اقیاس و زن اور ساحت میں ایک دوسری کی  
 نسبت کمی زیادہ کی اصل حق کی کوئی صورت نہیں کہ کم کی زیادہ کی اور یہی مرد کی  
 اور سیاہی سفیدی کی اور نور ظلمت کی اور خوش و غم و بد و بوی وغیرہ کی زیادہ کی و ایک  
 دوسری کی نسبت نہیں ایک کو دوسری نسبت کم زیادہ نہیں کہ سکتے اور ظاہر یہ ہے  
 کہ انعام کے وعدہ پر کسی بد کام کا ترک کرنا یا پر شام ہے کہ اگر کار کا رہا ہی اور کار کا بد کو  
 جو اس کا مجموعہ باغیاں خود ترک کرنا ہے بلکہ عذاب کی دھمکی ہی اہل عقل کے نزدیک

دلیل اختیار ہے اگر اختیار ہو تو دیکھائی کی کیا معنی ہے اس وقت کو جو بدلیاں ہیں اس میں  
 اگر حال شہر ہی ہوتا تو وعدہ انعام کی کوئی صورت ہی نہ وعدہ عذاب کی کوئی شکل اور صورت  
 خواہ مخواہ پیدا کرنا ہوتا کہ کارکنانِ زمانہ دنیا کے جو باغیاں خود حسبِ زمان و وجہ و علل  
 معرفتِ خالق چوتھے میں اوقیسم کی لذت ملنا تو کسی بہت سخت میں عطا ہوں بلکہ انصرانیان  
 زمانہ حال مسلمانوں کی سامنی اس مقدس میں دہن میں اس کے مان اگر نعمان تعلیم عیسوی کا  
 ایشانیہ اور جو بہت حریف و ضائع ہو گئی اور اگر کوئی تو ضائع لفظ نہ تھا اگر کوئی انکا حکومت  
 زمان سے ملو اندیشہ ہی نہ تھا ہم پر جو جہاں و شہر معرض ہی ہو سکتے والدہ علم باصوبہ

ارحمین مالِ ابرام بسم اللہ الرحمن الرحیم و حررہ راسبت ان

جناب مزار صاحب السلام علیکم بندہ کمین اور میری متعلقین علیٰ شکرتِ نیرت  
 سے میں ایک احمدی والدہ کو سیدہ کسندی لڑتے امید ہے جلد اچھی ہو جائے احمد کو دیندہ  
 بھیجے یا ہے خدا جائے لیکر تہائی جیب خیال آئے کہ وہ کھلا پڑائی والی اکثر لاشِ غفل  
 اس پر ادب کمترین منع و ادب نوایکس ہی ہو جاتی ہے اور جیسا کہ کیفیتِ اہل تعمیل یاد  
 تو امید ہو جاتی ہے آپ ہی دعا کا امید و ایہوں اپنا اہل حال تو ہو گا آج افسوس  
 ذی الحجہ روزِ شنبہ صبح چھٹی رساں آیا انکا غنا میں شام لایا کوہر کوہر تو سارے  
 کے ملک ہی نکلے کسی روز انشاء اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کیا گیا بلکہ فعل تو آپ کے

عنایات کا شکر ادا کرتا ہوں اور یہ عرض کرتا ہوں ذوق طبیعت کا آپ کی دیہان آتا ہے  
 توجہ خوش ہو تا ہے شکر خدا جی سے نکلتا ہے اچھی صنعت و نانوئی کو خیال کرتا ہوں تو دیر تا  
 ہوں ہی میں کتنا ہوں دیکھی انجام کیا ہوتا ہے زیادہ کاوش ریاضت سے نیک کبھی تو اپنی بہت  
 امیدوں میں سے کچھ بچا رہا ہے میں امید و خوش بین اور ذوق نہیں تو دل مار کر کش کس حساب سے  
 کچھ حصول نہیں ریاضت میں دھچک دھچک کون قلب المینان دل سے پراسکو کیا کچھ نہ پاتا  
 جین تا ب تکل نہیں اپنی بہت مہم کام کرتا ہے ورنہ جبران بول و اندیشہ فوج ہزارا سہا  
 کی پیری بہر کام کیا جانی خبر جو مولیا سو مولیا اندو کی تھے وقت صعوبت بہر دعا عاجز کیا کچھ  
 اللہم انی ضعیف فقو فی فی رضاک انہی ضعف و ناتوانی خدک امداد کا سہارا ہو تو  
 کام آہل ہے ورنہ بیوقوفین جان کنندن بود فرما صاحب بزرگوئی تصدق سے اصل  
 نسبت اور ایک کم کا ذوق آپ کو میرا کیا خدا کا شکر ادا کیجئے اور اس کی ترقی اور بقا کی  
 التجاہ کیجئے اللہم انی اعوذ بک من الخور بعد الکوار اور اللہم زد لا تنقص  
 دعا کی وقت پڑائیجئے یا دیکھا عرض کیجئے ہاں پہن خطو کا کجاوہ عرض کرتا ہوں تو زما  
 کہی دیا ہوں کہ مولوی فخر الحسن صاحب سے کچھ خط وصول نہیں ہوا و خطا دوسری پہن خط اللہ  
 ڈاک میں آئی تھی نہیں سے مولوی فخر الحسن صاحب کے متعلق جتنا مضمون تھا اور کی تعمیل  
 اول تو بندہ اپنے خطو کی طرح لکھے تھی جتنا بچا آپ کے خط میں کہی سید گزشتہ لکھتی تھی

بر تقدیر سے وہ خط نہ پہنچا اسکے بعد وہ خود اگلے چوکے کی کتاباں لکھ رہا تھا نہ عرض کیا گیا مگر  
 اتفاقات تقدیر سے انہیں ایام میں مولوی عبدالرشید صاحب ہی کی ضرورت میں آپہنچے  
 مولوی رشید احمد صاحب اس باب میں کچھ لکھ کر لے رہے مولوی فخر الحسن صاحب ہی  
 بولتی رہے جبکہ انجام بہر ہوا کہ فی مابقی بات بہر گز نہیں تھی اس پر ہی مولوی فخر الحسن صاحب  
 عرض کرو تا بہا کہ محبت و تعظیم سے بجا میں تو پچیس روپیہ ہی چیلے جانا کاش کوئی اتفاق  
 کی صورت نکل آئے ورنہ اب تو ایک ہی کا فکر و مال جان بھیگا بہرہ و کا فکر سنا گیا اب  
 مضمون مال ارام عرض کرنا ہوں مال حرام کی دو صورتیں ہیں ایک تو بہرہ کدہ کی ہیں نہ  
 دوسری بہرہ کدہ ملک تو ہو جائے کہ کسی قسم کی خجاست سارہ ملک جانی پہلی صورت میں تو  
 بشرط امکان واپس کرنا اصل مالک کی طرف ضرور ہے اور واپس کرنا طاقت بشری سے  
 خارج ہو تو تصدق لازم ہے بہرہ کدہ کیوں ایسے اموال کے مصرف وہ لوگ ہیں جنکو  
 مرد و عورت ہے وہ کون ہیں کچھ جان لب پر آجائی نہ کہ مین تو مرد جائیں اور دوسری  
 صورت میں نامقدقہ نسخہ معاملہ ضرور ہے ورنہ بائع اور مشتری اور حیر اور مستاجر و دو  
 کتبہ کہ کوئی نسخہ معاملہ لکھے سو جہاں کی یہ صورت معاملات ناسد ہی میں ہوا کرتی  
 اور نسخہ معاملہ شواہد ہو تو اپنا کبانا مینا تو ناجائز ہی ہے — ناجائز تصدق ہی لازم  
 اپنی خیال میں تو بہرہ سے کس قسم میں و تماشہ وہ نہیں جتنا قسم اول میں تھا لکھ



معاذ نبوت کے نبی کی ضرورت نہیں کہ کسی کو مانتی کرے کہ وہ جس کے جانتی ہو  
 دیکھ کر گنجائش ہے پرفیت نہیں کہ کسی شاکہ کی کتاب میں اس کے خلاف نقل آئے مگر جب  
 برحق بات ہے کہ یہاں ملک موجود ہو کہ کوئی تو جانتی ہے کہ ساتھ ساتھ یقین نہیں تو یہ ہر  
 سکین جانتی ہے کہ وہ نبی کے کہتی ہوئی ہے تب یہ تفصیل اس اجازت کے بہرہ کی مال غصب  
 و ثروت و قیمت مہتمم و خون و زور و دار و ذمہ و خیر و اجرت معاشی مثل اجرت فراز  
 نوازی و اجرت فوج گری و اجرت زما و غیرہ محکوم نہیں ہوتی بل غصب کے کسور رشوت کا  
 محکوم نہ ہونا تو ایک نزدیک ہی مسلم ہی ہوگا اس کے محکوم ہوئے کہ کوئی وجہ استحقاق مقصور  
 ثبات موانع یا قیدین شاید مرد و حواس کے عرض بیان ہوں کہ بیع میں مساوات المال بالمال التام  
 و بالاختیار ہوتا ہے اور بارہ میں مساوات المال بالمنافع اس طرح ہوتا ہے کہ مال اس کی کو  
 کہتے ہیں جس کے طرف طبائع سیدہ طامع یا بل ہون و نہ مال نہیں و بالہ میں مثال کی ضرورت ہے  
 تو اس قسم کو ایسا سمجھتے جیسے ہوں کہ کوئی کبھی نہ ہنسنے میں اور کبھی طبیعت میں حالت  
 اعتدال سے اعراض آجاتا ہے اور کھوایوں اور کھانڈوں میں ہر فرد جانتے ہے ایسی ہی بل  
 طبائع سلیقہ کو تو وہ دوا امتیاز مرغوب ہوتی ہیں جن میں منافع روحانی مویستہ یا مویستہ  
 اور اخلاقی نظر آتے کیونکہ میدان کے لئے منافع شرط میں غیر نافع یا مضر کثیف یا وجود علم  
 حقیقت تسلیم محال ہے اور ہر منافع میں ہی لحاظ اصل و مقبول ضرورت چری و ہوس

اکثرہ امتیاز نفع و اخذ و مقررہ میں مگر بحث خریداری اگر خیال انسان ہی تو ہر چری  
 اوپر ہی و سیاسی یکا ہے جیسے انسان کی حق میں خاک اور مہول اس صورت خواہ مخواہ  
 بات کا اقرار لازم ہے کہ موانع جسم میں بخار و چالی ضرورت ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ  
 بدن کرب روح فصل ہے بدن تابع تہا غلبہ و ریاس و شراب و غیرہ ضروریات نہیں  
 تقویت بدن یا حفظہ بدن کے سوا بغیر راج روحانی میں ملاحظہ مشہور ذاتی مات لگا  
 کیا اگر ہے کہ ان امتیاز سے لذت یا الم و دیکھنا حاصل ہوتا ہے ہر تغیر احوال نہیں تو ایسا  
 اسی قیاس پر حوالہ نہیک بد کو غدار و غیرہ امتیاز کے سہم ہونے چاہیے ہی وجہ ہوئی کہ  
 غنہ میں اور بہت لباس حرام ہوگی اتنا فرق ہے کہ بعض امتیاز کے جس میں ضرورت  
 ہیں بعض بعض کے حق میں مضر بعض کے حق میں غیر مضر اول کیسے حق میں مال ہوگی دوسرے قسم  
 جتنے حق میں — نافع میں مضر نہیں مال ہوگی جتنے حق میں — مضر نہیں نافع نہیں کوئی  
 حق میں مال ہوگی ہی و مہموم ہوتی ہے کہ نہ مضر نہ نافع رکھتے حق میں مال سمجھ گئے ان تمام  
 لئے مال سمجھ گئے اگر نہ یا ہم معاذ شہید مذکورہ مگر نہ تو انسان یعنی قیمت میں مضر  
 مال کا نہ اور کھو دیا ہوگا اور نہ کھو دینا ورنہ حق میں مضر نہ ہو جائیگا اہل اسلام اگر  
 معاذ کریں تو قیمت میں تصرف مال کا نہ سمجھ گئے اور نہ کھو دینا ورنہ حق میں  
 مضر نہ ہوگا و مضر فرق یہ ہے کہ انسانی مالیات کے جس کو ایک صفت روحانی ہے

قوة علیہ ضرورت قود علیہ کی حاجت حیا و کرامت مطلوب قود علیہ نہ تو  
 کا بیسہ خدا کو خدا اور خود کو بندہ سمجھی قود علیہ نہ تو کوئی کدول سے عرض نیاز رزی نہ  
 کس طرح خدمت جلالی نہ یعنی شہر سے قود علیہ کا نقصان امینوں وغیرہ مختصرت  
 قود علیہ میں قود علیہ بقا قیاس اگر باریات باطن ہو تو نجاست باطن ہوا و اسفود  
 میں موافق قاعدہ مقررہ جسمی اصل و سی ہی نسبت جسم و سی ہی بیان ہی کیفیات  
 قلبیہ چو پیدا و از سر عدل میں ناپاک ہوں او قابل قبول در گاہ قدوسی ہوں ایسی ہی پاک  
 لازم ہے کہ خدا سے شرمانی اگر نہ شرمائی تو یوں کہ خدا کو مثل جمادات میں و آسمان  
 در و دیو و سمجھتا ہے کہ سطرچ نہیں شرماتا خدا کو مستحق حیا و تعجب تبار پر او کو عظیم  
 و خجیر سمجھتے ہیں یہی تاج و اس سے شرم کی نوبت آئی اول صورت میں خدا کا مجبور  
 ہونا غلط ہو جائیگا سببائی ہی کہ مجبور ہونیکے لئے عظمت لازم ہے او یہاں او سکنا  
 و نشان نہیں دوسری صورت میں اگرچہ فی الجہت ہوئی مگر قوی ہوئی غنی خدا کو اور بڑے  
 ہونی چاہیے وہ کہ مستحق ہے جس قدر آفتاب کو نورانیت میں او کو ایک پری یعنی جیب  
 اس بات کو تسلیم کیا کہ نور و لو کہ نور آفتاب سے مستفاد ہے تو یوں کہ چو جان کہیں  
 اس ستارہ کو کانور ہے وہاں نور آفتاب ہی ہے ایسے ہی جیسا کہ بات کو مانا کہ ہم میں جو  
 کمال ہے وجود ہے یا اوصاف وجود مثل سمع بصر علم قدرت و وسعہ و ای کافیت

تو عیان چہاں ہماری سمع بصر علم قدرت ہوگی وہاں وہاں خدا کی علم و سمع و بصر و  
 قدرت کا اقرار ہی لازم ہوگا جس سے خدا کا انبی نسبت علم و خجیر سمع و بصر جو نا  
 مانا ہوگا اسطرچ اور محرمات کی وجہ حرمت نکل سکتے ہیں مگر جب بعد ناظر کیا جائے  
 کہ بعض اشیا مذکورہ اصل ایمان کی برکاتی ہیں اور بعض اشیا فقط او کی تفویضات  
 یعنی شاخ و برگ کو مفرین ہیں جس سے او کا یکساں جو لازم آتا ہے زوال اصل لازم نہیں آتا  
 تو ان اشیا کی حرمت اور احکام حرمت میں تفاوت ماننا بڑے گناہ و خیر و میت  
 تو اصل ایمان مطلوب کو مفرین شہر سے فہم و علم کا زوال لازم آتا ہے جس پر حصول ایمان  
 موقوف ہے کون نہیں جانتا کہ یہ فہم و عقل لا الہ الا اللہ وغیرہ کا اعتقاد تصور نہیں  
 اور قلب پاک ہے اگرچہ ایمان اسطرچ تصور ہے جیسے جسم ناپاک ہے یعنی بے دستور و غفل  
 او اراکان نماز کو جیسے نماز بے ہمتا کہنی کو اگرچہ نماز ہے پر نماز مطلوب نہیں ایسی  
 ایمان قلب ناپاک اگرچہ برائے نام ایمان ہے پر ایمان مطلوب نہیں مگر جیسے شب و خیر  
 کیفیت مکرر روح پر طاری ہوتے ہے حالانکہ شر شر برا فعل سماوی ہے شراب جزو  
 ہوتی ہے تو جزو بدن ہوتی ہے جزو نہیں ہوتی داخل اگر ہوتی ہے تو جسم میں داخل  
 ہوتی ہے روح میں داخل نہیں ہوتی ایسی ہی میت اور خیر کا گمانا اگر فعل سماوی  
 ہے گوشت میت و خیر جزو ہوتا ہے تو جزو بدن ہوتا ہے داخل اگر ہوتا ہے

تو بدن ہی میں داخل ہوتا ہے روح کو ان باتوں سے سروکار نہیں ملتا وجود اسکے ایک طرح کی نجاست مثل نکر روح پر عارض ہوتا ہے اور کیفیت ایمانی کو خراب کر دیتی غرض ہوجہ ہر دو میں قسم کی کشیدار تو سرحد ایسے فاعل ہوجاتی ہیں اور اس جہ اوکئی بیع متعقد نہیں ہو سکتے جو حصول ملک غیر متصور ہوا جو اشتیاء نفس منک ہون کہ اونی مثل معدن ایمان میں فرق و تقاضا ہی نہ محل و قابل ایمان میں خرابی واقع ہو بلکہ اثرات ایمان میں فساد آجائی تو اوکو لوہ میں نہیں کہہ سکے کہ وہ اشتیاء ریحہ مالکیت سے فاعل ہو گئیں ان بوجہ نقصان نہ کر کہ اوکا کما حرام ہوجا یتجا یہ اور طرح اونی متفع ہونا حرام نہ ہوگا اور اسلئے اوکی بیع و شرکائی اجازت ہوگی اور انفعاد بیع متصور ہوگا جس سے حصول ملک زیر تہ لازم آئیگا مکان شکار کی بیع و شرکائی اجازت کی ہی وجہ کہ اوکئی کہنے سے فقط اندیشہ حصول اطلاق نہ تھا اگر اطلاق مکان نہ اصل ایمان کے معارض میں نہ محل ایمانی مفید کو نہ نہیں جانتا کہ جیسے نوکے لئے آفتاب منبع ہے ایسے ہی اعتقاد ایمانی کے لئے قوتہ ملی یعنی عقل منبع ہے اور جیسے نور آفتاب کے لئے آئینہ محل قابل ہے ایسے ہی اعتقادات کے لئے قوتہ عکسینے قلب میں انقلاب اور تبدل کیفیات رہتا ہے محل قابل منبع کی خرابی اور محل کا فساد دونوں تابع اور محال کے خرابی کے باعث ہوتی ہیں آفتاب اگر منکسف ہوجاتے

یا آئینہ کی قطع بکری یا او میں مورچہ بکری دونوں طرح نور آئینہ میں تصور آئیگا ایمان اگر گروہ فساد آئینہ کو آدہائی اور اس وجہ سے آئینہ بیکار ہوجائی تو یہ بیکاری اگرچہ حاجت کار ہے مگر ایسی نہیں جس سے امید کا رنقطع ہوجائے ہی بہر بات کہ کہ نہیں منگ و خاک و لون برابر رہے اگر اس استعمال میں ہی حرکت و سگ برابر رہتے تو کیا جیسا تھا بیسکے کتنی سے شکار کرنا موجب حدوث اطلاق سگانہ نہیں ایسے ہی اگر خاک کو نکھائے اور کسی اور طرح استعمال کرتے تو ناپاکی قبیح اندیشہ نہ تھا جو اور طرح استعمال ہی کہانی کی طرح حرام ہی رہا اور اس وجہ سے اجازت بیع و شرکائی نہ ہوتی اور ضرورت وقوع اوکو موجب ملک نہ سمجھا اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ سورے او کوئی متفعت متعلق ہی نہیں جیسا نہ تھا ہر ہے و نہ او یہی سکینہ سوچتی تو اگر نہ و کو تو ضرور سوچتی ایک سے افس سے استعمال کرتے کہتے قرن گذر گئے دوسری ناپاکی ایسی مستفہ کہ اول جسم ہی پر عارض ہوتی ہے اور اس کے واسطے سے روح میں خباثت آجاتی ہے اور اخلاق و دیگر ایسی کیفیات ہیں کہ اونکا مولد اول اگرچہ تو روح ہے جسم اس بابتیں فقط سیغ عرض ہے نجاست میں جسم کا توسط ایسا ہے جیسا کشتے کا توسط حرکت حواس کے لئے اور اطلاق میں جسم کا توسط ایسا ہے جیسا شمشیر کا توسط نگاہ کے لئے وہاں کوکشتی اور حرکت ہوتی ہے ہر دو اس کے حرکت جاس کو حرکت اور ایمان نگہی و کہتی ہے عینک نہیں نہ کہتی



ایسے ہی نجاست تو اول اجسام پر عارض ہوتا ہے چنانچہ نجاست اولیٰ بعد از روح پر نہیں  
 ارواح نجاست عارض ہوتی ہے اور اخلاق اول ہی ارواح میں پیدا ہوتی ہیں یہ نہیں کہ اول  
 جسم میں اخلاق پیدا ہوتی ہوں اور اسکے بعد ارواح کہنے میں بخوبی غرض نجاست اصل  
 میں نجاست ہوتا ہے اسلئے ارواح کو اسکے حصول میں احتیاج جسم ضروری اور اخلاق اصل میں  
 صفات روحانی ہیں اور جسم روح کی حقین قابل اجزا جسم ہی روح کے لئے بلا جسم ہی روح  
 کے لئے جسم انسانی روح انسان کے لئے حادث ہے اور جسم کبھی روح کی کا حادث اور  
 سرور ملک اور اسکے اخلاق لازم اس فرق کے سمجھ لینے کے بعد یہ بات خود ظاہر ہو گئی ہو  
 کہ خسر کا اگر کسی طرح ہی استعمال کریں تب یہی اسی جسم سے قرین اتصال لازم نہایت  
 استعمال اور استعمال ہے اسکے معنی نہیں یا قرین اتصال کی صورت میں وہی طلق نجاست  
 جس کو لازم ہی جس سے خود جسم کا تغیر اور اسکے واسطے سے روح کا تغیر لازم نہ تھا لہذا  
 جو چیزیں ایمانی معارض ہوں یا محل ایمانی مقصد ہوں وہ تو مال ہی نہیں بیع ہو تو کوئی  
 اور وہ اشیا ملک ہوں تو کسی طرح ہوں اسلئے ایسی اشیا ملک بیع کو بیع باطل کہنے  
 کیونکہ باطل اور اس لئے کوئی نہیں جس کے لئے تحقق اور وجود ہو علیٰ ذلہ القیاس اولیٰ ان  
 کوئی منفعت از قسم معصیت خداوندی ہو یا معصیت تو نہ ہو جسے نافع یا ہونے  
 اجازت باطل ہے مگر نہ ہو جسے صورت میں تو حقیقت حال خود ظاہر ہے منافع کا مالک

وہی ہوتا ہے جو اشیا نافعہ کا مالک ہو لیکن نہیں جانتا جو کوئی مالک ہی اس کے  
 منافع سوا کیا مالک ہی معصیت کی بات اور اس کو دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ بدن  
 انسانی ملک انسانی نہیں اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ بیع و شرا کا اختیار نہیں بلکہ  
 اختیار مالک حقیقی یعنی خداوند مالک الملک ہے بدن ہی مثل دیگر مخلوقات اور اس مالک  
 انسان کے پاس فقط مستعار ہے اس کو دنیا ہی اختیار ہے جتنا مستعیر کو ہوتا ہے  
 یعنی بقدر اجازت معیر معروف کا اختیار ہے سو معاصی میں مشغول کر نہ کیا اختیار نہیں  
 جو اس کی بیع کا اجازت معاصی کا اختیار ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ منافع کے منافع ہونے  
 میں فقط جسم ہی کا لحاظ نہیں اگر ہے تو روح کا لحاظ ہے وجہ اس کی وہی البتہ و معلوم  
 ہے خادم اور کوئی کو کام کر نہیں رضاء آقا کا خیال ضرور ہے انبی رضائے کام  
 نہیں چلتا اور یہ تو منافع میں نفع روح پر نظر کرنی چاہئے نفع جسم پر نظر یہاں ہے  
 جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اور جسے خدا تعالیٰ نے ان میں جنہوں سے  
 منع کیا ہے جو روح انسانی کو مغربین وہ مفسدہ اصل میں اول روح ہی کو پہنچائی  
 جیسے زنا اور شہ خمر میں یا بواسطہ بدن جیسے زہر کہ کہا ہے جن میں کہ خراب ہو جانا  
 لازم ہے یا یوں کہ روح کے قابو آنا و سکا فطری ماضی ہے بہر حال روح کا بیکار  
 پارہ جانا اور بے سامان ہو جانا لازم آتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی بیکاری اور بے

مروسان سے مستدرین دنیا کا نقصان پس آنا ہے بہر حال معاصی کو مغفرت روحانی مراد  
اسلئے اسنے ممانعت موقی و نہ خداوند جل مجدہ کا کوئی نقصان نہ تھا اسکے اوامر و نواہی سب  
افسوس کہ میں جیسے اطبا کے اوامر و نواہی پر نسبت مریض ہو کر رہتا ہوں اور جیسے بات تیری  
نواہی و مین معاصی کو ایسا سمجھنا چاہتے جیسا بیع میں غم و خسر تیری جی و دلی بیع بطل تہی  
میسے ہی انکا اجارہ بطل ہو گا جیسے وہاں ملک زمین کی امید تہی میسے ہی ہاں ملک نہ اجارہ  
کی توقع نہیں اسلئے اس قسم اصول بدستور اپنی شتر کی اور بارہا دہری کی ملک میں تہی ہیں  
او کا حق ساقط نہیں ہوتا جو شتر خان کی بجائے سطر ج بن پڑی او کو واپس کر دی اور اگر انکا  
کسی طرح جائز ملی تو اس قسم کے کو کو کو عطا کرے جنکو مردا و حلال ہو جائے اب یہ بات باقی رہی  
کہ اس تصدیق کا ثواب ہو گا یا نہ ہو گا او کو کو کو مالک اصل کو یا دینی والی کو کہا جائیگا یا  
ہو گا یا نہ ہو گا او مالک اسکے وہ ہوگی یا نہ ہوگی لینے والی حق میں مجاز ہونا تو ایسا ہانتہ  
ظاہر ہے کہ او کو حرام ہی حلال ہو گیا اس وقت پہلے اس سے کجا بحث رہی کہ وہ مال او کا کو  
ہی ہو یا نہ ہو اگر یا نہ ہو کہ یہ ہی دیکھتے تو کہہ رہے ہیں میری خیال میں یہ ہے کہ لینے والے  
مثل خود اسلئے ہی مالک ہو جائینگے ملک نہ کہتی تو تصدیق کیوں کہتی اور جیسے لینے  
والو کو مالک سمجھا تو پہلے اصل مالک کے مالک کا ارتضاع اپ لازم آئیگا بن بعد تصدیق  
اگر اصل مالک کو یا نہ ہو گا یا نہ ہو کہ تصدیق نہ ہو کو کو اسکا مال و نہ دینہ لڑیگا اور سو قسین

اوس تصدیق کا ثواب تصدیق نہ ہو کو کو کو مالک نہیں تو دینی والی کتنے حق میں یہ تصدیق  
فقد رافع مذہب ہو گا موجب ثواب نہ سمجھا جائیگا رہے اصل مالک او کی ثواب کی  
بوجہ فقدان نیست و کی صورت نہیں ہاں جس کی کہتی کا نقصان جو جانور کر جاتے ہیں او اسکا ثواب  
کسی قدر اسلئے دیا دیتے ہیں کہ آخر اتنا تو مزا ہی خود ہی بھی ہوتے ہے کہ جانور کی غفلت  
نہ کیجئے تو یہ نقصان ضرور ہے اور یہی غفلت قرار واقعی نکلے ہی یہاں یوں سمجھئے  
اصل مالک نے جلیقے مال سے صبر کر لیا تو اس سے بیغرضی آپ لازم آئے جس سے دوسرے کو  
گنجائش دست اندازی نظر آتے ہے اور ثواب کی صورت نکل آتی ہے اسلئے کہ اقسوت  
دو حال سے خالی نہیں بالکل لینے والو کو اباحت کی نیت کر لی یا آخر کا دعویٰ رکھا  
اگر اباحت کی ضمان لی تب تو ثواب سے غمر رہے ہو چکا ورنہ دعویٰ آخرہ تھا تو وہاں اجرو  
کے نفع پر غرض دینے کے وجہ اسکے سپر ہے کہ مال دنیا میں کہتے ہیں کہ کیا گیا ہے  
غرض اصلی اس مال سے امداد عبادت جیسے گھاس دانہ سے غرض اصلی امداد سوار کی  
بہر حال ثواب کو ہونا مسلم مان اتنی بات بھی مسلم نہ اگر نیت تصدیق ہو تو تو صدقین  
نفاست جبرو جانتے اور اسلئے قیمت ثواب ہی زیادہ ہو جاتی اموال غیر مملو کی متعلق جو  
تحقیقات ہمیں اونسے تو فراغت ہو چکی اربعہ اموال کا حال بھی سنئے جو مملو نہ ہوں  
بجز اثبات تہلہ الحق ہے بیع فاسد اور جہاد فاسد بعد قبض موجب ملک ہو جاتی ہیں

باقی قبضہ میں بیع و جاردہ صحیح استحقاق معاہدہ نہیں نفیس اسکی تحقیق معنی بیع فاسدا و  
 جاردہ فاسد ہو تو قبضہ بیع فاسدا و جاردہ فاسد میں بیع صحیح اور جاردہ صحیح طرفین  
 میں اموال یعنی مذکور ہوئے ہیں اور طرفین کے ملکوت ہوئے ہیں نہ مال مغضوب ہو تا سے  
 نہ ایسی چیز ہوتی ہے جسکی طرف میلان طلبائع سلیہ نہ ہوں نہ تافرق ہو بلکہ کوئی بیع  
 باطل با جاردہ باطلہ ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے غرض ایک بیع تحقیقی یا جاردہ تحقیقی ہوتا ہے  
 اور دوسرے ساتھ بیع باطل با جاردہ باطلہ لگا ہوا ہوتا ہے مثلاً سودی بیع یا غرض ہو تو  
 اصل کے حساب میں جو کہ دیا جائیگا وہ تو اصل کے مقابلہ میں بچا جائیگا اور اسقدر  
 کی بیع کو بیع واقعی کہنا چاہئے کہ ساری ارکان بیع کے موجود ہوں پر ہی بیع ہوا اسکے  
 کیا معنی جیسے گھر گھر یا مکان یا کہانے یا مجموعہ کے ساری ارکان یعنی اجزاء ضرور  
 مادی صورتی جب کبھی ہوجاتے ہیں تو پھر اگر گھر گھر مکان اور کہانے اور مجموعہ کی  
 تحقیق میں نامل نہیں ہوتا بلکہ ہی بعد جماع ارکان ضروری بیع اسکے تحقیق میں نامل جاتا  
 غرض بالغ موجود مشتری موجود بیع موجود قیمت موجود ایجاب موجود قبول موجود بیع  
 مال قیمت مال میت تین خیر نہیں دم نہیں شراب انوری نہیں جو یوں کہتی کہ جو  
 فقدان منافع مال کہنا مارا ہے اور بیع مغضوب یا غیر ملک نہیں قیمت غرض  
 یا مغضوب نہیں پر نہ ہو کہ بیع نہیں بلکہ بیع بعد رسل بیع کا قرار لازم ہے

بعد سود العا ذبح کی کوئی صورت نہیں اور کو بیع کہتے تو قیہ کہتا ہے اور قیہ کہتی بیع  
 کہان ہے سود مع اصل کو قرض یا بیع کے مقابل کہتے تو کو کو کر کہتی نہ غرض سے اجازت  
 نہ فعل کے طرف سے اجازت نہ غرض سے اجازت نہ ہونا لوائ سے ظاہر ہے کہ ہر دونوں ملکر  
 اگر تہا قرض یا بیع کی مقابل ہو سکے تو معاملات سودی منع ہی کیوں ہوتے اور عقل کی  
 پوچھی تو وہ کہہ سکتے ہے کہ ظلم ہی جائز تو نفیس اسکی ہر ہے کہ مختلف بغض ہوں تو  
 یوں ہی کہہ سکتے ہیں کہ کسی کو کوئی چیز بھائی ہے اور کسی کو کوئی کیا عجب ہے کہ باغ کو غرضی غرض  
 قیمت معین کی طرف ہے اور سیدہ ششہ کو بیع معین کے ساتھ لفت ہوا اور اسوجہ سے  
 دونوں ہر ہر میں ہر ہر خاص کی صورت میں تفاوت غرض کے کوئی صورت نہیں زیادہ  
 زیادہ کہ کہ غرضت ہوگا اور اسلئے خواہ مخواہ کہنا پڑیگا کہ سود یعنی دان ہمارا اور  
 دنی و دبرا اور کو نفع ہوا اور کو نفع مساوات میسر نہ آئی اور مساوات میسر نہ آتی تو پھر  
 عدل و معاوضہ کی معاوضہ معنی مساوی ہے اور عدل معنی مساوی ہے ہر معاملہ ارزا ہے  
 ہی ہو گا تو واقع میں رسلے نہ ہو گا کہ کہنا ہی رضا اصل میں وہ غرضت ہی ہو جات غرضت  
 دونوں جگہ برابر مقدار کی زیادتی میں غرضت کی زیادتی کی ضرورت ہے ہر رضا دیکھنا  
 محال باقی رضا خارجی جو ہر ضرورت ہوتی ہے اگر اسکا ہی اعتبار کیا جائے تو ضرور  
 شمشیر جو کہ یہاں جای وہ ہی حلال ہو جائے کہ وہ ان ہی آدمی جان بچانے کے لئے



مال کے دینی بر راضی ہو جائے مگر یہ قدر سود کے مقابل میں کوئی چیز نہیں تو پھر اس کی  
بیع کا ہونا محال بیع و طرفہ و دچرہ کی ہوتے ہے نہ مال ایک آدمی یا ایک چیز سے بیع کا  
تحقق متصور نہیں اور پہلے معلوم ہو چکا کہ باطل اور سیکو کہ نہیں جس کے لئے تحقق اور ثبوت نہ ہوا  
یہی وجہ ہے کہ باطل کو حق کے مقابل میں بلوئی میں لیکن قدر اصل میں بیع تحقیقی ہی اور قدر  
سود میں بیع باطل نوہ بیع تحقیقی اور بیع باطل ملکہ ایک بیع فاسد پیدا ہو گئی فاسد اور  
شی کو کہتی ہیں کہا دیکھئے کہ وہ جو تو پھر اور میں کو پھر مالی اور فساد آجاتی جتنا یہ مواقع  
فساد و فساد سے ہر غفلت خود بخود میں آجائیکا اور میں سے اجارہ فساد اور اجارہ  
باطل کی تحقیق سمجھتے ہیں گئی ہوئی اور میری معلوم ہو گیا ہو گا اگر بیع تحقیق کے ساتھ اجارہ  
باطل ہی لگا ہوا ہو گا تب ہی بیع میں فساد کا آنا ضرور ہے جیسے یہ بیع میں معلوم ہو گئیں  
تو اب یہ سب کدراش اور سب کے بیع فاسد میں قبل قبضہ اور قبضہ پر واجب ہو گا کہ معاملہ بیع  
فسخ کر دیں اور یوں نہ ہوا ایک ظلم دوسری مخالفت حکم خداوندی ظلم الہی بات کہ حکم خداوندی  
نہو واجب کسی سبکی عقل اور سکو خیر کر دے اور حکم خداوندی کہ پہلے کر اپنی بات سے  
منع کر دیں اور یہی بات کی تاکید فرماتین تب ہی اوی حیون در انما پیشہ اور حسب  
معاملہ مذکور اور حسب الفسخ نہیں اور پھر اس سے استحقاق کا ثبوت معلوم ہو قبل قبضہ  
ہی اسبابا تعاصبا میں سے بھی جلتے مان اگر قبضہ تک ثبوت بیع ہو چکا ہی تو یہ ملک اور

خفت و دون کا قرار ضرور ہے ملک اترا ملک تو یہ وجہ کی کہ بیع تحقیق ہو چکا دیکھئے کہ وہ لازم ہی  
ساترہ ہونے جائیں مانع کوئی چیز میں نہیں جو یوں کہا جائی کہ جسے آفتاب کا نور و صورت  
حیولت ابرو غبار جسی زمین تک نہیں پہونچ سکتا ایسے ہی آثار بیع یعنی ملک مشتری بیع  
اور ملک مانع قیمت تک نہیں پہونچ سکتے مان قبل قبضہ اندیشہ مخالفت حکم خداوندی جواب  
فسخ اور مانع تقاضا تسلیم نہ ہو چکا کہ تقدیر مخالفت کی ثبوت آتی تو اب ملک مانع کو تک  
مان یوں کہتی کہ یہ ملک بوجہ نہ ہو قابل الزام ہے مگر ہم اسی بات کو دوسری طرح سے  
خباثت سے تعبیر کرتے ہیں یعنی جب یہ ہٹیری کہ اس ملک کے حصول میں مخالفت حکم خداوندی  
لازم آئی ہے تو یہ ملک ایک برائی اوس ملک کے ساتھ لاحق ہو گئی اسے ہی ملک خبیث کہتی  
الغرض جو فسخ و قبضہ قبضہ اور بعد قبضہ دون صورتوں میں مسلم ملکہ مثل جو جامع  
بعد قبضہ ملک ثبوت ہی و الحلیہ تسلیم ہے یہی بہت بات کہ یہ بیعت ثابت آگئی ہی چلے گی یا  
مشتری اور مانع تک ہی رہی شری اگر کسی اور کہ تاہم بیع کو بعد کی یا سب کر دے  
اور مانع قیمت سے کوئی اور چیز بدل تو وہ بیع اول اور ثمن اول دوسری مانع اور مشتری کے  
پاس مال کہ یہ خبیث ہی رہیگا با او کی حق میں پاک ساں ہو جائیگا میری خیال میں یہ ہے  
کہ وہ بیعت نہ ہو کہ وہ آگئی نہ چلے گی وجہ اس کے یہ ہے کہ سب ملک و اصال میں وہ بیع تحقیق ہی  
جس کا ہونا بیع فاسد میں ضروری نہ ہوا وہ بذات خود باجی علت ہے او پر کی برائی لگتی ہی

اور ظاہر ہے کہ دوسری بیع کا اعتبار فقط بیع اول ہی بمعیت مذکورہ نہیں اگر بمعیت  
مذکورہ کی نوبت آتی تب ہی بیع ثانی کے لئے بیع اول کی نفی اور اگر بیع اول نبوی اگرچہ  
مخالفت حکم خداوندی کی تصریح وقوع میں آجاتی تو پھر بیع ثانی کی کوئی صورت نہ ہی  
الغرض جو بیع اگر مشتری مالک بیع نبولینا تو دوسری کا تاہم بیع کر سکتا اس سے  
صاف ظاہر ہے کہ ثانی بیع ثانی ہی فقط بیع اول ہے وہ بذات خود متحقق ہے مخالفت  
خداوندی کی وجہ سے ایک نجات اور ہے عارض ہو گئی ہے وہ مخالفت لکل حلالی  
اوسکا اثر کا کسی حلال کا البتہ کسی چیز کا ملوک بننا اوس چیز کی نسبت ایسا وصف نہیں  
کہ دینی دلائی میں اوس سے جدا ہو جائی اگر کوئی چیز اپنی ملک بنواو پھر خدا تو خواستہ کو  
کسی کے تاہم بیع کر دین یا کسی کو مہر کر دین تو بعد بیع ظاہری اور بیع ظاہری ہی یون  
کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز واجب اور بائع کی ملک نہ ہی اور موجد سے مشتری اور  
موجود لکی ملک نہیں آتی اس لئے مال مقصوب اور مال رشوت اور قیمت بیع باطل و  
اجارہ باطل اس کو مہر کرین یا کسی تاہم بیع کر کے صلح کسی مرتدین حلال و طیب  
نہیں ہو سکتا اور کیونکر مہربان بننا ہے بیع و مہر کو امر موجب ملک نہیں اگر  
تو ظاہر ہے یا گناہ مثال سے تسکین مطلوب ہو تو سننے زبردست آئندہ اور آئین شریعت سے  
اگر تو منکر ہو کر کہیں جاتا تو بیشک جہان و دلوں جانیگا و بان زردی سبزی حرامی

ساتھ جاتے گی اور اگر اوس کوکڑھ پر ایک آئینہ منہ پرار دیا آئینہ شیشہ ایسی طرح رکھا جاوے گا کہ اوس کو ہر ایک سطح اور اوس آئینہ یا شیشہ کے ایک سطح ایسی طرح ملی ہوئی ہوں جیسے دو آئین یا دو تہر یا ہم ملی ہوئے ہوتے ہیں غرض فقط تلاق ہو نو اوس آئینہ یا شیشہ میں منکسر اور نافذ ہوتو ہر رنگ آئینہ یا حرارت شیشہ کی بنیادی وجہ اسکی فضا ہی ہے کہ نفوذ اور عکس کے صورت میں بنا سے حصول نور و حرارت مقام معلوم میں آئینہ اور آئینہ شیشہ پر ہے اگر آئینہ نہ کر اور آئینہ شیشہ نہ تو تو یہاں نور آتا نہ حرارت آتی اور وہی صورت میں حصول نور اوس آئینہ پر حصول حرارت اوس شیشہ پر ہوتو ہنیں اسطرح یہاں سمجھ لیجئے کہ مسو غلط دیو ۲۰ و اجارہ باطل کی بیع یا اونکا سطلم اور گناہ ہر یوتوق ہی اور مسو بیع فاسد کا سبب یا اسکی بیع غلط اور گناہ ہر یوتوق نہیں واللہ اعلم و علہ

انہو احکام کو عرض یہ ہے کہ اگر سزا اطراف بلن میں کچھ شور محسوس ہو تو اوس میں غل اسم ذات رکنا کیجئے اور یوں سمجھا کیجئے کہ محل شو کا ہر بن نو مذکر خدا میں مشغول قلت فرصت او کثرت مشاغل کے باعث متصل تحریر کا اتفاق نہ ہوا اور فاتحہ تعلقہ میں لکھ کر تمام کیا اسلئے روز بروز تحریر ارسال نہ کر سکا حال روانہ کرنا ہوں رسید سے مطلع فرمائیں حافظ زخم شمس صاحب غیرہ اجنبات اگر اتفاق ملاقات ہوا دیر اور تو میرا سلام عرض کر دینا فقط اس تقریر پریشان کو دیکھ کر میں جانتا ہوں آپ بیت

پریشان ہو گئی اور شاید فلجانی بھی نہ سمجھ کر دیکھنا ہی دشوار ہو پر آپ کے فحوائی کلام سے اس قدر  
 تشکیں سوال کے مشرق میں منہم ہوتی تھی یوں سمجھ کر کہ آپ فہیم کی تسکین اور سپرک بانٹنے  
 تو معلوم جب تک کہ بات کہی جائے امید نہیں کہ آپ کا ترو دجا ہے یہ چند اور اراق  
 کر دی ہیں اور آپ یامان ہوں کہ یوں وقت کہو یا اور کسے کا غدر سیاہ لدا آپ کا مطلب  
 اصلی تو حفظ اپنی بات سے متعلق تھا کہ مال رشوت غصب اور کسب و زنا و دیگر مجرمات اصلہ  
 ملک میں نہیں آنا اگر مالکان اصلی معلوم ہوں تو ہٹا نا واجب ہے ورنہ بغرض دفع عذاب  
 اور کسے ذمہ تصدق واجب ہے پہلے والی ایسے بلے میں ہوں کہ افلاس کے باعث یوں بہ  
 جان ہونے لگا اراٹان ہور نا تو اب وہ اگر ہو گا تو مالکان اصلی کو ہو گا یہاں سے عزت لگتا  
 کہ ملککان اصلی اگر کا فر ہو گئی تو چہ صاحب کی کوئی صورت نہیں حیدر فرار کو یا کچھ بچاؤ سکے  
 والدہ کو سلام کہدینا مولوی محمد الحسن صاحب طباطبائی اور یاد رہے تو سلام کہلا کر آنا اور  
 کہدینا نہ تفصیل احوال لکھتے ہو نہ بیان دل داتا ہے جہاں آپ اور کام کرتے ہیں ایک  
 پرچہ جاری نام ہی لکھیہ بھیجی سولہویں کا لکھا ہوا عدد ہے مولوی احمد حسن صاحب کا  
 خط آیا تھا اسی روز کی روانگی کی خبر لکھی تھی یہ حال معلوم نہیں آپ ہی دعا کریں اور

ملنے والوں سے سلام عرض کر دیں تہذیب فیض

در تیس مرتبہ الحان السلام بسم الله الرحمن الرحيم نفیر محسن

نفرین حلق بیچو ان محمد قاسم مخدوم و کرم قاضی محمد اسماعیل صاحب کی خدمت سر اپا برکت  
 میں بعد سلام سنوں و شوق منوں کے عرض پر دار ہے کہ آپ کا عنایت نادر باعث افتخار  
 ہوا چھوڑ کر تعجب آپ کے لیے گو گو کی جنگری میں نکلتی و باطل ہے کہ یہ مطلب نہ رہا اپنی بات سے  
 مطلب ہوا بدولت عقل و فہم تو درکنار لغت کی نام پر یہ تک بختی ہوں مجھ جیسی خوشی کو جس کو ایسے  
 فقید کسی خوش آتی ہوں کہ پہنچے حاجی حضرت آپ نے سنا نہیں جوا علیان باشند خوشی  
 جیسا بل پر سر پر غاش و لڑائی تو خیر ہو کہ کیونچہ دعوت کی تلاش نہو ایسی وقت میں علماء کو  
 لازم ہے کہ اپنی زبان کو موہ نہیں رکھیں میری کہنی کا یقین نہو تو ایہ وَاِذَا كُنَّا أَكْثَرًا  
 الْجَاهِلُونَ قَالُوا اسْكُنُوا اور سوا اسکے اور آئیں جو اس مفہوم کی میں باطلہ  
 فوادین مان جا بل ہو کہ حق طلب ہو تو اسکی تسکین خاطر لازم ہے سولیسے لوگوں کی  
 علامت یہ ہے کہ بحث مباحثہ کو تیار نہیں ہوتی علماء کے موہ نہ تو ملتی رہتی ہیں جو  
 انکی موہ نہ سے نکلا جائے پئی باندہ لیا جا بلوں کی اور ہم ملا تو انکی بات کو نہیں سمجھتے  
 اولنا خطرہ ایمان ہو سوا ان استفسار مسئلہ کہدینا الہی دی میں بعض نیم ملاؤں کی  
 نفرین نا بعض موعظ ناموں کی تحریریں سنکر اور دیکھ کر علم کی بات میں بانوڑائی لگی  
 اور توں شہور کو غیر مشہور اور غیر مشہور کو مشہور بتائی گئے اس سبب اور نیز انہی نقاب  
 اور والدہ کی مایہ ری اور بعض احباب کی تشریف آوری اور طلبہ کی خدمت گزار رہی



بہوش ہی کر رہے تھے۔ چاہتا تھا کہ اس بات میں کلم گہسائی اور زرق سفید کو سہا دہ بنائی ہو۔  
 بریں تنقی خواہ سکار روایات بشعرو مفید روایتیں تو یہ سویری پاس اول کتابیں کہاں  
 جو رہا میں کتبوں اور سنہ اول اور سنی کتبوں کے لیے قویہ لاؤں اور بتاؤں غرض ہر جو  
 کلمے سے نہ لکھتے کو اچھا سمجھتا تھا بلکہ چونکہ ایک کچھ تہا جو کلمہ گہسائی اور گہسائی آپ کچھ  
 کچھ سمجھتا تھا اور بریں ان معلومات اندیشیوں کو کسی اور بات پر محمول فرمایا میں اسے نفیر غفر  
 کچھ غرض کہ دیتا ہوں کہ لکھنے والے لکھنے والوں دیا جائی تو کم سے کم ہر بات کے لئے ایک ایک  
 دو دو جزو تو ہوں مگر یہ تحریر ہی قطعاً آپ کی اور آپ کے اتباع کے لئے کیا جانے ہے ورنہ آپ کے  
 مخالفوں سے امید قبول نہیں ان جنگجو سویری بات پر لکھا ہو گا وہ بھی اس سے منتفع ہو سکتا  
 علی بن ابی نقیاس جو طالب حق ہو گا اور اس کے لیے بھی بہر تحریر مفید ہوگی اسے حسب خواست مستغفر  
 میں ہی اسی بات کا پابند ہوتا ہوں کہ حوالہ دونوں معتبر ہی کتاب کا حوالہ دونوں سواہل ایمان کے  
 نزدیک کلام اللہ سے زیادہ معتبر کوئی کتاب نہیں اور بعد کلام اللہ کے بخاری شریف اور مسلم شریف  
 سے اور صحاح ستہ اور مشکوٰۃ سے زیادہ کسی کتاب کا اعتبار نہیں کلام اللہ کی آیتیں لیتے  
 اور کیا ہو سکتی روایتیں لیتے مگر کسی حدیث علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام بخاری اور ابوداؤد  
 راویوں کی طرف ہی وہایت کا گمان ہو تو پھر بخاری پاس کوئی جوایتیں حضرت منہ سے  
 حسین متبرہ لاہیں واعداؤں کا مصنف اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار بلکہ جاتی ہے

جانی بن ابی حنین واعداؤں کوئی عالم حق نہیں ہوتا آدمی بھی بنا ہوتا ہے اور کئی بائیں خود ولادت  
 کرتی ہیں کہ شخص نے عالم حق سے نہ سوخ معتبر زبان کی پہچانی کے لئے تو ہر اصل پہچانے  
 مگر یہ شخص صحیح ہے کہ تحقیق کے نزدیک قابل اعتبار نہیں نہ بوجہ علم نہ بوجہ دیانت علم کا  
 حال معروض ہو گا دیانت کی بات چوتھی تو ان کی باتوں سے پوری فعل اتنے ہے اول میں  
 نزدیک شہرہ برفہ خیر افعیٰ ہونا پھر علماء بخاری کے کون بھی کہتا ہے کہ اس بات کے لئے  
 کہ یہ قبول جسکو سختی ہو اور نزدیک معتبر اور مشہور نہ ہے اور کچھ غیر مشہور اور غیر معتبر کتاب ہے  
 مشہور اور معتبر ہے انی بات صحیح ہے کہ احادیث صحیحہ سے قول مذاوات حضرت جبریل ہی  
 صحیح معلوم ہوتا ہے اور خیرین میں ہی یہی شہوہ ہے چنانچہ ماہران نظامیہ معتبرہ اسکی تعلیق  
 کر چکے انشاء اللہ تعالیٰ فقط یا نہ جو کہ زبان پارسی سے اکثر افعال کتب تک واقف ہوئے ہیں  
 اور علی کوئی کوئی جانتا ہے تفسیر حسین کے معنی میں دشمنین انہو عام ہو گئے ہیں اور اس کے  
 بہرہ روزی مولانا ملازمہ وغیرہ میں تفسیر ہو گئے غرض چونکہ تفسیر فارسی میں تہی وہی  
 سلیس عام میں راجع ہو گئی علی کی تفسیر میں ایک طرف دہری ہیں باقی باقی ہونا قول معلوم  
 احادیث صحیحہ کے سوا اسکی تفصیل یہ ہے کہ بخاری شریف میں صحیح حدیثیں ہیں اور مشہور  
 کی تفسیر میں حدیثیں ہیں ایک اور خصوصاً حدیث سے بکا یہ ہوں سے کہ میری بال کلمہ ہی  
 جو جانتے ہیں جو لوگ کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو کہا و حضرت عبداللہ بن مسعود سے

جنگا برغمین کے کہ ایتہ فکاک قال تو مکن اؤ اؤ فاقم الی عبیدہ ماکھی  
 سے مراد حضرت جبریل کی کلمات ہے اور چہ توبانہ رو کی سہا اور کتا دیدار ہے  
 علیہ القیاس شریف میں صفحہ ۹۸ پر حدیث میں موجود نہیں ہے پہلی حدیث سے تو  
 بحوالہ رسول اللہ صلعم کی بون معلوم ہوتا ہے کہ ایتہ و کفک لہ نزلہ الخ یعنی میں  
 حضرت جبریل کا دیکھنا مراد ہے اور دوسری حدیث میں بون معلوم ہوتا ہے کہ ایتہ شہ  
 کفک لہ فکاک قال تو مکن اؤ اؤ فاقم الی عبیدہ ماکھی سے حضرت جبریل کا دیکھنا مراد ہے  
 اور اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت جبریل بون تو مرد کی شکل میں آتے تھے  
 پراسوقت جسکا اس سورہ میں بیان ہے اس سورہ میں آئے جو اؤ کی صورت اصلی تھی  
 پہلے اسکے بعد ثانی ۱۹ صفحہ میں حضرت ابو ذر سے دو روایتیں مذکور ہیں بغیر سے پہلی حدیث  
 میں توبہ الفاظ میں عن ابو ذر قال سألت رسول اللہ صلعم هل رآہ  
 ربک قال نورا فی اراہ موشاح نودی ہوشہو معروف بن اویس حبشہ  
 اپنی کتاب کونہ شلیفہ میں اؤ کی حوالہ دیتے ہیں اس معنی میں بون فرماتے ہیں کہ تمام اصولینے  
 سب حدیث کی کتابوں سے ساری راویوں نے نوٹ کر رکھی کو پیش اور ان کے  
 الف کو زبر و نون کو تشدید سی پڑی ہیں اور اس سورہ میں اس کے معنی یہ ہے کہ خداوندیکہ  
 نور کے پہرے میں مسطور ہے میں اؤ کو کو کو کہ سکون دوسری ایک روایت اور یہی ہے

اؤس روایت کے موقوف رہی کو زبر الف ساکن نون کو زبر یا کو تشدید ہے اس سورہ میں دو  
 احتمال میں ایک تو یہ کہ وہ نورانی ہے میں اؤ کو کو کہتا ہوں دوسری یہ کہ وہ فانی کو زبر  
 نوران کا خطاب ہے میں اؤ کو کہنے کے یہ کہتا ہوں چنانچہ امام نووی نے ہی تاویل کی ہے اور کو  
 بعد بحوالہ تفسیر عیاض مصنف شفا کتاب مشہور حدیث جو ثری مقرب عالم اور صحیح مسلم کے شراح  
 میں بون رقم فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں کہیں نہیں ملے اور کہیں اصول میں ہے اس روایت  
 کو دیکھا علاوہ میں اؤسی صفحہ ۹۹ میں دوسری حدیث انہیں حضرت ابو ذر سے موجود ہے  
 جسکا مطلب باقی محاورہ کلام اور واقع تحریر امام نووی کے یہ ہے کہ معنی نور دیکھا اور کو کہ  
 نہیں دیکھا سو جو کہ یہ دونوں حدیثیں ایک راوی سے ایک تفسیر میں ہیں تو دونوں کا  
 ہی مطلب ہوگا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور یہی تو اوکی  
 بھی غرضی ہیں جو مرقوم ہوتے اور اگر بالفرض اس روایت ماسلوم بے اصل کا یہی مطلب ہے  
 کہ میں مذکور دیکھنا ہوں تو اس سے کیا سوال جو ایک وقت کی رویت اور دیر ثابت ہوگا  
 سو کچھ کو اس سے کیا علاقہ جیس سورہ نجم میں موم صلوۃ ذکر کو کا ذکر نہیں اور بون  
 کہنے سے کلاس سورہ میں اور ان آیات میں احکام مذکور ذکر نہیں آدمی وہابی نہیں چاہتا ہوں  
 کہنے سے ہی کہ اس سورہ میں دیر خداوند کا ذکر نہیں وہابی نہیں چاہتا یہ چاہئے مشاہ  
 عبدالغنی صاحب حداد و صاحبان جلدیں تنی بات سے یہ کو کو کہانی ہو گئی اور اگر اس سے

بیرہ صاحب دہائی ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اربعہ اور حضرت ابوذر اور  
 حضرت عبداللہ بن مسعود اور اونکی بیٹی کے راوی بننے واسطے سے بخاری اور مسلم میں احادیث  
 مروی ہیں و علی بن قیس اس بخاری اور امام مسلم و امام نووی و امام حنفیہ و امام شافعی و امام  
 اتباع اول دہائی ہوجانینگے سو اگر یہی وایت ہے تو ہم اور ہماری سات پشت دہائی ہوگی  
 اسکو کیا کہیں گے کہ وہابیوں کی دور کو دور سو برس نہیں ہوئے اور یہ صاحب سوای شاہ الغزیز  
 صاحب کے اس زمانے سے پہلی ہوگدڑی ورنہ تہمت وایت کا ان بزرگوار کی نسبت  
 خوب موقع تباہ دیتے جو شاہ عبدالغزیز صاحب نے اصحابان جلالین کو دہائی بھٹاتا  
 کوئی پوچھ کہ یہ شاہ عبدالغزیز کو دہائی بنایا تو بنایا اصحابان جلالین تو آپ کے معنوں کے  
 دوسے یا سو برس پہلی ہوگدڑی میں مثل مشہور ورنے کو مارن شاہ مدار و نیر یہ طعن کرتا  
 اونکی حمایت کرتی تھی اب اناس بھی کہ اگر میری ان باتوں میں شبہ ہو تو اگر کہیں سے بخاری  
 و مسلم مطبوع ہیں تو بدیشان صفحات مسطور اگر کوئی صاحب علیہ السلام جو کون کتابوں کے  
 دیکھنے اور چھنے کا سلیقہ ہو مطابق کرائیں بلکہ صحیح مسلم کے صفحہ ۸۰۰ میں جو احادیث  
 نجی شرح نووی مسطور ہے او میں بجز واحدی جو امام نووی سے مقدم ہیں یہ ہوگدڑی  
 کہ اکثر علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو اونکی پہلی  
 صورت میں دیکھا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم کو دیکھا مگر

انتر صحابہ اور تابعین اور اونکی بعد کے علماء تو قول اول کے طرف ہیں اور حضرت عبداللہ بن  
 عباسؓ اور شاید اور یہی کوئی قول ثانی کی طرف ہیں اس واسطے یہ ضاعوی نے قول اول ہی کیا  
 اور دوسری قول کو بطور تضعیف فقط ذکر کیا ہے اعلیٰ بلفظ قیل سے نقل کیا ہے جس سے  
 موافق اصطلاح علماء ہر مراء ہوتے ہے مگر یہ ضاعوی کو واثق کہنے سے کون مانے ہے اللہ نے  
 مومنہ میں زبان دی اگلی کوئی انہیں پیار نہیں جو رکوی کو دتے ہمارے شوق چلا جاوے  
 اب بعد ان سب مراتب کے اناس سبہ کہ جو مسائل علماء متقدمین میں مختلف قیہ ہوں  
 ایسے مسائل میں ایک یا تین لیا اور ایک جانب والوں بطعن کرنا جابلون اور یہ نہ تو کنا  
 کام ہے ورنہ حقیقی شافعیوں پر اور شافعی حنفیوں پر طعن کیا کرتے اس صورت میں او  
 مسائل کے ایک جانب والوں پر صحابہ میں ہی مختلف قیہ ہوں اور یہ وہ جانیں ہیں کسی  
 کہ اکثروں نے ترجیح دی ہو طعن کرنا اور ان لوگوں کا کام ہے جسکی حق میں مولانا دردم علیہ السلام  
 بہت عراشاد فرماتے ہیں متعجب چون خلافا برکہ یہ کہ مرد و عیال اندر طعن کا پند  
 افسوس جابلون اور یہ ماؤں نے دین کو خراب کر ڈالا ایک صاحب لکھتے ہیں تو یہ ہے  
 اصول دیکھو وایت کہہ جاتے ہیں دوسری صاحب کٹری ہوئے ہیں تو یہ ہے  
 اعمال صالحہ کو بدعت کہہ سنا تے ہیں اہل حق کو جان بیکانی دشوار ہوگئی باقی رحا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثانی کا کلمن یا محال ہونا اسکا جواب کیا کہ ہوں طرفین کے دلائل اور



پراگیا جاننے کی چیز کی وجود کمون تو اسے خدا کے دونوں جانب کے صاحبزادے میں تشریف  
نظر نہیں آتا کہ اوکو بھی ایسے صورتیں ملیے رہنمائی کی تحریر میں اپنی اوقات کا خراج کرے  
اولیٰ دماغ کا جو کر دینے لگے مگر یوں سمجھ کر کہ وہ بھیجینگے تو اپنے فضل تعالیٰ صاحبزادے میں تشریف  
خوب بھیج جائینگے دو ایک مائیں آسانی کے لیے تیار منعمود من علماء متقدمین میں تو اس قدر  
اختلاف دیکھا احساناں توری و فنی میرے بات جگہ میں پر گئے کہ تیری عالم تو اس  
جانب میں کہ اسوار خداوند کریم کے سبکدانی اور نظیر ملک ہے اور وعدہ و نذرانہ کی ہونا خدا ہی کو  
زیادہ ہیواسطے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ ہٰی کے ساتھ یہ جملہ کیا گیا اَشْهَدُ  
اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ کے ساتھ نہ پرایا گیا اور یوں فضل حق صاحبزادے جو موار  
اوکی اتباع امر مانجے کہ تم میں یہ یوں صاحب مذکور کے دلائل کو دیکھ کر یوں معلوم ہوئے  
کہ وہ ہی دل سے اسی بات کے قائل ہے کہ کائناتی ملک ہے کیونکہ دلائل سے اوکی فقط امتناع  
بالغیر ثابت ہوا ہے اور امتناع بالغیر خدا کا ہی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ امتناع بالغیر  
کے بیہوشی میں کہانی داشتہ تو ظانی چیز کو جسے کسی غیب کی وجہ سے محال یا متنع ہو گئی ہو اس  
بات کو دلوگ ہی قائل ہیں جو ممکن بتلائی میں کہ خداوند کریم کے وعدہ و نذرانہ کے سبب کائناتی  
متنع کیا اور محال کیا متنع ذاتی اور محال ذاتی نہیں جیسے ممکن کائناتی اور اسکا نظیر محال اور متنع  
ذاتی ہے یعنی کسی غیر کے سبب محال یا متنع نہیں ہو گیا اپنی دستاوردی ہر محال اور متنع

ہوئی تفریق صاحبزادے کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ خدا نے وعدہ کرنا ہے کہ رسول اللہ صلی  
ثانی میں کہ وہ کھانا سو اسکا جواب ایک تو یہ ہے کہ جو چیز وعدہ کے سبب محال ہو وہ متنع بالغیر سے قطع  
بالذات نہیں کیونکہ وعدہ کے سبب محال ہونے اپنی ذات میں نہیں دوسرا یہ کہ وعدہ کا کرنا خود اس  
بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیکر کیا قدرت و اقتدار و اوی میں تھا  
و نہ وعدہ کی کیا معنی وعدہ تو امور اختیار میں ہوتا ہے جس بات کا کرنا کرنا ہے اختیار نہیں  
و وعدہ ممکن نہیں یا نہ کسی اور باتوں میں ہونا ہے نہ ممکن نہ ہو کر دینے کو اور نہ گونہ سے جو  
ناواقف ہوں بطور وعدہ کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرے بات کرینگے سو میرے بات ہم سے تو وعدہ  
خداوند کریم سے متنع نہیں ہمارا خدا ہو کہ یا زمین جو خداوند خدا و تعالیٰ القول کو ہم کی یا بھیج  
اوسکے ایمان و اسلام میں حشر ہی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خداوند کریم خاتم  
النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر آپ کا ثانی میں ہوا جو اسکی تو آپ نام النبیین نہیں اور خدا کے لازم ہوا جو  
سو اسکا جواب اول تو اسی تقریر سے مکمل آتا ہے کیونکہ یہاں ہی وعدہ پر دلالت کرنا اور دوسرے  
حضرت آدم باغیاں چار الیش کے اول النبیین میں و نہ آپ کی بڑے موافق حدیث گذشت  
نبیاً و آدم بین الماء والطین سے اوپر یہ خاتمت کہان ہو گئی سو اگر رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی میں ہے تو حضرت آدم کا ثانی میں ہی ہے علیٰ ہذا القیاس اوسطاً انبیاء اور اول ال  
اور خاتم انبیاء اور اول الاولیا اور خاتم اولیا اور اوسط اولیا بلکہ اول المخوقات اور

اور الخلق اور اوسط الخوقات سب کا ثانی حال ہو گا اگرچہ حال کے معنی میں تو اس سے  
 کسی انگارے قسری دلیل بہرے کہ جسے کل مستحضر یعنی ٹوٹری میں ایک ہی ہوں ہوتا  
 اعمیٰ ہر مجموعہ میں افضل ایک ہی ہوتا ہے سو اس مجموعہ میں جسی عالم کے افضل جناب  
 محمد رسول اللہ صلعم میں اگر ان کا ثانی موجود ہو تو یہ بات غلط ہو جائے بلکہ ایک مجموعہ  
 دو افضل ہو جائیں سو اس شہر کا جو ابدال تو یہ ہے کہ یہاں انواع باذنیہ انواع بالک  
 نہیں انواع بالذات کی ہر صورت کے رسول ٹوٹری میں ہوا علم اور اس کا ثانی ممکن ہو  
 علاوہ برین دو ہوں تو اگر سے میں ایک ہوں اور سب پہلو سے افضل ہوں تو  
 کیا قباحت ہے کوئی عاقل اس میں متامل نہیں ہو سکتا معذرا اور دوسرا تو اگر ایسا ہو کہ  
 او میں جنبہ او پر سے نیکو بچے تک ایک ہی ہے ہوں جس میں اس میں کل عرسد ہو ایسا ہی  
 او میں جس میں سین اور باقی ہوں ایسا ہی او میں تو کوئی صانع عقل اس میں انگارے نہیں کر سکتا  
 ایسے ہی اس عالم میں ہی دو افضل ہوں یا کوئی دوسرا عالم بلکہ اسی عالم کے مشابہہ جسی  
 اس عالم میں رسول اللہ صلعم میں اور عالم میں ہی ایسی ہی رسول اللہ صلعم ہوں اور باقی جسے  
 اس میں ہوں ویسے ہی او میں تو اہل عقل تو ان کا نہیں کر سکتے بلکہ خداوند کریم ایسی  
 ایسی عالم نہاروں پیدا کر سکتے ہیں جنہ بعض احادیث میں اس کے طرف اشارہ ہی ہو  
 اگر خداوند غور سے تاون احادیث کا مضمون اور اوراق کا نشان ہی مرقوم ہوگا ماسوا

اسے جسے ایک مجموعہ میں افضل ایک ہی ہوتا ہے ایسے ہی او میں یعنی کبریٰ ایک ہی ہوتا  
 او علیٰ ہذا القیاس اور سب ہی ایک ہی ہوتا ہے سو جسی رسالت صلعم اس عالم میں افضل  
 میں شیطان مثلاً بدتر ہے اس طرح کوئی اور سب سے بخداوند کریم شیطان کا ثانی اور  
 اور اوسط کا ثانی ہی پیدا کر سکتا علاوہ برین بر نوع حیوانی میں کدہا ہو گا لہذا علی  
 ہذا القیاس انواع اشجار وغیرہ میں ایک افضل اور ایک کمر اور ایک اوسط ہوگا اور کثا  
 ثانی ہی خدا سے پیدا نہ ہو سکتا چوتھی دلیل یہ ہے کہ ایسے دائرے میں مرکز ایک ہی ہوتا ہے  
 ایسی ہی رسول اللہ صلعم ہی عالم میں ایک ہی میں اس دلیل میں اول تو یہی خرابی ہے کہ  
 دائرہ کی او عالم کی تفسیر کہ جسے بجائے اشتباہت چاہیے جسے مربع اور مثلث  
 اور متطیل اور مخروط اور قوس اور قوس منحنی سندس وغیرہ کو اس بات میں دائرہ کے ساتھ  
 تشبیہ نہیں دی سکتے حالانکہ دائرہ اور اقسام مذکورہ میں اتنا اتحاد ہے کہ سب اقسام  
 سطح میں سے ہیں ایسے ہی عالم کو دایرہ کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے علاوہ برین  
 مرکز کی تفسیر فقط اتنی ہے کہ وہ بھی ایک نقطہ ہے اور یہ بات کہ سب کی طرف ہی بقدر  
 برابر ہو محیط کے باعث او میں پیدا ہو گئی ہے اس کی ذات میں داخل نہیں ہو گئی بلکہ  
 نہ تھا تو وہ نقطہ تو تھا پر یہ بات نہ تھی سو جو بات اپنی ذات میں نہ ہو بلکہ کسی  
 غیر کے باعث حاصل ہو گئی ہو جیسے یا نہیں مباحثہ آگ کی گرمی پیدا ہو جاتی ہے

اوسکو ذاتی نہیں کہتے عارضی اور خارج کہتے ہیں جیسی بانی کی گری کو ذاتی نہیں کہتی عارضی  
اور خارج کہتے ہیں اور جب ذاتی نہ ہو عارضی ہوتے تو اسی کی طرف منسوب ہوگی  
اور وہ غیر اوسکا باعث کہلائے گا جو جیسی مرکز کی ثانی کا ممکن نہ ہونا محیط کی جائز ہے  
انہی ذات کی طرف منسوب نہیں ایسی ہی رسول المرسلہ کی تائیکہ امتناع باعث محیط ہے  
ذاتی نہیں بانیہ اگر دیسا ہی دائرہ اور بنایا جائے تو جیسے سالہ دائرہ دوسری سارے  
دائرہ کے ثانی ہوگا اسکا مرکز اوسکے مرکز کے ثانی ہوگا ایسا ہی اگر دوسرا مجموعہ بنایا جائے  
تو جیسے یہ مجموعہ عالم اور مجموعہ عالم کا ثانی اول نظیر ہوگا رسول المرسلہ جو نیزہ مرکز  
مجموعہ کے نسبت ہیں دوسری مجموعہ کے اوس شخص کے مشابہ اول نظیر ہوگی جو نسبت  
اوسکے نیزہ مرکز ہوا اس صورت میں دونوں باہم ایک دوسری کے نظیر ہوگی ماسوائے  
جیسے مجموعہ عالم ایک مرکز ہے ہر نوع میں ہی ایک مرکز چاہے اس صورت میں ہر نوع  
میں ایک فرد ایسا ہوگا کہ اوسکا نظیر ممکن نہ ہوگا غرض یہ کہ دلائل اون لوگوں میں جو  
رسول المرسلہ کے نظیر کو متنع بتائی ہیں سو ان دلائل کی حقیقت تو معلوم ہوگئی جو طلب  
ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے وہ اور ہے اور جو ان صاحبوں کا دعویٰ ہے وہ اور ہے  
مگر چونکہ مولوی فضل حق صاحب مرحوم کے علم و فضل کا شہرہ ہے تو انکی نسبت یہ تقریر  
میں نہیں آتا کہ انکی غرض یہ ہے کہ رسول المرسلہ کا ثانی بالذات محال ہے اور متنع ہے

یوں ہو تو عجیب نہیں کہ انہوں نے فقط محال اور متنع فرمایا جو کہ انہوں نے محال بالذات  
اور متنع بالذات سمجھ لیا ہوا اور یہ سمجھا کہ محال اور متنع کی دو قسمیں ہیں ایک محال اور  
متنع بالذات دوسرا محال اور متنع بالغیر اس ایک کے لئے دلائل جدیدی جدیدی میں ان  
دلائل سے اہل عقل کو خود معلوم ہو جائے کہ فلا نام طلب ثابت ہوگا فلا نام ہوگا  
جیسے چاند سورج کے دیکھنے سے اہل بصر کو خوب معلوم ہو جائے کہ اس سے ایسا  
چاند نام ہوگا اور اس سے اس قدر چاند نام ہوگا جیسے آگ بانی کو دیکھ کر تجربہ کاروں کو  
واضح ہو جائے کہ اس سے گرمی اور اس سے سردی ہوگی غرض سب کو تو نہیں  
کہہ سکتا لیکن انہوں نے اس قافلہ میں جاہل ہیں اگرچہ نام کے مولوی ہیں پر مولوی فضل حق صاحب  
تو ایک جہی مذہب ہوگا لیکن اسی علم و فضل والا ایسا نہیں کہہ سکتا اگر وہ جہی ہی  
سمجھتی تھی جو انکی اتباع سمجھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم و فضل کا شہرہ یوں ہی غلط  
مڑھکچکا یاد آیا کہ مولوی نور محمد مرحوم کا مذہبی جو مولوی فضل حق صاحب مرحوم کے  
ارشد علامہ میں سے ہیں یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول المرسلہ کا ثانی ممکن نہ تھا بغیر  
سامنی خود اسکا ذکر آیا اور مولوی فضل حق صاحب کی نسبت ایک ظالم علم بیان  
کرتے تھے کہ انکی تقریر سے ہی امتناع بالغیر ہی ثابت ہوتا تھا یہ جہی انکی بڑی  
شاکر و دوسے ہیں اندو لکھا اس بات کا قائل ہونا خود اس بات پر دلالت



۱۳۷  
 کہتا ہے مولوی فضل حق صاحب کا یہ مذہب جو بیان دو نکتوں کو استدلالی بات غلط نظر  
 سوا کر بوجہ غلطی استاد انہوں نے مذہب استاد کو جو رات اور دو گنہ گار ہے کہ کوئی  
 اتباع عاقرین اور پسین کی سے کیا کام مولوی فضل حق ہوں یا مولوی مہمل خاں تعالیٰ اور رسول  
 صلعم کی بات سننی چاہئے سو خداوند سلیم سورہ یسین میں جو دو نوزخ کو یاد ہوگی آخر کو  
 میں فرمائے ہیں اولیس الذی مخلق السموات والارض بقادر علی ان  
 یخلق مثله لہدلی وهو الخلاق العلیم اسکا ترجمہ غلط فرما دین یہ ہے  
 کیا وہ ذات جسے آسمان زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ وہ انکا مثل پیدا کر دے  
 ہاں کیون نہیں وہ تو خلاق علیم ہے ہاں تک ترجمہ صحابہ غور فرماتے کہ رسول الصلعم  
 اور غیر رسول الصلعم وافق حکم اس آیت کے اس بات میں شامل یہ کہ اوکئی مثل پیدا نہ  
 علیم قادر ہے کہ کوئی کبریات خداوند کریم نہ ہوں گوں کے جواب میں ارشاد فرمائی ہو چیا  
 کے سنکر تہی اور یہ کہتے تھے کہ بڑیاں جب پورانی ہو جائیں گی تو پورا کو کوئی نہ کر لگا  
 عرض قیامت کا اثبات اس پروقوف ہو گیا کہ خداوند کریم اوکئی مثل نہیں قادر ہوگا  
 تو جو قیامت میں اوٹھیں گے کوئی ہو رسول الصلعم ہوں یا غیر اوکئی مثل بقادر ہو گا کہ  
 شروع سے دیکھتے تو یوں فرماتے ہیں اولو میرا انسان انکے خلفا کا من  
 نقطہ فاذھو خصیم مبین وضرب لنا وضرب خلقه قال من

بجہ العظام ومن یم قلیحید اللہ انشا ہا اول مرخص  
 مطلب اس آیت کا یہ ہے کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اسکو نقطہ سے پیدا کیا  
 پہلے پہلے چکر لایا نہ منی والہ ہمارے حق میں باقی نہ مانے اور بدائش کو بھول گیا  
 کہتا ہے کون زندہ کر لگا ہڈیوں کو جب وہ سر کر پورانی ہو جائیگی تو ہم نے وہ شخص  
 زندہ کر لگا جسے پہلے دفعہ پیدا کیا تھا جب اس بات کو لحاظ کیجئے کہ وہ اپنی بدائش  
 کو بھول گیا کہ ہم نے اسکو نقطہ سے پیدا کیا تو صاف یوں سمجھیں آتا ہے کہ جنکو  
 نقطہ سے پیدا کیا ہوا تو نہ زندہ کرنا اور انکو دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں اوکئی ڈ  
 مثل برنوخداوند قدیر قادر ہے جب چاہے ویسا پیدا کر دی سو چونکہ جناب رسالت  
 مآب صلعم ہی — پیدا ہوئی ہیں تو اوکئی مثل نہیں پیدا قادر ہوگا علاوہ برین  
 چہاں کہ بخاری الفیہ کی صفحہ ۴۳ میں حاشیہ پر جو الفتح الباری شرح صحیح بخاری  
 جو استاد عالم محدث شہور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے روایت حال کو  
 بیچگی جنکی حوالہ مشکوٰۃ ثلثین اکثر تہ ہیں ایک روایت رقم ہے جسکا حاصل  
 ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن الارض مثلھن کی  
 تفسیر میں رقم فرماتے ہیں کہ سات زمین ہیں اور ہر زمین میں ایک آدم ہیں یہی تہا  
 حضرت آدم ہیں اور حضرت نوح ہیں مثل تہا بن حضرت نوح کی اور حضرت ابراہیم

مثل تمباری حضرت ابراہیم کے جو حضرت عیسیٰ بن حبیب تمبارے حضرت عیسیٰ اور ایک  
نبی بنی تمبارے نبی کے حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے درمیان جو انصاری قوم ہے  
کہ امام حنفی نے اسکی سند کو کہا ہے کہ صحیح ہے، ان اتنی بات ہے کہ شاذ ہے اور اس سے  
فتح الباری ہی کے حوالے سے روایت جریر بن جریر قوم ہے کہ ہزین بن شبل ابراہیم  
کے اور سوا اکی اور خلقت ہے اور اس روایت کی سند کو بھی صحیح کہا ہے ماسوا اسکے  
حفظہ صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ کا مذہب یہ ہے کہ ان اور ہزین بن شری کی قیاسی  
میل ہوتی ہے اور وہ قیاسی فضا جو ہے چنانچہ یہ مسئلہ بنام تجدد امتثال اور کئی طرف  
منسوب اور ہزین بن شری قوم ہے سوا اگر کوئی شخص خدا کی نہ مانی اور آج  
کل کون نامتا ہے تو حدیث کی روایت اور حضرت صوفیہ کی روایت تو بالضرورت مانی  
چاہتے اور ان کو یہ مانی تو نجات کی یہ صورت ہے و باہون کی طرف ہمت ہے تو  
یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سنہین نہا لیا کو کہ گنہگار ہو جو شخص اس بات  
انکار کرے کہ خدا کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ثانی بر قدرت نہیں وہ و باہون سے کٹ گیا  
و خدا کو تو مانتی ہی ہے خدا تعالیٰ کو تو جویا ہے یہاں دونوں ہی سبب ہوا  
ہوا ایسی وہابی تو اصلی وہابی نہ ہو گئی جیسے آپ کی منگولین پیدا ہوئی خدا اوسے  
بجائی اب اس بات میں یہاں ہی قلم بہتا ہوں اگر زیادہ کہوں اور دلائل

اصلیہ اور اس سلسلہ کلمات کو تحریر کروں تو وقت ضائع جائیگا قلم گھس جائیگا اور  
فائدہ کچھ نہ ہو گا تو نہ سمجھیں گے ان اگر سمجھنے والے مولیٰ ملے تو کہتا ہوں اور قیاسی سادہ  
لیکھ دیتا فقط اگر ان ہزینات کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم محتاج خدا میں کہ نہیں پڑی  
سو خود وہ من جو شخص یوں کہی کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم خدا کے محتاج نہیں اس امت کے  
نظر میں جیسے کہ ان تقدیر کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے مجھوس امت فرمایا ہے و ہر ہزینت  
یہ ہے کہ انظر انوں نے یہی اتنا ہی کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مذہب کے مخالف  
متردد فرما دینے میں پہنچا دیا سو بعینہ وہی بات ان لوگوں نے کی کہ خداوند کریم  
تو سورہ فاطر میں ائمتہ الفقراء الی اللہ واللہ هو الغنی الحمید فرمایا  
یعنی ای لو تم ساری خدا کے محتاج ہو اور اللہ ہی حمید ہے جو لوگ محاورہ دن  
عربی میں اور علم معانی و بیان سے واقف ہیں وہ لوگ واقف ہیں کہ انم کو مقدم کیا  
اور الفقراء فرمایا فقرا فرمایا اس میں یہی نکتہ ہے کہ تم سارے کے سارے خدا  
محتاج ہو خدا تمہارا محتاج نہیں اور خدا ہی غنی ہے دوسری دلیل کے بعد ہو گا کہ  
فرمایا اور الغنی الحمید فرمایا غنی حمید کہنا یہی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ ہی  
غنی ہے اور کوئی غنی نہیں علیٰ ہذا القیاس سورہ محمد میں فرمایا واللہ الغنی  
وانتم الفقراء اس میں یہی سیکھ لیں کہ عیسیٰ بن رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہوں یا کوئی

بعد اس بات کے کہ کلام الدین دو جگہ یوں فرمایا ہو یہ یوں کہنا کہ رسول الصلعم  
خدا کے فضل چہنیں اوی کا کام ہے کہ اس بابین جابل نادان ہوا و در پردہ نظر  
اور نظار سلمان ہو گریہ بات کہ خدا غنی ہے اور خدا کے سبب اس کے محتاج اہل  
اسلام میں اول سے لیکر ایک ایسی زبان زد خاص و عام ہے یہ احتمال ہو ہی  
نہیں کہ اس کے لیے خبر نہ ہوئی ہو یہ یوں کہنا کہ گاہی اس بات کے کوئی جابل ہوا ہے  
دلائل مندرجہ استفا جو شخص کی طرف مرقوم میں وہ ایسی چیز ہیں کہ جنکی جواب  
لیکن سے ہی شرم آتی ہے کوئی بات ہو تو اس کا جواب ہی لکھی دلائل اشار الیہا اور  
دعوی مدعیین بعینہ الیہ نسبت جسے کہا کرتے ہیں میں چمکیں و طنبور میں چمیرا یہ  
جناب میں اگر یہ دلیل ہے تو معلوم تو یہ کہ مدعی مذکور کے نزدیک بعض منافقین ہی  
جینک بابین سورہ براہ میں یہ مرقوم ہے وما نقموا الا از اعتناکم  
اللہ و رسولہ من فضلہ خدا کے محتاج نہوں کیونکہ جب و وحید  
عائلا فاعنی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول الصلعم کو خدا فی غنی کر دیا یہ  
احتیاج کے کیا معنی تو یہاں کہ یہ یاد ہی نکلتا ہے آیہ والضحیٰ بن فطخ خدا نے  
غنی بنایا تھا یہاں خدا نے انہی مدد کے واسطے رسول الصلعم کو ہی ساتھ لیا وہاں  
مرفعیہ ہی موجود ہے نہ تھا یہاں میں فضلہ ہی موجود ہے جس سے یہ احتمال بھی آتا

کہ سارہ اغنا منافقین مانگی تا کی چوری وغیرہ کی چیز تین جو کل کو کسیے مطالبہ  
مواخذہ کا اندیشہ ہو بخلاف سورہ والضحیٰ کے کہ وہاں ایسے کو فہم کے لیے یہ احتمال  
ہی باقی ہے کیونکہ جس کے نزدیک خدا ایسا چیز ہو تو غور و بار کہ اس کی بندے  
اس کے محتاج نہوں اور خدا سے ایسے باتیں کیا مشکل میں بلکہ ہونی چاہتیں  
کیونکہ جب رسول الصلعم ایک خزانہ کا خزانہ دیا بیٹی ہو یہ جو یہ معشوقہ کی کئی  
خدا اور کمالا تہ نہ بلکہ سیکر اور کیا ہو گا ہی ہو گا کہ اور کو غنی کچھ تو کہیں اور  
لائی تعالیٰ اللہ عن ذالک علو اکسیر ان باتوں کو دیکھو اور  
حسن سکر دیکھا ہے کہ دیکھتے کیا بلا جہاں اور اس سے زیادہ اور کیا بلا ہو گی کہ  
دل مسیا ہو گئے نیک و کافروں کو کیا عقلوں پر تہرہ نہ گئے حتی و عقل  
کی تہرہ نہ ہی ایسی باتوں میں جو قدیم سے اصول میں داخل تہنیں بلکہ دین میں اور  
سوال کے اور نہ یوں میں فرق ایسے ہی باتوں سے سمجھا جاتا تھا آج کل کے لوگوں کو  
شبہ پڑنے لگا بلکہ اولنا صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجھ گئے صدق رسول  
اللہ صلعم یقول العلم و میکنہ الجمل یعنی علم کو سمجھا گیا اور جن  
ہو جائیگا شعر اسبندی شد مجروح بنیر بلکن طوف زین ہمدرد  
خری بنم اہل عقل کو کوئی نہیں چاہتا ہے عقلوں اور جابلوں کی بن آتی ہے



چند اور مقتدا بن گئی اور دین و ایمان میں ایک قوم پر ایک اور یا غرض نبی بلاتو میری کہ  
اللہ نے علم اظہار کیا اور لوگوں کو سیاد بنا دیا اس علم میں مولانا دم علی رحمۃ اللہ کا شعر اور  
آنا ہے شعر انشی از لیلۃ است این دو حمیت جلالت کثرت روان مرد و حمیت  
مخدوم من سوره والضحیٰ من بقرہ و وجدک عالم لا فاعنی کلمہ فاعنی  
عثمانی و بنوی مراد ہے کہ عالم عربی زبان میں مفلس کو کہتے ہیں اعنی خداوند  
کریم احسان رسول اللہ صلعم پر خدا ہے اور قائل ہے کہ تو ایک نابینا میں جس کو محتاج تھا  
سرا بخور و نوش پہنچاتا تھا میرے ایک حبیب تیری پاس نہیں پہنچا تھا کہ تیرا پاس  
تیری وادی کے سامنے گر گیا تھا سو نبی محمد پر احسان کیا تیرا نکاح ایک لالہ اور عورت  
اعنی خضرہ خدیجہ الکبریٰ سے کر دیا جو سوجان سے تجھ پر عاشق تھی اور مال تو مال جان  
فدا کر نکھو تارتی بعد از ان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو رسا تر شین  
متمول ہی تیرا جان نثار بنا دیا غرض اس آیت میں غدار و بنوی مراد ہے حکومت  
میں مال و دولت کہتے ہیں اور ان لوگوں کو جنہیں یہ غنایا یا باجوع میں اختیار  
سوالر اس غنایہ بہرہ دہ رسول اللہ صلعم کو خدا کا محتاج نہیں سمجھتی تو منگول ہیں تو  
ایسے بیسوں نکلیں گے کہ تو کہہ دے کہ نہ لنگ و نہ لدر وہاں دولت کی نہروانی  
اکثر لوگوں کی کہیں پہنچتی ہے سو اگر یہ استدلال ہے تو ہم جانتے ہیں مدعی خدا کو

نہ ظاہر نہ باطن ظاہر اور اس وجہ سے کہ غلام کا مال حکمِ نفی میں ہی کامل ہوتا ہے  
 جیسے کہ زمین اور سیکہ زنت اور باطن اس وجہ سے کہ غلام ناقص اور ناقصہ  
 غلام کا غلام ہے سو بڑی تعجب کی بات ہے کہ خدا میں اور بندہ میں باوجودیکہ  
 کوئی نسبت نہیں بہر بات نہ ہستی باندی غلام تو میاں کی ظاہر اور باطنی تھا  
 میں خدا کے باندی غلام اور اس کے محتاج نہ میں حالانکہ خود خداوند کریم سورہ  
 اور سورہ محمد میں سبکی نسبت فرمایا چنانکہ میری محتاج ہوا اور موافق قیاس نہ لور  
 یہ بات ظاہر ہے کہ جیسے غلام کے پاس جو کچھ ہے وہ میان ہی کا ہی اور اس میں  
 تصرف اور اس کی اجازت کے متعین نہیں غرض ہر دم اور سیکہ محتاج ہے بندہ کی  
 پاس ہی جو کچھ ہے وہ خدا ہی کا ہے بے اس کی اجازت کے اور میں تصرف نہ لور  
 روانہ میں اور اس وجہ سے ہر دم اور اس کے محتاج میں چنانچہ تمام احکامات سے  
 خاص کر ان حکموں سے جو خاص رسولِ الصلعم کے نسبت آئے ہیں صاف ظاہر  
 کہ جس طرح حکم ہوتا ہے وہی کہیں میں بلکہ طرف سے کہ اختیار نہیں نہیں خدا  
 خداوند کریم فرماتا ہے واللہ ما فی السموات والارض حبس صاف ظاہر  
 کہ ہم ملائک اور بنی آدم اور جو کچھ ان کی پاس خدا کی ملک اس صورت میں  
 بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ سیکہ پاس ہو خدا کی طرف سے مستعار ہوا جائے

ہر چیز ہر غرض اور جمعی میں میں دینے والے کو اختیار ہوتا ہے جب چاہے میں نے  
 اور سیر ہر دم اور اس کے محتاج ہے خدا کو بددعا والی اختیار ہوگا چنانچہ قدیمی مذہب  
 ہی ہے اور یونکہ خود خداوند کریم فرماتا ہے تو اللہ شمس قشاک و متزع اللہ  
 عن قشاک اس سے صاف ظاہر ہے کہ میں لینے کا اختیار علی العموم خداوند کریم کو  
 معلوم ہوتا ہے بلکہ خاص رسولِ الصلعم کو فرماتا ہے میں ولئن شئت لکن ذہبن  
 بالذی اوحینا الیک شم احب الی اللہ علیہا وکیلا شہد ہوتو  
 سورہ بنی اسرائیل میں دیکھ لیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسولِ الصلعم کی کمالات کو  
 خداوند کریم چھین سکتا ہے کیونکہ جب قرآن کو جو صفات خداوندی میں سے ہے اور ان کی  
 برابر کوئی نعمت اس عالم میں نازل نہیں ہوتی چھین لیا تو اور سب کمالات تو اس کے سبب میر  
 آئے تھے کیونکہ کتبہ کمالات دینی میں داخل ہدایت ہیں اور اسی سبب ہادی اور ہدایت  
 ہی انجان نام ہے چنانچہ دلائل الخیرات میں مرقوم ہیں اور بلکہ ہدایت ہی کلام اللہ  
 ربنا معشوق ہونا رسولِ الصلعم کا سورہ مسلم لیکن کلام اللہ کو کہتے تھے تو نامی اور اسرار  
 منکول اور مجہولین اور ابوالدکی وہ لوگ جن کی حق میں خداوند کریم محبوب ہم و محبوب  
 فرماتا ہے خدا کے محبوب ہیں اور ان کے معشوق فرق ہوگا تو زیادتی کی ہی کامیوگا  
 رسولِ الصلعم سے زیادہ محبت اور آپ شری محبوب ہوگی اور یہ لوگ ان بات میں

مگر چون علت نہیں کہنے کی ہی محبت ہے تو خداوند کریم کو ان کو کوئی نفع کمالات کے  
 نہیں لینے کی ہی طاقت نہیں کہ خصوصاً جب یہ خیال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب  
 کو کوئی سب سے اوچا می کا برین کیونکہ آپ کی محبت ہی انہیں اوصاف کی باعث ہے  
 جو جس صورت یا باعث احسان یا بوجہ مراتب نہیں موقوف کی وجہ سے محبت ہو  
 وجہ تو یہ حدیث معروفہ **اِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ الْمَصْرُوفَ** کہ جو کچھ طلب  
 کر خدا تمہاری نظر ان اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیون اور دلوں کو دیکھتا ہے  
 سویت اور دل کی خوبی ہی ہے کہ دل میں بہر اوصاف ہوں اور پھر ہی اوصاف باعث  
 اعمال ہوتے ہوں اور باعث اعمال ہی کویت کہتی ہیں اور احسان بمعنی شہور ہونے کی  
 وجہ ظاہر ہے کیونکہ خدا سب پر احسان کرتا ہے خدا پر کوئی نہیں کرنا اور کلام اللہ اور  
 حدیث اس مضمون پر ہوتی ہیں تمت بالخیر فقط **بِطَنِّهِ**  
**وَالْاِغْنَاءِ** سلامت السلام علیکم وعلیٰ علیکم غنایت نامہ را دیدم ایام  
 سامی بر سر گرجا میں اول شہنورد خود کردہ گوشہ عافیت کو کوچہ سلامت بستم  
 و بچہ خلافت کہ باغ خشتہا بنیامین باشد لب نمی جنبانم و دست بقلبی بریم  
 اگر کامی باصرہ احباب غنایت فرمان بستم و آمدہ ام و این سلسلہ اجنبانیدم  
 خدا تعالیٰ ہزار طرف مستفیذ ام انون بفرماندہ کتب و تحریر جواب ادوات سامی انجا

آئم شفیق من فہم نصیب اعلا شرافت رگرون نہ دند باز امید داد و انقیاد و از کہ  
 داریم تا کمون خالہ و مضمون دل فہم سپاریم ہمین کہ زبان بدانشیم و ظلم را قبلہ ان  
 ہمیں گرجا میں این غنایت اولین غنایت است اگر جواب ایجاب ہمیں ہمیں گرجا میں اداسہا  
 باشد ناچار بقدر ضرورت پیشکش ہے نہایم مسئلہ رفع مدین و جہا میں نہ چندان ہم ہا تھا  
 کہ خدا راں بہ روی ریا راق و اضطراب و تحقیق آن مبادیتر و ثبات واجبے  
 فرض نیست حدیث یا مئی موملہ ایجاب و افرافش شنیدہ ایم اری قرأت فاتحہ  
 اگر موجب پریشانیہ ہر دلا و گان راہ صفا باشد البتہ می ستر و نظیرین و ہمیں مسئلہ  
 انچہ نوشتہ ہے می نویسم نہ داند کہ فاتحہ را و نماز فرض گویند یا کسانیکو احسن شد  
 دین قدر موائی کہ فقط در یک رکعت کیا فاتحہ بخواند و در ہر رکعت بیاید بخواند  
 فرض نہ زیادہ از یکبار در یک رکعت است و نہ کم از ان کہ در ہر رکعت خواند و نہ  
 بیش از ہست اندر ہر صورت معلو کہ لا صلوة الا بحفظ الفتحۃ الکتاب وغیرہ  
 احادیث اشارہ بآن فرمودہ اند باعتبار امتداد زمانی ہمیں یک رکعت باشد و نہ  
 بیایست کہ در نماز یا بیچانہ وغیرہ افرات فاتحہ کیا رکافی می شد و میدانی کہ از  
 زمان نبوت گرفته تا این زمانہ بر آشوب یکس ازین حدیث بمعنی نفیہ مگر آنکہ  
 مجتہدان این زمانہ باین مکتہ رسد یا بحدیث کہ خلاصہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم



آن بود که در نماز فاسد یا نحو ایضا حاصل نمی باشد آنست که هر رکعت نمازی است جداگانه  
این نیست که بتوانی از آن نماز پرستان بجای دو رکعت صبح و چهار رکعت ظهر و عصر و عشا  
و سه رکعت مغرب و وتر را یک نماز تفصیل و ضرورت فائز درین چگونگی و بدیه اند که چنانکه  
باعتبار امتداد زمانی برین تقریر مقدار تعداد و رکعات تکثیر مصلو<sup>له</sup> لازم است و تا وقتی که  
نوبت از یک رکعت نگذشته و حد و صلوه بهم می خورد است بمن نور باعتبار مصلیان  
چنانکه از یک مغرور نماز واحد است و نماز چند مغرور نماز متعدد و نماز جماعت هم نماز واحد  
چنانکه بطاهر می نماید نمازهای متعدد نیست همین است که از انتفاع نماز غیر موقوف می شود  
مقتدیان را در ارکان نماز اجابت تقدیم و تاخیر نیست شش و امام هر که کافیه است اگر چنانکه  
بطاهر می بینی نماز جماعت بقدر دوم نمازهای متعدد بودی همچون مغروران متعدد نماز هر  
عبادت جمعی بود از فساد یک فساد دیگر لازم نمی آید و ارکان هر کس بطور خود  
مختار بودی یا بنیاد ای دیگران نمی شد هر کس را بسته جداگانه می بایست تقدیر اعتبار  
اول ظاهر پرستان نماز جماعت و ظهر و غیره را یک نماز چند و تحقیق نمازهای متعدد را یک  
بیک گروه کشیده اند و باعتبار زمانی ظاهر نشان نماز جماعت را نمازهای متعدد دانند  
در حقیقت نمازی است واحد که هر کس را بان هر کس است مثال اگر یک باشد تقسیم  
اشتراک نمی و احدی بمن شرکاء چند واجب و کاد و غیره حیوانات را چنین میگویند و قریب

کاسب و کاد و غیره اگر میان کسی شرک باشد بمنزلان بر بود این توان گفت که هر از این  
اوست و یا از آن این اسب و کاد و شرک اگر مرید از آن عبیر مرید و اگر در اطراف و بعضا  
تقصان بدیداد و در جمعه آن نقصان بدیداد القیچ که تفهیم توان کرد و همین  
نماز جماعت را با تفصیل و کثرت یا بدلی که آید و پس از این تفهیم هم فساد حق او را  
رباید این نیست که اگر همین وحده است این چه فرق است که انتفاع نماز امام موجب  
انتفاع نماز مقتدیان شد فساد و نماز مقتدیان چرا باعث فساد نماز امام نمی شود  
مقتدیان تابع امام شدند امام را تابع و برابر او اما ارکان چرا لازم نشد شش و امام  
مقتدیان را کفایت کرد و عیسی شش و تکلیف چون نشد اگر وحدت نماز سر یا به این حکام  
بودی بایست که امام و مقتدیان همچو شرکاء اسب و کاد و در جماعت هم برابر می شدند  
لذا فرق قیامین نوشتن و احباب آتش حق من این مثال که عرض شد فقط بعض  
تفهیم شرکاء چند و احدی بمن شرکاء متعدد بود و غیر هم این نبود که هر یک را شرکاء  
باشد بمن فاعله باشد مثال عام تفهیم این تفهیم بایست اکنون این فرق را کم  
ندین باید نشانید اشتراک بدو گونه باشد یکی اشتراک در ذات احدیان است  
موجودات مستثقل اسب و کاد و وجود آن تابع وجود دیگران نباشد اشتراک  
در قسم اشتیاء بطوری باشد که ازین مثال بر آید دوم اشتراک در اوصاف

اعنی در مغرب است و وجود مصادیق آنها بالاستقلال نبود بلكان اشتباه در وجه  
و تحقق خود محتاج دیگران به شدت سیاهی و سفیدی و نور و ظلمت نمی گوی که سواد  
وجود خود و بیاصل در تحقق خود و همین سان نور و ظلمت محتاج وجود ابیض و اسود  
و نور و مظلم اند و این قسم اشتراک شکران رنگی دیگر باشد اعنی هر یک در  
شکر کار و هم سمان در گز باشد بلکه یکی تابع بود و دیگر متبوع آفتاب و نورش را رنگ  
این طرف زمین و نور او را بین اگر نظر غایر است اینک هر کس که دام واضح است بقدر  
نور او احداست و منو متحد و یک طرف زمین است و طرف دیگر آفتاب و اگر در بودن  
آفتاب بطرف مافی تا بل باشد اینقدر انکار نتوان کرد که مجموعه شعاعها آفتاب است  
معرض یک سطح نورانی است که یک اعتبار و زمین دارد و یک اعتبار درخ بان مجموعه  
اگر فرق است همین است که آن مجموعه متبوع است و زمین تابع اعنی اگر مجموعه شعاعها  
ذکره باریست دست دگر دارد این نور هم باین رطبی معلوم دارد و در هر آن  
مجموعه میرو و چنانکه اینجا این نور نیست مجموعه شعاع را صفت حقیقی و ذاتی نمند  
و نسبت زمین مجازی و عرضی پس طور نماز را بنابر کیفیت امام نسبتی دارد که نور  
با مجموعه شعاع و با مقتدیان از باطنی دارد که نور مذکور باین جنبه که کسوف آفتاب  
موجب تیرگی همه حیات از ارض و سما میگردد و بطلان و فساد نماز امام بحث

بطلان نماز مقتدیان شود چنانکه طلوع آفتاب حصول آن مجموعه اول باید باطل  
زمین نباید تقدم نور زمین را طلوع آفتاب بکن نیست همین سان ادای امام ارکان نماز  
اول ضروری است تا نور آن نماز و همین ارکان مقتدیان نباید تقدم مقتدیان بیکار نور  
باشد چنانکه امر اتحاد و نور قطعات زمین را می باید که بوجهی آن مجموعه را بعد پس از قورش  
الکتاب نور مقتدر نیست چنان مقتدیان را باید که برکت استغفار مذکور بکن باشد چنانکه بجا  
ارکان امام را ندیش از ارکان امام کار خود کرده وقت استغفار مذکور بکن باشد چنانکه بجا  
آفتاب آفتاب بر نور زمین افکند و سایان زمین خاص برقع رخ آفتاب المصاب  
توان افکند مقاطعات دیگر هم از نور آفتاب بهره اند و همین ستر و امام هر را ستر شود  
و ستر مقتدی بخزان دیگران را ستر نتوان شد با همدا اشتراک در نماز چنانکه  
مجموعه شعاعها و روی زمین و نور است و چون نباشد نماز تیرگی از اوصاف است  
از ذوات اعیان نیست اشتراک اسب و گا و اقیاس نتوان کرد و پیدا است که  
اشتراک در وصف و احدا بفران کفیتی که مشندی بطوری ممکن نیست این نتوان شد  
که وصف و احدا باشد و موضوعات با و متعدد باز هر یک با استقلال باشد که دیگران  
ستفنی بیکدیگی لا اگر استغنا را استقلال است و دیگران دران وصف محتاج و اتبلع  
او نباشند آنرا نظر بر کتب معقول انداخته اند بلکه ذهن سلیم بدست آورده اند این

معالم البشر و بسببیکه عرض کرده ام می فهمد اکنون می باید شنید که چون مزاجات  
یکسان نباشد و باز از اقسام و صاف یا شغنی و ران هم نام حاصل و مقتدیان را باید  
بدی که حکم حصول الاغلاخه الکتاب اگر لازم است فاعنه بده المام ام  
نه بر فردا زان زبان و نه این وحدت شایه که اگر پیش ازین گفته بودیم که فغان  
یا مقتصدان توان کرد خیال اطلال باشد که نول می باید بده مقتدیان وقتی شاید که این  
وحدت را سبیل کثرت گردانند و تعدد مصلوه را با ثبات رسانند تا اکتفا عرفان بآن کنند  
که از خواندن یکی نماز فاعنه و عبارات ضروریات نماز بده و دیگران هم لازم آید مگر ازین  
لزوم است وقت تحریر همه عالمیان را طوعا و کرها قرات فاعنه و غیره را ضرور افتد چه  
درین باره همه عالم یک مرتبه فنادد اند تشخیص و پانزده توان کرد پس را استعمال فاعنه  
دقیقه شناسی امام امام اعظم کوفی رحمه الله علیه را باید دید که چگونه بایان رسیده است  
و کوفی طاعنان را به بابا فیکه بکدام مرتبه دانسته است چون ازین قدر فراغت  
دست داد و دیگر می باید شنید امام امام حنفی مفرد و امام قوی نقصان نماز بکثرت فاعنه  
دادد و مقتدیان ازین حکم یکسره نبوده اند بلکه مخالف این سخن گفته و مقتدیان  
را هم درین سبب شکسته است بده امام نهاده است باقی زیاد ازین چه گویم که را مثال  
ما و شمارا تعلیق خصی ضرور است این انداز لایق بی محو امامان بن زید بن ابی کثیر علیه

درباره فضل طفل میانه و شکسته اعراض توان کرد و همچنین ابله او شان را و شمارا بی  
ببین طو شیو و تکرار فکله که را که بنقول است و خود اعراض نیست الا قرآن و امثال ما را  
همین تعلیق ضرور است مذنب لایق بی اختیار نماید و خود فقط مذنب است  
در توفیق کس که سرور **بسم الله الرحمن الرحیم** و دشنام بکند  
کبرین خلائق که بکبار سنا محمد و عیسی علیه السلام بسامی خدمت عزیزم مولوی محمد حسن  
جعل الله فخره و عظما سلام سنون اول پیش کرد که گذارش می نماید که عالم بهر پنج قرین افضال  
الهی است آری حادثه کمال انگیز باشد این مفاوت الغریب است بند کمترین الغریب و غیره  
مولوی احمد حسن را مثل چشم و چراغ خود میدیدیم و همچو دست و پای خود می فهمیدیم و  
نمی پنداشتیم که روزی مفاوت هم رسیدنی است او شان فخرم و عزیزم مولوی احمد حسن  
پسر از چندی میروند بازمان بن و کوششهای من درین اثنا که رفیده الغریب رسید  
آن پنج پنهانی بر سر آمد و ملاقات نامه شد برادرم عالم محبوری است اگر است عارض حال  
اقارب الغریب نه بودی و دلم نمی خواست که الغریب را جدا کنم اگر آنچه بنا جاری پیش آید پیش  
سے آید بجز خبر چاره نیست هر چند و درم که اگر غایت احباب است و حضورم جواب تملیول  
که نفرستادم این نیست که جواب رفاهم الغریب بر افق چندان هم باشند نیست که ازین  
مخطا اطلاع نامه رسیدن بود امری بوالطیب و مضافتش ندیدیم که بجا ایش را فغانی که ان



که اختلاف جواب در این مقام مذکور شد است و بر این که هر یک از اشیاء که می باشد که  
 حصه از آن کلی آن کلی را عارض شود مثالش همین مفهوم کلی است چنانچه هر یک از  
 بر نوع و جنس و فصل و عرض عام و خاصه به همین متعدد و صادق می آید چنانکه در اشکال  
 بعد در این شمارند و جدا و در غیر اشکال و مآت بر نفسهای خود نیز بعضی اوقات صادق می آیند  
 اگر اشکال را ده گرفت که در اوقات غیر اشکال را عارض خواهد شد و همچنین باید کرد  
 مگر در حقیقت عروض الشیء بنفسه بر علم اخص حال است عروض نسبتی است و هر چیزی که باشد  
 مستند به حاشیتین است که ذات خود متغایر باشد از این جهت این امر در انضمامیات  
 هرگز صورت نپذیرد مگر در انضمامیات که کلیه و غیره نیز از آن اطلاق هر چنان نماید که بر عرض  
 عارض شود اما در حقیقت عروض الشیء بنفسی باشد اگر می باشد الطباع شیء واحد و  
 بر این اندک و می باشد که هر یک از عروض به نمایندگی می آید و کلیه و میان کلی و افراد و نسبتی  
 امری قائم بذات کلی نیست و در نسبت با فوق نیز یکی بود و مبدائی نسبت امری  
 متغایر نسوین می باشد چنانچه نسوین به نسوین عارض نشود و همچنین نسبت نسوین را عارض  
 نمیکرد و البته نسوین آینه شاهد آن می باشد یا گویا قیاس است از آن آن میشود مطلب  
 به حال واحد است با این دنیا چنانچه امری شطیح عارض نشود بلکه آن طریق ادراک آن  
 می باشد چنانچه برای العین دیده باشی و صورت مرئی متغایر آینه و می باشد آن می باشد

بنی

چنین نسوین آینه ملاحظه و نشان از آن امور انضمامیه می باشد و در حقیقت از هر یک  
 می باشد و متغایر می باشد اکنون معلوم باد که مفهوم کلی اگر نسبت ماضق و افراد خود کلی  
 از یکد عرض و فصل و تقصیر و تقصیر بقیام الشیء یا وقوع الشیء علی الشیء است از هر یک می باشد  
 امور انضمامیه را چنانکه دانی وجود مستقل در خارج نمی باشد اگر می باشد و در این می باشد  
 پس در این اگر چیزی مستقل بالذات است از بابا در محکوم علیه یا محکوم به توان  
 و آینه باشد نسبتی یافت است از آن صفاتی انضمامیه توان نمود اندین صورت اگر  
 لازم خواهد آمد بقدر لازم خواهد آمد که یک فردی از کلی یا چیزی دیگر پخته آینه باشد  
 و نشان از آن فرد و در گذر باشد و این چنان است که گویا آینه و در آن دیگر گاهی دیده شود  
 و ایجاد نسبتی باشی که در خارج این عروض الشیء بنفسه از هر یک می باشد کلیات انضمامیه باشد  
 صورتی نمید و چه در خارج اگر انضمامیات را وجود است آن وجودی است ضعیف که  
 بر توان انضمامیات یا دیگر امور مستقل توان خواند وجود مستقلی در خارج انضمامیات را  
 نیست که وجودی دیگر از آن را باید با وجودی که خود چه جدا باقی نسبت ثبات  
 با تکرار از آن چه نسبت کلی اشکال النسخ باید باشد نسبتی را نسبت معدوم اگر تنها  
 شود نسبت معدوم می باشد و چون آن نسبت به همان نسبت مضاعف کنند نسبت  
 ثبات با تکرار دیگر و باز از آن نسبت به نسوین مضاعف اول مضاعف کنند آن نسبت

foobaa-elibrary.blogspot.com

شکله بالنگیرد و بچنین قیاس باید کرد مثلاً نصف من چیست بونسبت موجود  
است و نصف النصف شکله بالنگیرد و را سومی چانسبت نصف موجود است  
و سومی شش همان نسبت نصف است اما مثلاً بالنگیرد باز دورا سومی شانزده  
همان نسبت نصف است لیکن شکله بالنگیرد و الداعلم بالصواب کتابی برین نظم نیست  
که از آن نقل کردیم اینجا بدل میرز و نقل نموده شد و در تحقیق و اظهر فی الموضع  
عزیزم جامع الکلمات مولوی فخر الحسن را دو کم البسطه فی العلم ازین ناکاره نمودند  
نام لیل اسلام سنون مطالعه فرمایند عنایت نام برین عنایت گم گرفت هر چند حاجت  
تجربین می نمیداد جوابات استقارات خود بخود مت رسید به خند مگر نظریه الیه بیان  
عرض پردازم قدم و دوام که مضاف بذوات و اعیان باشد قدم مطلق و دوام مطلق  
یعنی قدم را اولیت نبود و دوام را آخریت میباشد اگر در اوصاف گیرند دوام و دائم را  
الموضوع و الموصوف مراد باشد و از قدم مذوات الموضوع و الموصوف باقی هر چه بداند  
و اسطه فی العروض نوشته ام اگر چه مثل خطاست چنان بنامد از کوه چکرتی الهام  
بر اصطلاحات که اینغیر نیست یکدو بار اگر گوئیم رسید یا پیش نظم آمده اعتبار را  
نخستین خصوصاً نظر و گوش من که تویدو التفات قضیب اعداست مگر هنوز ندانم چه  
خطا کرده ام بلکه خیال احقر چنان است که حضرت معتمدان در فهم حقیقت و اسطه

فی العوض نظر کرد و اندک اگر گویم زیاد از مثال تواند که افرادش بر آن زیاده باشد  
نقطه واسطه و نقطه فی العوض خود نیز تعدد شد است که چیزی بجانب ذی واسطه نیز  
رسیده است و اگر مجموع بود ذی واسطه الان کمالات تمام توسط واسطه هر  
وجه و واسطه را واسطه گویند عرض کسانیکه بعدم موصوفه ذی واسطه رفقه اند همینست  
که انصاف ذاتی نیست یا گویم بالذات نیست بالطبع است و جهش نیست که در صورت  
افاضه استفاضه معدود احوال و صفی مبین و مستفیض مشترک باشد باعتبار  
مختلفین بجانب مستفیض انسابش حقیقه و اولی باشد و بجانب مستفیض انسابش ثانوی  
و مجازی چون وصف واحد قایم بر یک موصوف باشد و همین قیام را موصوفه <sup>الغرض</sup> اند  
ناچار این سخن اقرار کردن لازم آمد که واسطه موصوف است ذی واسطه یعنی وصف  
معلوم قایم بر مستفیض است نه مستفیض مگر باید داشت که در ادم را مستفیض نشد و موصوفه  
وصف است مثل سیاهی و ذات پیر سیاهی حروف نه انکار نیست اسم اوصاف و مناشی  
انبار از جانب بجای رسانیدن آنکه کاتب را می بیند و اوصاف را بکار برده و قسم اندکی فاعلی و  
فعلی دوم مفعولی و الفاعل و افاعله استفاضه بر یک فاعلی دیگر باشد کیفیت انصاف  
نیز بر یک بر یکی جدا باشد اگر وصف فاعلیست قدیمند ذات الموصوف و دو ادم ادم  
ذات الموصوف لازم آید و چون چنین است و البته بالذات بودن آن وصف نخواهد

تلاطم آن باشد اگر وصف مفعولی و انفعالی است نه قدیم است نه دوام اینست فرق ایسته  
و بالذات و بالعرض همانسان باشد که اول بود و همین است که حرکت تغییر را با آن  
حق او اول و بالذات است لازم و ظاهرا و صاف قدیم گویند چه حرکت تغییر و صاف  
مفعولی است و اینجا است که مثل درگوشه مفعولی در آنست صفت فاعلی میداند که  
اعنی چنانکه دیگر افعال لازمیه طایع افعال متعدیه باشند مین و طایع حرکت لازم است و طایع  
حرکت است تعدی است اکنون میبایست شنید که جاس نیزه مفعولی فی الصدوق را از این  
اعتبار کن میگویند که زیرا اصل و مقام سابق خود را از صدوق یافته فیه مگذشته و با  
اعتبار توان گفت که آن کما کان یعنی بر همان کیفیت است که بود تغییری باورادنیافته و  
منزبور آفتاب نیزه اعتباری نیست و آن خود همانسان است که پیشتر از آن بود و اگر اینجا  
کیفیت از طرف آفتاب یا چیزی دیگر عارض حالش گردد جاس نیزه را نیزه کیفیتی تازه عارض  
بالبقیه و در عبور از اینجا که گذارد و دیگر ممکن نبود باز اختیار است از حرکت گویند یا  
سکون لیکن اگر کیفیت عارضه بر جاس سیمی به جلوس است کیفیت عارضه بر زمین نیز سیمی  
به موجب است اکنون اگر کسی آفتاب را گوید که موصوف بان حضرت است که عارض  
بر زمین است از مایه صداد اختیار است بگوشتش با وجه پادشاه در آخر صفه سوم  
انتخیزه الناس دفع و دخل کرده ایم بقدر ضرورت یک جمله از آن مرقوم است آن است

باینهمه و صفت آفتاب کا ذاتی همین است که هر وی موصوف بالذات بود که اهل  
و آخرین عبارت لغوی رنگرنگ نماند به صورت آفتاب را و اسطوری الغرث گویند و غلج  
مستطید را که لافق بزین شده اند و اسطوری العروس نام هم میگویند که در سخن مانعش از  
که ام طرف را خواهد یافت زیاده ازین نوشتن فصول می بینم اغتریز بقصد تعلی عالم  
کمال اند با اینهمه اگر غلط کرده باشم مگر اگاهانده اگر باشد و اغتریز بکلیه بتنبیه دیگران هم  
اگر غلطی خود مطلع خواهم شد با خبر عرض مین دارم که انشاء الاعتراف خواهم کرد مگر  
فهمیدار شد است لیکن اهل فهم را سر و کار به تطبیق شد اگر با انقض در و اسطوری العروس  
و غلط کرده باشم با هم مطلع اخطا لغت خطا است چه عرض نمیکند که سلسله موصوفات  
بالعرض به موصوف بالذات اختتام یابد و بقصد بیان تقدیر خطیه توان کرد و حاصل  
این اعتراف از این وقت آن شد که وقت انصاف معروض موصوف بالذات را و اسطوری  
فی العروس لغت خطا است و میداست که این منزله لغتی باشد نه فقهی معنوی یا اهل  
فهم انجاش از گشت نهادن باشد و افشاش فطرت کار افشا بر ستانست نه تعجب  
معانی سخنان باقی در بار حقیقت زمانه یو چه قلت فرصت بخشی جدا گانه نوشتن توانا  
باینهمه و جوابات انفسارات مولوی محمد حسینا بقدر ضرورت نوشته ام و بعد از  
که اغتریز را مان قدر بر مضامین باقیه اگر باقیانده باشد اندر خواهد نمود و کمال است



این چند طور رقم زده ام پس از ملاخط این نام را نقل این نام بخدمت مولوی احمد رضا  
نیز فرمایند و فرستاد فقط همین مختصر و این حدیث نیز از جانب مولوی سید احمد حسن از حق  
نکاره بر ایشان خاطر محمد قاسم کنون میسازد مقبول باد عزیزین عماره و زبان عرب  
اگر سیاه را گویند بزم احقر و حدیث کان فی عشاء اشاره بوجود مبسوط است که مصلوح  
اول است و از هر صادرات اقدم و از رب در این کان کما اشاره به تجلی است که در  
است و از هر تجلیات اعظم و مبسوط اشاره دعوت انبیا کرام میاست و الباعلم  
چون بحث من حیث هونه سیمی یا سیمی از مبسوط الیه یا مبسوط اضافی میاین  
منهبات ملا یقعد ناگزیر است از مبسوط که باشد و آنجا نام دومی هم مفقود پس ملا یقعد  
رب یا اضافت فی محله چگونه راست آید اری اگر تجلی اعظم را رب گویند و مبسوط  
را عباد دور از حقیقت نباشد و الباعلم بحقیقت الحال صورته این تفرات این باشد که  
ذات بحت از احاطه قیود و تعینات و تشخصات برون است و در راه الوارده نظیرین  
لا تعید و لا تشابهی از عواض و لایه این ذات باشد و چون لا تشابهی را باستد دارد  
که ویت تشابهی و تشابهی است چه به طرف که روی تساوی است لا بزم تجلی اطراف  
و وسط و آنهم بطریق و مرکب است آید مگر چون آئینه را نسبتی نمایان لازم است  
اگر نسبت تباین باشد و نسبت را توجه اطراف بسوی یک طرفه و ملاطاف را توجهی

واقرب است از ذات بخت از دیگر غرضات از جهت بالغ و از دیگر غرضات و عدم او را  
 قریب تر ذات بخت باشد یا نه بهر دو منبسط اگر چه در مرتبه قوت از مرتبه ذات است لیکن  
 تا بهر دو است و میزدانی که اطلاق وجود از اطلاق مجرد بطلقاً بالاست بلکه اگر تحقیق است  
 همین اطلاق حقیقی است چه مفهوم حقیقی بالاتر از این مفهوم نیست اگر هست ذاتی است که با  
 مفهومات هم سر و کاری ندارد و دیگر مفهومات تحقیقاً اگر به نسبت یکی بالاترند و از دیگری نسبت  
 ان مطلق توان خواند نسبت دیگری قوتورند و از دیگری مطلق مطلق اند و مطلق پس  
 اگر به تجلیات مقید و نونی مقید از الوان باشد لاجرم بهر این تجلی گیری تجویز کنند که چنانکه  
 و عدم ادراک بجز ظلمت و عدم انکشاف هیچ نباشد و دیگر یکی همین باشد نظیرین اگر  
 اطلاق عبار بر وجود منبسط کنند بجا باشد پس این اگر موالا یعنی غائی گیرند چنانچه در موانع  
 کشیده باین منبسط آمده معنی ظاهر است و اگر اینجا هم تدبر کار فرمایند خیال احترام است که  
 این مفهوم را به حسب اتی خداوندی که صفت قدیر اوست و از جهان و کاد و جنگان ناپاک است  
 جمع هم یافته اند و در آرزو چنانچه این حرکت و حرکت است و جنبش از او منوط با و است  
 و میرانی که این مضمون را با هوا خاجی چه قدر تجانس است اگر فرق است همان فرق  
 روح و جسد و لفظ و معنی اوست و صورت و معنی نباید بین است که بنگار الفاظ مفرد بهر

حب یک جوی هم است و باین بهر ارتباط علم و حب هم آغوش است که انکار نتوان کرد  
 و اتصال و عدم حیل و تشکیک دیگر نمایان نیز از ان قسم است که در و از ان نتوان یافت  
 پیدا است که کار علم بر تمیز و انکشاف است که اول از هر وقت تحقیق تجلی اول و اعتبار  
 او از حیث تحقیق گشت پس اگر ان تمیز را تعین علی هم باین اعتبار کوین بجا است این وقت  
 این ارشاد حضرت صوفیه کلام عنوان الله علیهم جمیعین که تعین اول تعین علمی است بهر است  
 خواهد آمد و ارتباط بقلین نیز بجا نباشد و تعین به تدبیر و نظیر شد از هر که اهل سبق  
 نشسته اند و وقت از حد تجاوز شد که چه کم که با سخاوت این می کنند و صحت و عدم صحت  
 این قسم مضامین بر این چنین اقبام که نصیر یا شواست اول نمیکند باید کرد و با اینهمه اگر فرض کنیم  
 راست همین است بهر تقیید هر کس که حرکات نباید فرموده است یا عنایت منشی حمید از بیضا  
 سوره که سرایگاه اند و قاسم پس از اسلام خون میگرد و مباشرت با زن حالت منوع  
 است و اگر فرض بکنش با شانه شیطان در خجالت ناپاک بوس خود و برادر و حکم بوسیر با صلوات  
 که در حالت غدیره یکدیگر و در حالت منفرد لطف و نیاید فقره صدقه و بیضا بخیر روایات  
 مشکوئه نشین برین اول است و از ندعو ابن عباس قال قال رسول الله  
 صلعم اذا وقع الرجل بالهله و هو حاکم فلیتصدق بنصفه و یزاد  
 رواه الترمذی و ابوداود و نسائی و الدارمی و ابن ماجه و عند

عن النبي صلى الله عليه وآله اذا كان دما لم يمتد فيه رواه اذ كان دما لم يمتد  
فنفصت دينار رواه الترمذي بالمر كفاه ابن حنبل و اجابوا بانها ليست بحسنة  
كعدمه و من شذوا في ذلك فقد تميزوا بين معصيت ميت و ميت و ميت و ميت و ميت  
بشهادت حديث شريف صلوة بالجماعت تكفير ان ميت و ميت و ميت و ميت و ميت و ميت  
كلا من معصيت نقصان غبار و نقصان سوكند كه جبر نقصان انها بقصد كرده اند ما يملك  
و بعض روایات درین باره آنچنان تشدید می فرموده اند كه از جمیع معاصی بزرگتر و  
معصیت فرموده باشند هم در شكوه است عن ابي هريرة قال قال رسول  
الله صلوات الله عليه و آله حايضا او امة في دبرها او كاهنا فقد كفر  
بما انزل على محمد رواه الترمذي و ابن ماجه و الدارمي و غيره  
با و ابواب و ابن حنبل را زنا توان گفت زنا حكاهما زنا بران جاری توان كردن چنانچه  
در حاشیه كتاب است از كتابی نمی براید و نه انوقت كنج و نجوا هر دو مرد و فالاش درست  
مبود و در حالت معصی كي از چار زنا كنج نمی منوع نبودی و هم در نجات برده و اگر  
واجب شدی تا تبسيع معانف كه تبسيع اجازت آن در حدیث شریف وارد است  
چه رسد بلكه بعد اختتام معصیت ضرورت تراعی كرد و تجدید كنج و مهربانی افتاد  
و زنا بمون مباهرت را گویند كه باز ن غیر منكره اتفاق افتد و معمول در دوبر

خواه سالم این مجید را غرض نمی آید پوش می پذیرا مان چندان گزینش و هم غوا غوام  
نباشد چه معانف و در تبار و زنا بلی است معلوم اتمام نسبت ركعت كه تا عبادت شد  
روز است زیر و جوشش گزینش و خصوصیت و صفات شریف داعی ادرا قیام بلی مجامعت  
اجتماع بهر ترم مناسبه انقباض و انقباض تا كه است كه نوبت اجتماع رسانید و خوب كه باه ترازان  
باین اختصاص مندی اجتماع چون نشود و معمول جماعت بهر حال از امارات تا كه در وجوب و غیرت  
است ان بعض واجبات را مثل تردد غیر رمضان شریف بنقضاء و غیره و دیگر اتفاقا  
و خوب ندو بلكه طرف كشیده اند یا قیامه انكسار معصیتها چیست بیانش بود بطریق اولی  
آری انقدر می توان گفت كه وجوب و غیره اتفاقا اصل تنقیضش انحنی حیثیت قیام بلی بود  
لحاذا عدد نسبت ركعت كه امری است فاجبی از مرتبه حقیقت سزا به این وجوب است و قیام  
بلی رمضان اگر باینجا حقیقت قیام بلی مطلق داعی عدم تا كه است اما اول خصوصیت رمضان  
شریف و جمعی است قوی بر آن كه بعد رمضان شریف خاص بهر حال و ندی است یا زده واده  
خواستش خود میگذارد چون این با هر سر رسید میاید كه در كار خدا و ندی سر دم روز بهر نسبت  
است چنانچه فرموده اند و جعلنا التهار معاكشا میاید كه دیروز را معصیت دست  
برداریم و كمالتش اینست كه از خوردن و نوش و مباهرت زنا را اصل و مقصود و بلكه در آن  
و كمالتش باز نایم شب بهر راحت است چنانچه میفرمایند و جعلنا الیل لباسا



باید که در شب کرمیت حبت بستره بخیزیم باین وجه که مذکور شد صیام و قیام  
 رمضان فرض و مکروه و فریضت و تاکید راطلعه غایبی میسر و اجتماع و استقامت بدان مناسب  
 دارد تا حال طلیع از غایبی معلوم گردد و احدی را نگذاریم از آسانی نماز دوم مطلق قیام لیل  
 می خواست که مکول باشد چنان وقت است که روی غنایت بامندگان میکنند و بتعالی  
 رحمت بسوی ایمان می آیند یعنی چنانچه در احادیث وارد است تا صبح اول نوبت بفرمانند  
 این وقت بند و محتاج بچندین نیاز دارد و اگر بکلی نیاز از آن بماند مطلق روحی  
 دچار و لحاف چیده و پهلوی بستره زند و خوراک است که شریف کر است و لطف که مینا  
 از او بگیرند و از درگاه خود بربانند و میدانی زمین است حاصل ناکه مگر رحمت بطیقتان  
 و حق را بهین که با چندین دوامی و موجبات سرگرمی چنان از تن آسانی و خوشبویش  
 چشمه پر شوند و چشم چون نیست که در اوست این خدمت شدید انسان را  
 که خود صبر کند و گواهی داده اند منیر باینده خلوت و انشاد ضعیف و دشوار خواهد بود  
 و بقدر رحمت قلیل که دارد و هم چنان است با وجود آنکه صبر و سبب و لایق دشوار بزرگند  
 و قیام مذکور را نیز هر مکولات کشیدند با لجه و جیره تا خواهن نعل شب و غیر رمضان  
 و اجتماع بهر آن در رمضان نیست که عرض کرده شد و الا علم که محل و تر را باید شنید  
 که در احش هم کردند و باز جماعت می خوانند چون در خواندن و تر هر روز جماعت

ایهام تسادش باقر انقیص چنانچه بود اندیشه اختلال نظم میان آمد و با وجود وجوب  
 مذکور اشاره تنهایی وقت تا ابل دانش از نوعیات وجوب و این فرق بلیغ و راجع  
 و فرض را از واجب و واجب از فرض جدا شد تا بقیامت آنکه نسبت کرمیت از حد  
 حکم عبادت شب و روز دارد تفصیل این احوال نیست که روز جمعه را بدو و آن ساعت  
 تقبیر فرموده اند و نسائی و ابوداؤد و ابن ماجه و ابن ابی عمیر و ابی نعیم و ابن  
 از غفران و غیره نقل نموده است که روز جمعه و از ده ساعت است و ساعت اخیر است  
 جمعه را که مطلقا استجاب دعاست می باید طلبید امنیت یا قیام این معنون روایت  
 پیدا است که خصوصیت جمعه باین عدد و اتفاقی است هر روز را همین قدر است و باز  
 ششم در اصل بار و در هر پنج روز جمعه و ساعات شب و روز است و چهارشنبه  
 باز از این است و چهار ساعت اعی ساعت طلوع و ساعت غروب و ساعت  
 ششم و هفتم که باین ان هر دو وقت است و استقامت ناقص بر آید و باقی همان  
 است ساعت مانند و این طرف توقیف تقسیم کرده و از ده اشاره بان فرموده اند  
 که تا یک ساعت که معتدیه توان کرد چون ازین هم کم کنند نجاش را و معتدیه نماز و تر  
 بر خواندنی است و اند تقسیم کفان فرو فرقی فرستد و پیدا است که در نوع صلوه که کرد در  
 حساب آید یک کعت است همین را میفرمایند و همین را میگویند ازین فرقی و کاش

و این است که در بعضی از کتب آمده است که در روز جمعه و از ده ساعت است و ساعت اخیر است

و نیتقت استنباط نظر بر دو کلمه است جامع جزا و صلوٰه نظیر تمام صلوٰه است مگر اگر  
گویند نیتقت صلوٰه بین کلمه است و لیس است نظیر برین بمقابل یک است یک گفت گرفتند  
نیز او این عرض دارم این کتب خطی که از خودم در مباح و از بعضی تحریر و بیانات  
فایده شده ام همین که در کتب و قلم را بنام خودم حمل دارم بشرط و اسلام رسانند  
و واقعه محمد قاسم بغیر از جان ملکات نشان مولوی احمد حسن زاده المدعو و قد ره و  
لهالین اسلام و شوق بنویسید مباح بشنید که ملک اضافی است که تحقیق بر ملک ملک  
موقوف است اگر یکی از این دو کتب منهدم شود نسبت به این وقت بعد شد و در شیا  
مگر بعد با بعد از چه و واحد نیز انعام اصل لازم است چنانچه استیفاء و ملکیت از من  
میباشد که آنرا بهیابا قلم بنویسم و مایل از آن قسم اگر کون و فساد آن و فعلی است تدبیر نیست  
که ربع ثلث نفع و غیره اجزاء و بعضی علی سبیل التعاقب را حل شده نوبت زوال  
کلی برسد پس با کلیس از اجتماع جمیع ارباب و مجموع داده و فتنه حادث میشود دلیل از انعام  
بکفر هم از آن مجموع و از آن که آن هم فقط زایل میگردد و تحلیل مایب بهتر نباشد  
این دعوی کفایت و دلیل دیگر که نسبت پس اگر تخلف کنند ما بسیار ساید ما حقیقت  
گنیم که یکی از منرا می بود که با جمیع اجزاء او و فتنه بر تناسیب و تقارن خاص پیدا  
شد بود باطل شد و بدین وجه ملک ملک با تعلیق داشت و بعد که کشیدای حقیقت

و الله اعلم

روابط و آرد و کار آنرا گویند مگر حدیث آن با فعل این کس گیر است و میدانی که بعد  
ملک اول همین احداث ملک است که بوجه کمال منصرف از آن ذوالجلال است و ثانیاً  
قبض که از تفریعات احداث است مگر چون غرض از ملک تصرف و انفعاع است که  
علت فیه آن قبض مالکست و بی آدم مدار کار مالکیت قبض نهاده اگر قبض آن  
قابض مطلق که و الاخر قبضه یوم القيمة و السموات مطویات میماند  
اشعای از آن است نرسد لیکن اگر بر همین قیاس احداث تا تمام می آدم را نیز در حیات  
ملک قرار دهند بدین احوالی از قبض تا تمام او شان ریا است بالجمله صاحب بدین حالت  
که این احداث باین کیفیت که توزیر دست خویش است لاجرم از وجبات ملک باشد مگر  
چون این احداث مستلزم افتاد بیت اول است که ملک کس و دیگر بود و قیاس اینست که  
تاوان آن همچو املاک معصوب که بدیده غاصب افتد بکون این سارق خواهد ماند یا قیامند  
اول صدق است مگر تحقیق پس از آن املاک مذکور این چنین آمده که قطع دیدار آن حسابی  
نگرفتند و اگر آنرا توانی بود آنرا از آنرا بر اثر و در جواش نیست که اول سرقه و غصب غیر  
او اگر مطلوب است بغرض تصرف مطلوب است قبل تصرف اگر حکمی بر آن داده اند  
در بدو و غرض مذکور علی در آن داشته باشند و همین است که بر سر قه اشیا غیر متفق  
دست نرسد لیکن اگر بدین غرض متفق نسبت غرض موهوم و نظنون بدین احوالی قابل

تفریح آنرا باشد پس این آنکه مذکور که تحقق شد از آن تعرف موهوم که وقت سر وقت موهوم بود چنانچه  
 اتوی و احری بالحاظ باشد لیکن از آنجا که غضب و سرقه از اعدا است اگر غضب از انجا که  
 همان باشد که در سرقه بود اعنی تعرف مذکور و بالفعل صورت غضب بر روی کامل است  
 نظیر برین احکام غضب به نسبت احکام سرقه واجب الیه رعایت یافتن بلکه واجب است که  
 احکام سرقه را رعایت نکنند و نه در برده اعتراف و اقرار اجتماع الفذین لازم  
 خواهد آمد باینجه مصداق سرقه بالکل از ساحت وجود بر قاست احکامش که بدست  
 آن گردودند چگونه بر روی کار باشد غرض از اعلی علت موجب ال معلول شد این  
 قاعده نه تنها عقلی است احکام نقل نیز رعایت آن شاید اندا و اول همین که بهلاک  
 ملل نکرده ساقط نشود و باز عائد نمی شود در بلغا و غیره ممالک شایسته که پیش از غروب  
 شفق طلوع صبح صادق میشود و علی السبوط نماز عشا فتاوا و اند علی هذا القیاس  
 الفرض چنانکه قبل تحقق علت معلول بوجود نمی آید بعد افعلام آن بعدم میگردد یا نیست  
 آنچه در جواب خبر اول بدیم بخندند اکنون جواب شبهه ثانی نشود شبهه اول شبهه در انکار علی  
 ضروری است لهذا تاثیر شبهه اول شبهه و تاها وقت باید که انکار باقی است چون انکار  
 از میان بر قاست شبهه دوم که آید باید که محض لغو گردد اکنون انکار سابق و اول  
 لاحق متعارض نشوند و فعل الیس با و من ذا الاله چه تقدم و تاخر زمانه درین

باره قابل محاط نیست آخر خبر و قول خبر است و خبر محتمل صدق است و کذب چنانکه کذب  
 اول و صدق ثانی محتمل است همچنین عکس آن و صدق تضاد و نسخ را در یکجا کشیده آوردن  
 بیبره دیگری است سرقه و نصب لاجرم با هم تضاد دارند و هر که آخر است همان را موهوم  
 قائل افتد و دیگر را معدوم نه بر عکس میباید که در قول اول و آخر تضاد نیست نه اقوال مذکور  
 نمجمل اوصاف نه آثار موهوم فی مقدمه اگر باعتبار تلفظ اجتماع ممکن نیست گویا باشد اجزا  
 حدود از حکم الفلانیست نمجمل آثار مخبر عنه است که تقدم و تاخر یکی بر دیگری هنوز معلوم نیست  
 باینجه اندر حدود و شبهات نمجمل سلمات و الله اعلم هر چه نوشته ام با اعتماد بر این خبر نوشته ام  
 اگر بالفرض سلسله گردون است اینجه که اوی ربون بریش خواهد بداند اینجه اگر مستند صحیح است  
 و هر چه نوشته ام تقریرش نتوان شد و پیش نیست که یکدیگر و پریشان و اسلام و دود  
 در افتاد و محقق قاسم سلام سنون بمقدم رسانید و میرساند که قیمة انفریز اسمی حاجی محمد  
 صاحب را دیدم و بغضیل دیگران مسرور گردیدیم بمطالعہ اعتراض شد و هیچ و باب  
 او شان بحث تحجیم در گرفت این فعه نه اخین است که فهمی و انهم انفریز چنین در  
 هیچ و تاب آید غیر من است و من بل مولی الانام مولانا مملوک محل بر روایت او ستاد  
 خویش اعنی مولانا رشید الدین خاں صاحب رحمانه تعالی و قدس اسرارها که او شان را  
 باشیعیان معاملہ افتاد و مباحثه دارد و او می فرمودند که نقل شیعی از کتب و پیشانی



فبا این هرگز مطابق اصل نمیشد با تجربه و استقرار و دریافتیم که درین باره باتفاق بود  
و نهائی را از میان حال و قوا احوالشان پیروی اوشان باوشان چوید است  
تخلیف را بکار می برند بخیر و لاحق و سابق یا بتغیر و تبدیل و معاطط می اندازند از باب  
شان درین بحث بزرگ قابل اعتبار نیست مر و مقابل ظاهر است که نقل با اصل  
مطابق کند و این روایت نه تنها روایت است با وایت نیز درست و گریبان است و  
چون نباشد قومیکه درین اوشان عقیده و مذهب آنها را اسلام اوشان باشد اینجا را کنند  
چگونه خصوصاً درین افسانه یعنی معاد حضرت عمر مگر در تعلیقات اهل سنت و معتقد  
اوشان کمال ایمان حضرت عمر بن عمر بدیسیات از تعلیقات است چگونه تواند شد که  
یعنی شایع بخاری این کلمه بوجه اصل طبرستان اگر دیکت از اهل سنت که از کلمات  
حضرت عمر بن خنیز دارد و بر اخص اوشان از اول مطلع نیست آری شیعیان مثل دیگر  
خرافات اوشان درین قصه یعنی در معاد شعیب احوال متباخره دارند بعضی باین  
طرف هم رفته اند که اوشان از موقف القلوب بودند و شاید علامه عینی چنین گفته  
نقل گفته باشند این قول اوشان را در معرض تردید کرده باشند یا آنکه بطور تنزل بود  
کاش از این شیبی که در مقابل است نشان باب و مکتب دریا قوی نوشته اند بطریق  
ان نشان اول و دوحاشی بخاری شریف تجسس کرده می شد و اگر از ان کار بر می آمدند و

مولوی عبدالرحمن صاحب ریخته نوشته فرستادم در کتاب مولوی احمد علی صاحب  
نصف اول یعنی پیشتر بود و در رد گرد گشته بعضی پارایش باز بهر سیده بودند اگر  
ان کتاب و ان باب در ان پارایم و امید که تعلیقات آن باب را از مقام مقصود  
نقل کرده می فرستادند که اکنون چه تواند کرد که نه یعنی در اینجا موجود که او را نقل کردند  
تعلیق مذکور بر آورده شود نه بخاری چنین کتابی که مقید بقضایط باشد تا بنیاده اش  
از این پیش گرفته مقصود خود را نذر سید الکفر خود میداند که امام بخاری رحمه الله علیه  
یک حدیث را بکرات و مرات و ابواب مختلفه آورده اند و بعضی ابواب بنیاسات  
خفیه که در بادی النظر بر می آید نمی شود بلکه قبل از ایراد اوشان باین معنی نمیتوان  
و مناسبت نموند اوشان متخرج نمیتوان شد نیز بوجه اینهم ممکن نیست که قبل از اطلاع  
نشان دیگر از این بابت کرده شود تا اوشان مطابق اشعار را اینجا تواند کرد و باقی ماند  
اینکه سلمنا علامه عینی بخیرین نوشته باشد اما از قدرت الکانزیران کرد که حضرت  
عمر صلح حیدیه با انکار فرستاد عادت صحیح باشد این انکار اگر ناشی از انکار  
رسالت سید بر علیه علیه آله افضل الصلوات و التسلیمات نیست باز نیست و  
بجمله تکلیف حضرت عمر مگر معنی بخاری این گفت و میشود در اقصا اوشان علم این  
متخرج باشد بنده و نبوه حضرت مسلم از نبوه باز بهر و تحریر و این چنین نظر بر

خوش فحی القیر سخن طاعتی بنماید با خیال آنکه نامی از کلام در امور عبادت و عبادت می باشد  
کردن ضرورتی ندارد و غیرین بعد از آنکه احوال سابقه و لاحق حضرت عمر را این امر از کلمات  
او نشان معلوم میشود این دو مقدمه معلوم غیر خود را بدو یکی از کلمات و مقامات دینی و مقامات  
نبوی مسوق بودی نبی بود و نه امرش و نهیم فی الامم یعنی داشته بلکه احکام نظامیه که احقر  
از اکثر بنام بدی تعبیر کرده برای حضرت صلعم منوط بود و در حدیثین احکام حضرت سید  
انام علیه افضل الصلوات و السلام مانع نبوده بود و نگویس از ملاحظه تقریر خداوند  
ملحق با احکام دینی میشوند و دیگر آنکه در نگار جان شاکر که در نگارهای مانع قرار گرفته  
و بر او مخدوم خیال نمیشد باشد - و نظر محمد و مان دوی الاقله که افضل و فرات  
و دایان و مروت بهره وافر داشته باشند چنان مورد الطمان میشوند که بعضی مواقع  
وقت با دیده منازعه می بینند خصوصاً در امر کثرت نماز است و آن نیز خواهی نمود  
خود باشند تا این دعا را آیات سوره هود فلما ذهب عن ابن ایهیم الروح  
وجاءته البشری بحدیثی فم یوم لوط و از احادیث هم درین قصه  
جدید با وجود آنکه می گویند که علی و فضل رسول الله است پس از آنکه اگر شیعیان  
بمستند این حدیث مدعی نفاق یا ضعف ایمان حضرت عمر باشند لازم حضرت ابراهیم  
علیه السلام و حضرت علی و زبیر را در نشان خواهند نمود و آخر حضرت عمر کفایت کرده

حضرت ابراهیم علیه السلام و حضرت علی را هیچ کس در خصوص حضرت ابراهیم علیه السلام را  
که منازعت بلکه محاد و دشمن نبوده و حضرت خداوندی با نیت دین الهی هیچ تعلقی ندارد  
و حضرت عمر را اگر در معاد مذکور چیزی عرض کرد نظر محقق عارفان حضرت سید را  
صلعم و در حدیثی عرض کردند اگر نم باشد بعد نفی الدینی فی دین ما بین معنی گواه است  
و حضرت علی را چندین بار که در پاسخ غفلت حضرت رسالت صلعم کردند اما مخالفت  
او کردند و حضرت عمر رضی الله عنه را هر جا که با حق و حجت حضرت نبوی علیه و علی آله  
افضل الصلوات و التسلیمات افتاد مخالفت امری رود و دشمنان ایشان همه معین  
اگر اشتباه همین است که حضرت عمر را پیش آمده و باین وجه دشمنان را ضعیف  
بودند پس آنکه شیعیان حضرت رسول علیه السلام را ضعیف الايمان بلکه به ایمان محض  
کرد باشند و آیات سوره یوسف حتی اذا استیأس السلس و طفنوا انفسهم  
فدکذبا و بقرآن تحقیق فال قرآن مشهور و متواتر است مستند است  
باشد شرح می آید که در بین سوره یوسف می فرماید که یاس من روح الله  
الا لقوم الکافر و ن بازطن کذب خداوندی از شک که مراد او شیعیان  
است بالاتر است و ایمان را اگر حقیقت یقین صدق خداست علاوه بر این  
و اقدس سوره بقره کوع دوم بار سوم و اذا قال ابراهیم رب انی کیف

تقی الموفی قال اولد تو من قال و لکن مصمم علی دین امر شیعیان را  
 مستند کمال است چه خود حضرت خداوندی را بطریق فهم شیعیان در ایمان حضرت  
 ابراهیم ترد و افتاد و حضرت رسالت بنامی مسلم موافق فهم شیعیان این را بیک تغییر موند  
 نفس الحق بالشک من ابراهیم او کما قال و ازین جهت تمها در شک بودن  
 حضرت ابراهیم علیه السلام می بر آید بیکه حضرت سید الانبیاء علیه و علی آله افضل الصلوة  
 و التسلیم اگر قدر شک حسب فهم شیعیان معلوم میشود و اگر بطریق دینی حضرت ابراهیم  
 علیه السلام ایمان را جلد و اطمینان را جدا قرار میدهند حضرت عمر بن خطاب را در آنکه این  
 جواب را در نشان نمی شنود باز اگر تعصبی سخن پروری خود بر خدا و بیانت و امانت  
 عرض حضرت عمر را مستأخذا قرار دهد و با بغا و فراق این شخص و این فصل این امر را نهد  
 میگوید که آیة سوره هود بگذاشت شیعیان ملاحظه فرمائید و انصاف فرمائید که بجای  
 چوایی است اگر انصاف باشد بالیقین خواهند فهمید که بجای اگر گستاخی هم در گذشتند  
 اگر برین یک آیة قناعت نباشد آیة سوره اعراف که متضمن مقایسه حضرت موسی است  
 علیه السلام اعنی آیه افتملکنا بما فعل السفهاء من اذ انزلنا السحاب فمطرناهم  
 فضل بها من تشاء و تهدی من تشاء را شیعیان مطالعه فرمائید  
 و اما من سبب و تمیز و از خواهد شد و بر زبان کشانده و حق انبیاء و رسل هم پست و فرود

بهم خواهد رسید گر اندرین صورت حضرت عمر و طرفداران او نشان از غیر شک نیست  
 طاعت اقتدار انبیاء و پیروی سنت او شان شعرا اهل سنت است اگر انبیاء نیز نفوذ  
 بالهین بنده الزلفات تا بدیده ایمان نرسیده بودند و همین به ایمانی سرانگه کمال  
 او شان بود و نعم الوفاق بمنجیق حضرت یونس علیه السلام و سوره انبیاء و باره  
 اقرب بناس مرقوم است شیعیان خود ملاحظه فرمائید خود خداوند کریم در حق او  
 چه بفرماید و ذالنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه  
 فنادی فی الظلمات ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت  
 من الظالمین لفظ مغاضبا و هم لفظ فظن ان این تقدیر علیه بالغیر مطالعه  
 فرمائید باز در جواب سب و شتم حضرت یونس هیچ اشتباهی باقی نخواهد ماند و معنی  
 چنانچه نگارنده در حق حضرت عمر را اعتراف به تقصیر خویشین است و لایح  
 انی کنت من الظالمین در اخبار این اعتراف بیشتر ازین است از اشاره به  
 قرنی که سبست هویدا است باقی نگارنده در حق حضرت عمر و قصه ناجز و این  
 سبب که سبب بودن انکار عید مدینه را مشیر است بنی بران است که انجا می  
 خداوندی تا تیرای عمری کرد و موافقت وحی باعث اطمینان شد که هر چه کردم  
 حق کردم و هر چه نفهمتم حق نفهمم اما اینجا چون وحی موافقت نیامد این منازعت



خویشتر را بوجه کمال وجع و غایت احتیاط و نهایت سوزن نفس خود که شعله  
 انبیاء و ائمیه باشد چنانچه اودعیه ثانویه قرانی لازمه زبان انبیاء منقول اند و نیز از  
 صحیفه کامله که نزد شیعه نیز تصحیف آسانی است و اودیه دعوه حضرت امام همام  
 امام زین العابدین در آن مرقوم اند بران دلالت دارند که از من  
 خطا واقع شد که در پیش حضرت رسالت بنا به صلح این چنین جرأت کردم شاید این امر  
 از عرف و معصیت و تعصب قوم و پاس عزت خود در مقام صاست باشد شود این  
 واقع در کلام الهی بسیار انداز تطویل میترسم زین جهت بر یک آیه فتوح میگویم منقول  
 حضرت موسی علیه السلام در واقع نقل قطعه و سوره قصص پاره بیستم مرقوم است  
 هذا من عمل الشیطان ان سعد و مفضل مبین فقط و السلام  
 [شعوت من مولوی منصور علی صاحب کلمه التعالی السلام علیکم وعلیٰ علیکم  
 عنایت نامه رسید جوابش اینست که اول بهر اینچنین اقوال که بظاهر سر مخالف تصور  
 قطعه دوم بر این تعلیه باشد سندی میباید پس اگر شبهات سندیه نبوت است  
 که این سخن گفته فلان بزرگ است و اغیرو حسب تعلین ربانی علامات امانی از هر  
 قول و فعل ایشان نیست ازین سخن هویدا شده باشد آنوقت البته در اول جمله  
 تکذیب و تعلیظ آن سخن نباید کرد و درین ادب اول آن شدن بعضی پیچیده بری است

و در بین سخن خندگری چه اندرین صورت هر کس را کس را جرأت این چنین نهیانات  
 بدست خود ابرام و رونق با را را سلام خود را بگفت مگر اینها پس خاطر آن مشفق نمیکند و  
 اگر کسی این را از را گویند میگویم که مصدر و کلمات چنانکه ذات فیض الدرجات حضرت  
 خالق انبیین و سموات است همچنین مصدر صفات و اجسام همان مرقوم بکلمات است که  
 اینجا حدوث است و اینجا قدم اینجا خلق است و اینجا لزوم اینجا بیان است و اینجا لازم با  
 اینهمه لازم هم لازم ذات لازمی لوازم ذات اند که لزوم آن همان ذات فیض الدرجات  
 مثالی اگر بفهمیم این مراتب و فرق با همی یکبار است آفتاب و اشعه خارج و تقطیعات نور  
 ارض را که آنرا به موجب تعبیر کتب پیش نظر کتب جسم آفتاب آن نور را که در هر یک از این  
 مسیر را که در شکل گردیت در بر گرفته لازم بدارد و این اشعه خارج را که در شکل مستقیم  
 از ذات نور اول گرفته تا زین تسطیل آمده اند لازم ذات آن بدان و تقطیعات نکند  
 را از حد ذات آن نیاید کن چون این مثال بدینست اکنون که چند وصفات تقدم و  
 تاخر زانی نیست که زمانه خود را بنا وجودی و نمودی ندارد مگر از تقدم و تاخر ذاتی مایه  
 است چنانکه حاجیات خود را مقدم بالذات از علم و علم مقدم بالذات از اراده و غیره  
 صفات و افعال می بنماید همچنین در صفات خداوندی استقامت تقدم و تاخر ذاتی  
 شبهات بدیهه عقل لازم است مگر ابل حقان هم گمراه اند و بر این عقل هم درین باره

الانسان

looban-e-library.blogspot.com

جس فی کمال و اول وجود است و هر چه جز این صدور یافته پس این صدور یافته و احکام  
وجودیه و صفات و کمالات وجودیه از خود و علم و قدرت و افعال همه بر منسوب بران  
موقوف الوجود نیست زیرا نه عالم خوانند نه قادر و همچنین قیاس باید کرد چون کلامی که  
از انست سخن که باشد درج اولی ان همان وجود مذکور باشد و الا علم و چون حال  
صفات واجبی با وجود واجبی نیست حال وجود کمالات وجود ما چون باشد که این همه مثل  
تقطیعات نورین که یکی از بر تو بامی نور آفتاب آن اشعه خارج است اینجا نیز کمالات  
مکملات از ظلال وجود واجبی است و الا علم پس کلام و پیام و لغت و شنود ما نیز از احرار  
بان وجود چنان باین ارتباط رسد که احکام این تقطیعات نور آفتاب اشعه ان  
یعنی اینهمه تئویر که می بینی آخر الامور بافتاب نیست مگر چنانکه اعتبار اتعاق ارض بان  
و لحوق دیگر کیفیات ممکنه از تریخ و تشکیل و تسدیس و تخیس و غیره در تقطیعات  
صحن فانیها بر نور عارض می شوند تا بآن است اینجا نیز همان تابان ملحوظ ما بدینا میگفت  
که قاسم و منصور علیان نمود با در عین ذات پاک خداوندی است با همه چنانکه بر وجود  
و عاقل و فادان و دین قدرت و شرف اندر آفتاب چیزی دیگر است و بالای آسمان و  
و بن محبوب چیز دیگر است و بر روی زمین اگر چه از همان آفتاب و لکن نور را بدیده  
بهمین مکملات و ذات رفیع الدرجات را بدان که با روح لغت است و این در بعض

مربوط آنجا و جوت آنجا اسکان آن ذاتی در گراست این چیزی دیگر چون اینقدر روشن  
کردی دیگر نشود که حقیقت خود نه این وضع جهته بر زمین حاشا و کلا نه مقتض  
تدلیست که هر جایگی در ظهور دارد و بدی آدم نظرش نیست و در آفتاب و قمر و نجوم و حال  
و شجود و اب که بنص الم تر ان الله یبصر له من فی السموات و من  
فی الارض و الشمس و القمر و النجوم و الجبال و الشجر و الدواب  
و کثیر من الناس و یکفی حق علیه العذاب ثبوت ان قطعی است  
و انکارش نتوان کرد و مظاهرش در کمال مقصود با ذات ظاهر باشد مظهر آینه اگر  
مطلوب است اینهمه معاینه روی خود که در ان ظهور کند مطلوب است نه بذات خود و همچنین مثال  
مذکور اصل مقصود است و مظهرش بالعرض چنانکه معاینه عکس روی خود بی آینه  
صورت نمیدد ملاحظه تذلل مذکور بجهت مظهرش هر چه باشد امید نباید داشت تا کیفیات  
قلبی قناعت کرده از این مجد جهانی بنگار شوند مگر ذاتی که باین مصدر و صادر  
هر چه باشد و باین طرز و لازم هر کدام که بود و علاقه ما را نیاز و استغناء و حاجت  
و بتیویر یکطرف رنگ عزت و طرف ثانی رنگ تذلل بر گرفته لازم و صادر پس  
مصدر و ملزوم دلیل است گویند نسبت بر تو بامی لا تعد و حاد نه غیر باشد چنانکه  
جداست شعل خارج چنانکه پیش نور که روی که مندرج در جرم آفتاب دلیل است

و ان غیر مجتهدی طبعیات مشار الیه باشد شایع خارج و دلیل آن دو آن بمقابل لغز چون ازین  
 بهم خارج شدیم سخن دیگر بشود که این اجزاء زمانه تقدم و تاخر ذاتی است و باز انتقال من  
 حال الحال چنان اول فضا می شود اندم آن لاقی بوجود می آید پس اگر باین نظریه استقامت  
 و تنزلات و تحولات صفات که هم تقدم و تاخر ذاتی در آن است و هم در بعد نسبت  
 ماقبل انتقال من حال الحال وقت و زمانه و مراد ذات انرا استعاره گیرند از قانون محاسبات  
 و سلسله کلام ملباه و در بناسد پس ازین تعلمات شرح شعر مشار الیه می نویسم اگر اقبال این  
 شعر مخالف مقصود و بر این معنی من الوقت که در دم خدا را سجود که ذات صفات خارج بود  
 شخصی کامل است و الله اعلم بمعنی نیست که این سخن اول بود غلبه شوق راجع بوجود  
 منبسطا معنی وجود واجب و مانند آن نازل که وجود مذکور بود صمد و با مقصد خود  
 اعنی ذات پاک خداوندی دارد وجود انگارند که چون تا آن تحول و تنزل که بود صمد  
 وجود مذکور بر روی کار آمده با اعتبار تقدم ذاتی نامی و نشانه از صفات دیگر نبود  
 میتوان گفت که الوقت این فرق ذات و صفات نبود و هر یک را جدا بود در این معنی  
 و ان را صادر این را لزوم و انرا لازم این را ذات و انرا صفات گفتن زیبا نبود که این  
 اسما متضاده همچو فوق و تحت و بین و لیس و فاعل و مفعول و ضارب و مضروب و غلام  
 و مولی و دیگر اضافیات اگر تحقق میشود باید که دیگر تحقق نشود لغرض برین تعذیر مفهوم  
 لغز

نظارات باعتبار تقدم و تاخر ذاتی استقامت معنوم و نقصان است چون مفهوم صفات  
 نیست مفهوم ذات نیز نشاند و نفی بر روی باشد پس برگردد که ذات و صفات خدا نیز بود  
 اگر و در کامل و و اصل است نظریه بر مفهوم است نه بعد ذاتی لغز معنوی اصلی که هستی  
 محبت از انرا اندر برار موجود و همچنان باعتبار تقدم و تاخر ذاتی از اول و مقدم مگر  
 مفهوم مذکور با اعتبار تقدم و تاخر مذکور از مرتبه صادر اول و دوم را ند و الله اعلم  
 تکلیف الا شاف بالجمیع که جن و آسیب بر سر روی یا زنی می آید و توار و اعضا  
 او را بسجده میگردد و کما خود را از انرا میگوید همچنین غلیظیات وجودی بر مکنات خاصه قرار  
 و اعضا مکنات خود را یکجا خود گرفته و تجاریه غایب نماید نظام ازین زبان سخن می آید  
 و حقیقت منبع ان همان مرتبه مذکور می باشد و السلام نقطه غیر من داده الله اعلم  
 عبارات چند متعلق تفسیر است حتی اذ استیاس الرسل بر چه دیگر نقل بر دشت بود  
 مثل است لغز بیند ازین عبارات هو یست که دیگران هم باین طرف و آنرا بلکه تاج  
 المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس ماین راه رفتند ازاری مفسران دیگر همان نقلیان که  
 در باوی النظر پیش می آید این راه را گذارند بلکه بعضی از مفسران تبعه شده اند و  
 من حیث اعم که باین جلالت قدما فخر الدین لازمی را چند ماچنان بنیادیم که هر چه  
 ممکن است بر محتمل است و وعده خود دلیل قدرت بر مخالف موجود است پس اگر

از انرا سخن می آید

book-ah library halqapool.com



که امان وقت ظهور به نیازی مثل غصب و حمله و استیلا و عروج و سنان با  
 دیگر و زعمین با ما نیست نه سلب امان و دفع ان و نه تقبیل و نه جاری  
 ان لازم می آید با لجهل و تقدیر ثابت است که حضرت عبداللین عباس علیه السلام  
 که ما میگویم بلکه باید از ان چه ما را شرع کرده بود قبول آن بود که رسول عظیم  
 السلام را بحکم الحرم سور الظن احتمال و محتمل باشد پیش آمده باشد که احتمال می ماند  
 در امثال این مقامات از پیشتر شرع است اگر این باره گفتگو کنند شاید در ثبوت  
 این روایت کنند که این چنین گفتار و همه تفاسیر جاری است و اینکار این محال است  
 و ان ممکن بود محال نزع است بلکه در نظر انظر امکان امثال این افعال محال و قدح  
 دیگر اینکه این همچون را اینجا بی قول الرسول و الذین امنوا معصیت ضرر  
 الله یا اینجا خدا استیاس الرسول و این باره متناهی معلوم نمید و با هم یکدیگر  
 متعاقب نظری آمدند مگر الله که حضرت عبداللین عباس معصوم این خیال شدند  
 باقی احتمال بود که شاذ و زری مولوی محمد حسن صبادی باره ظن گفتگو کنند و گویند که  
 اگر سلمنا منظرنا بجانب رسول عاذاست و این ظن هم بجانب کبرای است کین این  
 چه جوار که بقول شما اگر ثابت شود امکان احتمال این قسم خیالات شود و ظن که خواه  
 نخواهد قوت احتمال به گمانی از ان می تراود و در کفر این قسم ظنون مایل نتوان کرد

و بجا این اعتراض تبیه کرده بودم که حدیث الحرم سور الظن را پیش کرده خواهم گفت  
 که ما در اول نام جوابین اعتراض پیشگفته استاده ایم و علاوه برین آیه یا ایها  
 الذین امنوا اجتنبوا اکثر امراض الظن ان بعض الظن اثم - و این  
 و خیال اشم آری درین آیه گنجایش را نسلم نظری آید و حدیث مذکور این قسم  
 حجت را مساع نیست چنانچه می داندست مگر از تعامیش را ایها معلوم شد که او  
 و در فرض ظن یعنی محتمل باک ندارد چون چنین سانساز نقل اقوال باید حجت  
 عرض حدیث مذکور هم نماند مگر اول عرض حدیث و باز عرض اقوال مستحسن است  
 و میباید از بانی اگر آفاق اعتدیان مستحسن است که اول آیه ان الله علی  
 کل شیء قدير را پیش کرده شود بجا این از فرق معدوم ابدی بودن نظیر نبوی  
 صلعم را پیش کنند باید گفت که نظیر صورت جناب هم معدوم ابدی است  
 اگر گویند چه معلوم است و عده ختم نبوت است و باره صورت ما چه وعده رفت باید گفت  
 معدوم ابدی را چه ضرر است که معلوم هم باشد یا نه بلیه این فرق موجب ابتلاع  
 نتوان شد تا احتمال امتناع موجه شود بلکه خود دلیل امکان است با اینهمه خاتمه  
 معهود عین ذات نبوی صلعم نیست پس اگر همین بنا را امتناع است لازم آمد  
 که نظیر ذات محمدی قطع نظر ازین وصف عارض ممکن و ضروری و غیر ضروری

بودن قهقهه خفا تم النعین هم باین بحث تعلق دارد باقی در تحقیق معانی نظیر مثل  
 هم خیال احقر باید شنید نزد احقر صدق خبری علی گنیم متع است اما نظیر این ممکن نیست  
 قسمی و درست آن داخل تحت الشی می باشد و نظیرش در گزاره داخل تحت الشی می تواند  
 وجود نظیر خبری بطرز احقر نیز نگیندای کمتر انطباعی است مگر انفسای یا یکی قسم  
 و دیگر را مقسوم گوشت علاوه بر این را قسم انرا مقسوم نخواهند تفریق است بلکه هر  
 امری شکر بر آوردن لازم خواهد آمد مگر انرا مشترک و نظیر خبری را اثری می بینیم  
 و در حصص متباینه پیدا شدن می خواجه قسمت از ان نگار است قطار است که در مثلث  
 و غیره می اکل توان گفت که اگر خطوط را تعین کنند به شرف توان بر آمد مگر انفسای  
 آید یا بعد حقایق ممکن است به قسم می اکل اند و کمتر انطباعی و در جاری رقی کمتر انفسای از  
 خواص وجود تورات است کسی تکلیف طبعی و موجودات خارج از عالم خود سزیه وقت  
 حصول اشیاء با نفس با هم حدوث ان در باطن قوت علیه و دست نزاد احقر از نظایر است  
 بلکه ممکن انقباض سزیه مقدم تسلیم ان لازم است بلکه بطور کلی نظایر نفس ضروری است و در  
 کلیت جزئیات با عدم تطابق صور با معلومات لازم خواهد آمد نظایر اضافیات تعقیب  
 نظایر مضاف و مضاف الیه ممکن است نظایر اضافیات را نظایر اطراف لازم است و چنانکه  
 سیاکل بشرق نشاء اطراف نظیر مکرر اند حصص وجود نظیر یکدیگر اند و سیاکل به متناهی وجود

نمونه

منبسط غیر متناهی نظیر برین ممکن نیست که کمتر انطباعی آن در وجود منبسط ممکن نباشد و وجود  
 ذنبی که از قوت علمیه هم میگویم و بعضی امور نظیر وجود خارجی است منبسط انطباعی با یکدیگر  
 آن و وصف خاتمت مقبوم اضافی است متناظرین مفهوم را تا نظایر اطراف این اضافات  
 لازم است و قبل از نظایر اطراف اطلاق نظیر عیاست و بعد تحقق اطراف و مفهوم اضافات  
 و تحقق نظایر هیچ خدش نمی توان شد الف لام النین در خانم النیدین انرا این است که بهر عبد  
 خارج است و اگر بهر استغراق است استغراق افراد خارجیه است نه مقدر حق است  
 که لام همیشه بهر عبد می باشد و معنی تحقیق الف لام همین است استغراق نوعی از افراد  
 عبد است نظایر دیگر انبار کرام علیهم السلام را اول باید پرسید که ممکن است بهر عبد  
 متعین اند و چش اگر همین خاتمت حضرت رسول اکرم است صلعم و لازم می آید  
 که خاتمت لذاتی خود موقوف بر امتناع نظایر انبار کرام علیهم السلام است و اگر  
 وجهی در گرام است و بدد باید آیتان فشا میز هبکم ایها الناس و یا  
 بلخرین و کان الله علی الدال قدید بر دوار ولات دارد یکی آنکه  
 مشیر را وجود حاجی و واحد لا اله الا الله ضرورت دوم آنکه معدوم ابدی بود  
 چیزی مخالف امکان و مقدوریت نیست و جبهوت بهر دو ظاهر است مراد از اخرین  
 اینست که بهر توالد مسائل کی بعد دیگری می آید که مقدوریت و امکان این خود بهر

نمونه  
 این دو مورد در انرا  
 در انرا مورد  
 در انرا مورد

ظهار است باینجه این امر را کس ضروری الوقوعی بنماید و آیات مشعور موت  
کفیل این وعید شده اند تعلیق آن بمشیته از قوه فیه باشد خبر از غیر معناد بودن  
آن میدهد آن معلول را از دل میر باید و آیه کل نفس ذائقة الموت درین با و  
حکم عالم رسانیده باشد تعلیق آن بشیء خارجی و عید کار و وعده میکند نه کار و عید از  
خداوند عالم بخین کلام میوه کی تواند که سختی بعضی وعید گذارند و گفتگوی تسهیل  
کنند بجز اینکه قطع نظر از تولد و فاسل آوردن بدل موجودین مراد باشد و دیگر چه  
گفته شود ظاهر است که با مخالفین انجین نکرده شد متعین بالغیر بذات خود ممکن است  
و بود غیر که آن غیر مانع نیست متعین گران مانع از خارج از ذات و صفات باری با  
لازم آید اراده خداوندی پیش آن غیر که خود توان کرد و ارشاد فعال لما یرید  
نفوذ بالبدن غلط گردد و اگر آن غنیقه دیگر با اراده است و همین حق است بخلقت  
هم همین طور متعین است + از معلومات خدا ممکن است که قابل تعلیق اراده خداوند  
باشد گوشت تعلیق نرسد چنانچه بهرات آن اند که قابل تعلیق البصار باشند اگر چه  
نوبت فعلیت تعلیق نرسد + فاعل حقیقه یعنی مصدر فعل قطار اراده است باقی متنا  
حاکم آن اندخواه باعث تعلیق باشند یا مانع آن در یک صورت واجب البغیر است  
و در یک صورت متعین مانع اند و دیگر باید شنید که اگر بخوای ولیست فعمد علی

دست زنده بود و انقضائ آن تمام نعمت شخصی کرده اتمام نوعی لایس کنند و بنظر  
از کمالات غصیه و دشواری پیش کشیدن که یکی را از غیر عناصر را بود قدری دلالت  
نماید باشند و دیگر یکی که در غصیه فقط سرمایه ترکیب و بود پس چنانکه ترکیب اول  
مجموعه غیر عناصر است و در ایجاد آن اتمام انواع عناصر کرده اند از اشخاص آن  
همچنان از ترکیب کمالی کمالات خداوندی که هر یکی از آن غیر بنمایست با و متعین  
در وجود با وجود آن سر و موجودات علیه و علی آن افضل التسلیمات و التجات سپرده اند  
نه آنکه تمام شخصی تمام کمالات کرده اند و اگر کرده اند و لیلی باید آورد و این شهر را جواب  
باید و اگر اندرین صورت اول تساوی جناب یاری عنجه و حضرت عبد کامل  
صلعم لازم خواهد بود یعنی هر چه قدرت خداوندی میکند قدرت مصطفوی هم از آن  
عاجز نیست علی هذا القیاس کمالات دیگر را باید فیندید و در صورت اتمام نعمت شخصی  
و نظیرت نام بطور مذکور اگر چه فرق بالعرض و بالذات هم باشند تا هم حسب عموم  
اوشان مخدور و علو لازم آمدنی است چه اگر بالعرض هم است از دو حال غایت آنچه  
آنجا است باینجا است با قدری هست و قدری نیست صورت ثانیه خلاف مفروض  
است و صورت اولی خود مخدور مذکور است علاوه برین موجودات دیگر اگر چه  
متعین از ربه در فیاض اند لازم آید که همه کمالات بطور مذکور که امت نقرموده اند



و اگر بواسطه مصطفوی صلعم کمالات شرف شده اند نقصان افاضه از تنگی و کمی صلح  
 قابلیت است این خود بخیا لکنی آنچه بایات دیگر از ازیات محمدی صلعم چند ان  
 تفاوت کمی و بیشی و خودی و کلا فی نیست کما بین مایه نبوی صلعم و ذات خداوندی جل  
 مجد است چنانچه ظاهر است اندرین صورت لازم است که بجهت صلی صلعم نوبت افاضه کامل  
 نرسیده باشد احوال عام که مخصوص بحضرت ملک عالم است بهر رسول و صلعم ثابت بگذرد  
 و به کل شیء محیط قابل شده قابل خداوندی باشد تا بقایا ملاحظه کنان و انوار لغز سوزی بصیعت  
 و کشت جلال اشراف از ازیات که کلیات همه بر نسبت افراد خود کلی باشند چنانچه از ازیات نسبت هم  
 بشما و تعظیم هم بواسطه و بذات خود در مرتبه خود آنها نیز جزئی اند یعنی شخص متعین اند  
 پس این شخص متعین را در است و زیاده ازین عدد برین اضافت بکما است نه در اضافت  
 و بکجهت تعریف و تمجید همین تعین و عدم تعین را گویند و یکم اگر همین جزیت است لازم است  
 که در اتمت علی که گفته نیز همین طور اتمام مراد باشد و در و انبیا  
 علیه السلام و امتیان فرق نماید و از خطاب علیه السلام کلیت مجموع گفتن حکم جایست بشما  
 سیاق و سباق مراد ازین نعمت خود این دین است و ظاهر است که مجموع دین بر  
 هر کس است نه آنکه پاره از آن بر این کمال است و پاره بر آن و در تخصیص آنکه اگر بگویند  
 جوابی بر آورده شود مانع از کلام الباع است بنو انگلف که حضرت سر و کلاه علیه الصلوات

و التسلیمات بمعنی طلب جمله احکام نمید چنانچه از خصائص نبوی صلعم ظاهر است  
 علاوه برین متحد وجود نبوی صلعم که از ضروریات امکان است چنانکه دانی و دلیلی دیگر  
 است بر امکان نظیر مثال موجود متناهی از غیر متناهی که اینجا خود و نبی صلعم خداوندی است  
 غیر متناهی قطع توان کرد انقضای تغییر بر اکل علوم که یک نبوی صلعم نیز از آن است کما در آیه  
 انما علمنا این مضامین چند بکمال محبت بطور پریشان نوشته ام اگر چه همگوش خود و ناغیر  
 اند که تمام تکرارها خالی از فائده نخواهد شد ان شاء الله تعالی پس این گوش نهان کنند که خشنی دیگر بگویند  
 جزئی جزئی مجرد است مغفوش و تحقیق خود اگر چه همچو جازی بجازی نیز در محتاج و دو کس است  
 یکی فاعل دوم مفعول مگر فرق نمایم مجرد و غیر نیز مری باید داشت القصد بجزات تعلیلت  
 باشد تا بفاعلیت بجا نبوی مگر هم باشد و در جزای مجرد و فاعلیت بجزای مکرلف بود چون برین فرق  
 نظر کرد ایراد از خصائص مجازات بکما فرقان محل مامل نماید تفصیل این اجمال آنکه مومن را  
 عبودیت و عبودیت ضروری است و در مقام عبودیت و عبودیت ترقی فی الغرض روز نماید  
 اعنی بجا اثرات قرب نوافل که همچو بعبودیت و عبودیت از ان تعبیر فرموده اند اثرات دیگر  
 بمحصل انجامد که اگر تعبیر کنند بمصر الله یا العبد و سميع الله بالعبد  
 توان گفت الغرض و مقام عبودیت بنده را بذات خود رضای و رغبتی بود رضا  
 او هر چه رضای مولى بود و همچو دوست و با چشم و گوش و بیکاری از کار این بنده بود

و اگر چه همگوش خود و ناغیر

بهر خدا تعالی نود اندرین صورت جزای معنی محض که محصل مجازات است  
 چگونه صورت بندگی این معنی خواستگار کاری است که نیاز از اعضا خود بظهور آید بلکه  
 کسی نگردد باشد آری اگر خبری بخبری را معنی کلی فنی گیرد بجای خود باشد چه  
 پاس ضروریات تن و اعضا خود بدین هر کس ودیعت نهاده اند و این پاس  
 لحاظ میدانی که بدین صغایست و از این پاس لحاظ ضروریات دیگران بر است  
 فزون غذا و دار و جامه و مکان هر قدر که بهتر خود مطلوب است القدر  
 بهر دیگران نیست مگر چنانکه مومنان از رضا و رغبت خود بخیرند بلکه رضا و رغبت  
 خود را در رضا و رغبت خداوندی فدا کنند همچو نقد رفتار رضا حتی تسلیم و غنی  
 جلالت دارند نظر بر آن همه کارهای ایشان بهر خود بود بهر خداوند کریم و آگاه  
 که جان و تن با هم از آن خدای دو و الجلال است و موافق و ما خلفت الخیر  
 الا نس الاما لیعبدون ما همه را بهر عبودیت آوریده اند که مستلزم  
 فناء رضا و رغبت است این رضا و رغبت سقلا اصل همه معصیت نادر  
 هیچ مجازات و سیئات بود و لاجرم مجازات ایشان منحصراً عذاب بود و اعمال  
 ثواب نبود و چون مجازات خود منحصراً ایشان بود با ضرورت نفس مجازات هم  
 قطع نظر از اصناف کلی منصرفی فرد واحد بود با این که نظر دقیق بنگریم مجازات

در آنجا بلکه عذاب بجای خود است و درین نظر ظاهر بلالت قرآن مقام الحاق عقید  
 با سو میسر این همه میتوان شد و انچه از صحت و عدم خبر خود پرسیده اند بحواب  
 مولوی الیزدروشت اند و جالبش بخیر آفرین و تحسین چه گویم مگر بغرض شرح و تفسیر  
 سخن آفرینش هم سخن گویم شدت کیفیات اگر چه بوجهی ضعیف و اجتماع  
 کیفیات باشد چنانچه از روشن کردن و آوردن چراغی دیگر بعد روشنی چراغی  
 در مکانی مهیود است لیکن این اجتماع اطلاق مثل نتوان شد البته بهر چه بعضی  
 ضرورت است و چه این دعوی نیست که ماثله از اوصاف مبالغه است و صفات  
 اشکال را موده و در نمی کل قطع نظر از مبالغه و اشکال این اوصاف را محال نیست  
 البته مراتب اشکال مبالغه را پیاپی نیست مختصر نیست که حیثیت اطلاق ماثله  
 البته حیثیت تقید و قطع که همان شکل باشد امکان ماثله است و چون نباشد  
 در ماثله تجانس ضرورت و این امر بقطع البته متصور است نیز گفت که این قطع  
 ماثله آن قطع دیگر است و سبب آن که در مرتبه اطلاق این امر مفقود است و در اطلاق  
 نباشد پس اگر داده هم ماثله باشد با ضرورت نظر بر تقطیع و تقیدی بود و در  
 مرتبه اشتداد اگر چه اجتماع و تضاعف است لیکن اشکال بر تضاعف که موقوف  
 بر تثبیت بودن قضا شدن و شکل نماند که مصداق شدت است و بعد از آن جمله

اکنون تعدد لازم نیست بر خاست و حدیثی که محل ثلثیت نتوان شد البته  
این ترس و ضعف قریب اول باید گفت فقط

بسم الله الرحمن الرحیم

مخدوم و کرم نیازمندان سلامت - بنده کزین محترم قاسم سلام سنون عرض بنمایم الهی  
رسید بطاعتش معلوم شد که آنمخدوم را این بار از مناظره انکار است خدا جناب  
مبارکباد و تقضای دانش و در اندیش همین بود اگر این قصه پایان نمیداد تا شاید  
معلوم میشد که کدام بر سر باطل و کدام بر سر حق است الا بمعنی غیر خدا نیست و وجود الهی  
اشاره بحدیث تشابه را از حکم که میداند و تحقیق این شریف قرار که دیدمان را از آنجا که  
اجبابا شربلی دارند و دین ربیت اشاره بان رفته - اگر صلح خواهی خواهی جنگ  
و گر جنگی کنی ندارم و جنگ - اجبابا را انجایش دست و گیر جان شدن بجای نماند  
اکنون مخفی دارم قابل گفت است و ارم که بغور مایل خواهند دید و مثل آن نامه که  
بجوانش سر فرافرموده اند به خود نخواهند داشت این نیست که پس از مشاهده او  
خوش بگمانان گوناگون و استماع غلط احسان جناب به یاری اقراطی ماحل  
بر حقیت نسبت خویش است نه نجایش انکار نسبت جناب مگر چون مخدوم سلوک  
بان خیر است که این کار کافیه - علی است نه کار قوه علیه الرحمه علی کار و کار

اینهمه نان قیام باشد که گفتند - این بد که تو میروی تبرکستان است  
تا گوارا خاطر مبارک را آن مخدوم در فرجه و گنگه خود خواهند فرمود و از دیگر ارباب شناسا  
خواید پرسید معلوم خواهد شد که مخدوم بیات این راه و اشارات بزرگان کلا جناب  
کارگران است و دیگران اگر اهل فهم اند چند برابر آگاهانه باشند بدین فهم مسلم میگردند  
که این نسبت با قوا و زوری ایشان در مقابل محو قرب بدان ماند که گفتارند و ران  
یا خبر در حضور و نزد یکسان بی بعد و اکنون تمیز او شان دیگران را با بنیاد نگار  
خویش همچو معالطه طبیعت صادق باشد که خود مبتلا می گردند اراضی همگرا بود و جان را بر لب  
آوده باشد که از اراضی او بیاران را چه ضرورتی حاصلان توانا چه سود ایشان  
چنانکه موجب حیات است اتباع جاهلان توانا سامان ممت این همه مضامین را  
بغور دیده هر سکوت بر لب بنده بار کرد و شمع تر نرسد سلسله جنابانی خصوص  
رسم جاهلان است خود را از اعلا شمعرون و باز این کار کردن نیز بدیای  
تهدیان اگر انکار کنیم چاست این بار بگذشتیم و نه ما کنونیات خود را به پیرایه  
نص و غیره کشیده چنین نظم و شتر در جناب می توانیم کرده اند چه باید بود و این باید بود  
و این اشعار را تا بل ملاحظه باید فرمود میر و عتیقی بالعبود و هو سلاحه  
صلا للخصوم اللہ لم یفصر فی ولا یفرعهم قحما اذا انما عتدی

بسم الله الرحمن الرحیم



عصا المرء يكفيه وان لم يكن به من السهم شيء كل افعى واسود  
 فاباك ابائك الملو فانني كما قال الحسن لقد يد معتد  
 لساني وسفي صا وما كلاههما ويبلغ مكاليل السيف يزيد  
 مخدوم وكرم من جناب مولوی عبدالغری صاحب علم بحکم کترین خلاق محمد قاسم  
 تسلیات مسنونه عرض می نماید عنایت نامه سامی ناگاه رسید یارب این چه کجرا  
 که آن مخدوم فکر ارتفاع اختلاف دارند خیر چه باشد دین زمانه مندر رفعت  
 این کافریت اگر اجازت باشد به مولوی فخر الحسن یا کسی دیگر از اصحاب و بنویم  
 از آنجا که حق طلبان را در استفسار از مبهمین عبارات باشد میدانم که این گذارش بعرض  
 قبول خواهد رسید اگر چه آنکه مندر مبین است فیهما ورنه ناخیر شرعاً بسلاست عاقبت  
 طرفین بخیر باقی ماند آنکه وقت مکاتبه سابق بحث از وحدت وجود خارج از بحث بود  
 و جزیرم افند مانند آنکه که مبادی مقدمات مباحث پیش از مده خارج از بحث می باشد  
 مخدوم من خارج از بحث اگر بود در کراستماع نظیر و اثباتان و در امکان نظیر قابل  
 تخذیر بود و زمانه اول من بیاد خدمت مدام که از آن محل نا شنیده گذشتند و  
 به وجه توفیت ما دور رسانید چون بحث مباحث دور و دراز باونی بجان و  
 کمتر تحریف زیر قلم آمدند ما را مانع آن کجا قدم باز پس نهاده بدان سو کرم احباب

و کجرا من مهربانان خود اندر رسانید اشارت ادا کردن مخفی بطور فصح که حق بر مسلم است  
 عرض میکنم تا کوار بسیار ظاهر شرع اصل باید داشت و تشابهات را بهر حد او  
 رسول صله الله علیه و سلم و اسحاق فی العلم باید گذاشت بر نسبت تشابهات تا مثل  
 ماوشما ایمان بحقیقت آن کافی است اما در پی تفرقه که حقیقت نباید شد که تا بکنه  
 آن بخواه اومان ناقصه توان رسید بسیارست که مردمان ایمان خود درین تحقیق درازند  
 عابد را معبود و خالق را مخلوق جلایا بد داشت آن عین این توان شد و کلمات بزرگان  
 را اگر موم خلاف این بضمون برآیند اول تاویل باید کرد و اگر توانا بد باید گذاشت و فقه  
 باید نمید که آنچه فهمیدیم باشد بجا باشد اگر آنچه فهمیم می آید غلط است بالجمله به کلمات  
 بزرگان و پاس آنها ظاهر قرآن و حدیث را بسوی آنها نباید کشید بلکه کلمات بزرگان  
 بسوی آنها باید بر چون اثباتها خداوندی و نبوی صله الله علیه و سلم چنین  
 میکنند اثباتها بزرگان چرا کنیم ما بکاران همچنین میکنیم وحدت وجود و لا محذور  
 الا الله مبراهیم میدانیم و ظاهر حکمت شرع را از آن هم برتر یا نیمه حسب سالی آنها  
 ناقصه دیدیم که اینها همه متعاقب و متوافع اند اصلاً تعارضی نیست آری بعضی  
 بزرگان یا در غلبه حال متخذه گفته اند که موم عنیت است یا سقط اشارت و نشان  
 چیزی در است و پیر این الفاظ چنانکه باید مطابق بر معانی نیامد و اساحت

نظر سزای لفظی بجای لفظی بر اندر یادداشت ندارم لغزش تحقیف محمول نقل  
عریفه بلف خط سزای ~~نقل~~ محلی الدین نصاحی از میکتم

فقط تمام شد

کتابت خبر بر ابراهیم بن ابراهیم از علوم هاشمیه  
لا سئلوا اناس الحاناً بلکه سال در سوال بر گری می بخشد یعنی بر دیگر می بخشد خبری  
می طلبد و آنکه برای دیگر سوال میکند در تحقیق آنرا سوال نباید گفت بلکه آن سفارش  
و شفاعت است و آن است که برای خود از کسی خبری طلب نماید و پس چون آنست که در  
سوالان جمیع سال بر گری و در پی او افتادن ضروری است و سوالی که برای خبر باشد گو  
نظار بر جمیع در پی او افتادن بوقوع آید اما نظر تحقیق سوال ترا گفت آری صورت  
سوال است و فی تحقیق سفارش است مگر سفارش ممنوع نیست بلکه مشروع و مطلوب  
و مستحسن است مگر بر این غرض الحاناً که الحاناً بمعنی پیچید نیست بیان حقیقت سوالان  
نه قید بگانه و حاصل نیست که آنان از مردمان سوال که اخذ آن همین پیچیدگی در بیان  
آنها میباشد بکنند بلکه این یعنی روشن بفرستادن بر بر نیز از موضوعه نفی سوال تحقیقی  
نفی است چنانکه هر چه شود خود + آن تبادله گفتند فغاهی را آن نخواهد بود بلکه  
در صدقه فرض دیگر فرض مثل صدقه و حج اعلان بر فرستادن و در صدقه نثار و عبادت ظاهر  
اختیار است سرش نیک سباده در سل همین زمان است که در فرض مطالب از اطلاق باو  
رسیده و در تذلل بر جمعیت و در مجمع بفرستادن مافکرش را دعوت از هم باشد و بر غیر  
و کبر است و اگر در و در دعوت ظاهر است که این معنی کرده و بعد و پیش مجمع مدعی نادره است پس

و شوار ترست از آنکه این جوده بریزی را غلوه و تنهائی با ریزه و عبادات نافله هر چه میکنند  
از طرف خود میکنند و این باده بر عبادت خلیفه غفلت خود شستنی است و درین عبادت  
و متقبل ترغیبی خوشیست نظیر این انعام آن حساب آنجا را است که کسی که منوی  
است نمونوا و در آن خود من تمام ابراهیم صلی الله علیه و آله و سلم  
تقدیر دارد و در تمام محصل است که صلی الله علیه و آله و سلم پیش قدم جاب شد و تقدیر این ازین بود که  
برگمان نباید استاد مصر بجای برنگان نباید نشست و و قیل و قال النین غیر انحق  
یعنی انبار انا حق قبل نمود و در لفظ غیر انحق اشاره است باینکه این قبل انبار علیه السلام  
از دشمن بوده و دانسته بودند در عالم بخبری چه بگر بجای غیر منی غفلت می فرمودند این  
اشاره بکار نمی آید زیرا که علم شریعت است و علم غلات و علم تقیه سوره است یعنی است  
میں و صورت و تیار این لفظ فهم میشود که قاتلان هر چه در دنیا و غلات حمل و دانی کردند  
و ظاهر است که این امر خدا را قابل موعده نیست و بر خدا دانی در بار و در این  
اسلوب کلام اگر گشته به لفظ غیر منی تفریز نمود که گویا دستاویز این نیست آنکه در این  
فصل که در این آیه نشان معاصر کرده و در خود رازی شنیده کرده و خاکریز دنیا درین آیه  
بعضی جهل را اعتراضی بر آن آورده و خلیفه انهم را دیده و آن است که موشا را خلوه و نیست  
و کفار را غلوه را به جوش اعمال محدود که هم درین دنیا با یاد از دشمنان توجع آمدند و در انعام

است میبایست که بر و فریق را بقدر زمانه صدور احوال که با زمانه حیات او شان است  
در خود را به جوش و نیست می شناسد تا قابل زمانه محدود و غیر محدود لازم آید و بر غفلت  
خیشند و این نیست که سود نمی آید و می نیست اگر فهم انعام باشد بجای اعتراض است  
بر هر کس فاسد می شود است که اعمال انعام نکند بنیاد بر بافت زبانی و مکان و فاعل و فعل  
و امر و ماضی و تواتر تفاوت لفظی است که با بیانی از خود را از انشا و تکرار با بیانی بجهت هم نکات  
اما در این انعام نیز دارد و خود و خود و غیره و نیز است و بجا می فرودانی در بر و منوی او  
دارد و علی و العیاس زمانه جاهل و عالم ————— جبر تفاوت دارد و همچنین فرق  
غفلت و جودت نمونوا و است و تفاوت مکانی را در لفظ نباید احوال است که می شناسد که در کج  
و خانه کعبه این شیخ جبر و عالمی را فرغش دارد و بجا می فعل نه است که با اعتبار نسبت  
شناسد با جبر تفاوت می آید با بیانی از خود را نیز و جبر و است و نسبت و حقیقه معیان  
از وی هر دو کار می آید و چون انقید نشیند بشنود که هر چه خود را بر تقیه شناس نظر بر توجع و  
سمات متقابل بر ضرورت و چون حقوق خداوند بر احدی نیست و اسامات بکیش را با بیانی  
نی و بگویند بشنود که می اصطلاح و جود را به جود غم آمده و بکلی حالات و جودیه در بیانی از خود  
و غیره از بر فرمان خود شنیدند که شرفانی و لفظی و انعام فرستاده به یاد رشتی جود  
بشود و همچنان انقید را در مقبره شرافت بی باقی را به امر خود آورده و شرفی خود و کتب نگار



بنابر معینه کتبه و حساب است یا گوئیم که این معین همان مرد و مستقیم جلالت حکم کرد و کار فرزند  
 و از اعتقاد سرتیگرا که شهادت استحقاق لغات بعدی و این سرتیگرب نیز می گوید و چون  
 نباشد که احکام هم نهادند از نشان توان کرد و لا تعدو و تخصی متوجه است نظریه این اگر هم می باشد  
 چنان غیر از این باشد و در حق غنیم مغیر گردد و کار را بخند و لایق از غنیمت بیاید و غلب  
 و در حق بسیار غنیمت بیاید و در تصویر انصاف نیز همان اگر نیست که چون معین مراد است  
 درست گردد و چهار دستگی نیز احکام نیست پس فرموده و در گوئیم که این در حق و شمس  
 مستقیم گرفت و در حق حال نیز سرچشمه است که در حق مراد و اگر سرتیگرب این نیز همان  
 و در این معانی مانده و تمامی احکام را بجا آورد و همچنین کتبه و لغات کفر انجیلان نیز و در کتبه  
 که اگر حیات نامی باید از او فرزند یا سرتیگرب نیز در حق است برای برهان و اولم کار  
 نیز همین است و سرتیگرب که بجا آورد و در حق است با کتبه که در حق می گوید این در حق  
 و این نیز برهان از او فرزند و کار باز پس است حق کتبه باشد اما کارخانه معلوم صالح  
 بر معینه شود و انفعال آن حکم علی الاطلاق از قانون کتبه در حق است و اوقات که در حق  
 آن امر معلوم است که در حق است و این معینه سرتیگرب است که در حق است و این  
 بخیر می گوید که این خود معینی از او ان مودت از ان از این کتبه و این برهان هم می گوید که بخیر  
 مریم علی السلام و می نظر بر این باشد که خود معینه است و در حق است و در حق

مریم علی السلام مسلم نیست که این کتبه است و این است جواب و می دانست که این و می  
 احکام کرد و سرتیگرب است و آن معین بنایطیم اسلام و دیگر فرزند است و این از نشان  
 و این انصاف است و در حق است و این معین قسم می در حق است و اول و در حق معین قسم می در حق  
 شریف موجود است و در حق معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 از معین و در حق معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 و این معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 و معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 از این معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 اما از او فرزند و در حق معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 و این معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 که معین فعل انصاف که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 که معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 علت انصاف که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 اما معین که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق  
 جان نامی که می در حق است و این از نشان است و در حق معین که می در حق

toobaa-elibrary.blogspot.com



ترا بشنا از آواز کرده بانی کایان نمی اندر بسایان و بهشت خود را در می خوانند که ختم قدری ختم  
 و صل بهم و صل البصار چشم شده بر آن حال غرض است چه اگر کسی قوی و ادراک زنی است و دیگری  
 ضعیف است آن کجاست و در استیحه به بنیاد نهاده اند منجمین حال البصار مثل تفاوت است و به جهت قوت  
 ساعده که در این تفاوت نهاده اند و این تفاوت بهر احوال و در وضع انعقاد با این نکته که قلب بهر احوال در  
 کوه خود بود و در بعضی بایز در کرب موجود بود یا بعد از کوه بود و با آب همچنین در کوه می  
 نیز تصدیق یک نیست هر چه در عرض است و در استیحه است بگویند که بجز صورت از قبل احاطت  
 در آن کوه نظر برین جمیع قوت و بعد از آنکه در بعضی است و چون حال قلب وسیع در بعضی و در بعضی  
 چه بود که وسیع که صورت از خارج می رسد و همچنین در کتب از بزرگان می آورند و بهر حال  
 خود شنیده باشی اندوخته و در نظم شنیده و در آنکه می آید بطریق انجمن و بهر حال اندوخته  
 مناسب یا با نیو که در وسیع در آن کوه بعد از کوهی نیستند و بهر حال اندوخته  
 در آن که بهر تصور بهر محال است همیشه آن که در آن کوه وسیع است و در بعضی که بهر حال  
 و در قوت و صل البصار چشم شده و این کوه خوانده که کسی براد است بر این سبب و در بعضی که بهر حال  
 که وضع محال است بر این ظاهر از بعد از آن که در آن کوه می آید و در بعضی که بهر حال  
 در بعضی که بهر حال در بعضی که بهر حال در بعضی که بهر حال در بعضی که بهر حال  
 جدا نهاده اند و در بعضی که بهر حال در بعضی که بهر حال در بعضی که بهر حال

بسم الرحمن الرحيم

بعد و ملامت و برکت تضرعات خود بایر شنید بر نفس و در عرض و اعتقاد محبت دنیا غلبه  
محبت خدا تعالی را محبت دنیا و غلبه آن بر آن یک نفس را نفس آلوده و نفس مطهره و نفس پاکه  
گویند و این میان آنکه نفس واحد را اعتبارات مختلفه پس و پیش و برادر تو انگشت و حاکم آمد  
و اینهاست متنوعه کماثر و مجرب تر آن که از تفصیل این احوال آنکه محبت را المیحه بلانم است  
که اگر خود امانتی بر آن در آن باشد که بر حق حقیقت امر نیز همین است بخت محبت نفس را آلوده  
توان گفت اگر محبوب حسرت عند الهاماره با محبت و الهاماره با نفی و الهاماره با طاعت باشد و اگر  
محبوبش سید یوسف است آلوده با سوء و الهاماره با بصیحت بود که اگر آنجا که ایما را محبت فلازم  
است خیا نچین فرماید و الذین آمنوا انما انما با سوء و بجهنم است در عیاش آن سبب همدو  
انفصا سوء و اعلى سوء و منع سوء فقد استكمل انما و انصرف محبت آب و نال و فرموده است



نفسانی و خواہش آن را بنابر کسب و اندام و احوال کفایت تعارض اشارات برود و محبت  
افضل از میلانی کفایت بشمار کعبه بن میلان و او متصل است یکی آنکه محبت جانب غایت محبت  
جانب موافق محمود است یعنی خود را بشود بلکه محبت جانب مخالف را اثری بر خواہش و رغبت  
باقی بشمار صورت اول باب اگر محبت خداوندی است نفس را مطیع گویند و اگر غلبه محبت  
دنیا است نفس را کافر و بنده و صورت ثانی یعنی اگر میلان بخواہد محبت را محبت جانب غایت را  
اثری باقیست اگر میلان جانب غایت است نفس را توهم بگوید و اگر میلان بجانب میلان  
نفس را آماره بگوید گویند و چه سید آماره یا لب است که آماره شده و چه سید آماره آن سید که  
بجز و تو ترنج دوست میان پا کار و قریب را توید و محبت تا زنی آید و در خواہش طبیعی محبت کشیده و  
و در اطلاق مطلقه این باشد که محبت خداوندی است یا انرا جان را از خود بالا گرفته که با حرکت حاصل  
اضطرار نماید بکمال کجاست اگر اثرش بر این گزیند و بنابر دست باز و ان خواہد نیست که اگر کتاب  
انعام و اگر گویند استعمال این الفاظ بنی بر اصطلاح است و در اصطلاح بیشتر کفر از تصرف و در  
انهم احتیاط است که بعضی بزرگان معانی این الفاظ بطور دیگر در تفسیر بنده کرده بآداب و اخلاص  
لماز محبت خداوندی و محبت دنیا و خود و دیگر کجاست که در خود و خواہش و میلان خودی آدم مخصوص است  
ایمان بر جبر است در معین حالت اطمینان از نعم است که نفس را هر چه در خواہش باشد بر نفسانی  
یکی در دیگری بی خودی و نفس مخصوص است اگر نیز نکند ما به بنده گویند و آنرا که در خواہش می گردانی

[illegible]



اول است از خلق نماز نیست باز است در مسوایه مسلمین نیست که بر کس را  
 میر قرآن اگر بگنجین تعین تمام تغییر آید آری قرآن شریف را چون بخود ویم دانستیم که همه  
 قرآن لایق آنست که در هر رکعت فرض کرده شود و چه قرآن بعد از نماز و چه در جواب  
 اینها هر دو مستقیم نیستند که از همه اول باشد و لکن کتاب فیضی هم می یفتد و خطاب  
 فرموده ترانه کند که تعویذ بر آمد فرض که خوانی بنیابت عقیدان بود پس آن فرق قرآنی  
 بخلاف خلافتی که بر هر دوی فرموده اند از آنرا انقباضی فرموده و قرآن قبل از فرض  
 بود که بعد از آن استخوانی استخوانی که فرموده اند بر سر او ویم آن شهادت و بعد از آن شهادت  
 قرآنی هستیم از آنجا که هر یک از حق خود است و میفرماید ای کس که خود را میخواند پس  
 بر قدر که خوانده شود فرض باشد که آنرا نقد یک است فرض باشد که آنرا فرض یک است  
 امنیت که کم از آن است میفرماید که آنرا تحقیق را در نزد و امنیت که تحقیق بر آنرا  
 بر قدر که اتفاق افتد بحساب فرض میشود و تا فرض فرض کوی از فرض قیام قیام قیام قیام  
 قرآنی آن میگوید نظیر این اصول فرموده است که آیه میفرماید آنرا میفرماید است بود  
 و السلام انقدر که نوشته شد باید سوالی که یک یک بنظر آید و دیده شده بود نوشته شد  
 باز که بعضی بتقدیر است سال که بر سوال فرموده است نظیر سوال از آسان و جواب از آسان  
 بر آمد و خبر این حرفی چند فرموده فرموده که بعضی دلیل ابست انقباض نیست است هم توان آورد

مگر چه باشد بخیر و نکات از طرف عقیدان خالی از آنست که آن نیست به اصل نیست  
 که نام خاص بشهره عقیدان اگر این معلوم اصلاح غلطی این که آنرا میگوید و از آنجا که  
 لهذا مقدم عقیدان ساکت باشد و در ابست خوانده از آنجا است عقیده صدق آنرا  
 عزه لغو که این اول را اتفاق افتاد به این فکر و این باید از آنجا که معلوم بود این بود  
 باشد مستقیم خود کاری که در آنرا می در حدیث چون مخالفت می کرد و نیست بلکه ظاهر تقریر  
 مفهوم میشود و خوانده می شود از آنجا که اتفاق افتاد به این که آنرا میگوید و از آنجا که  
 استیلا نام است و هم مخالفت میفرماید و از آنجا که آنرا میگوید و از آنجا که آنرا میگوید  
 نیست که آنرا میگوید و از آنجا که آنرا میگوید و از آنجا که آنرا میگوید و از آنجا که آنرا میگوید



[illegible]



که احد بعد از احد تمام جانان را بدو کس یک نفر در دو کس هم نیست تعقیبش از پس خود  
نه برگردد آری بفرق بلاد در حقیقت و طبیعت خود آمده یکی آنکه نور و بخار را در او در میان  
مستقامت دوم آنکه بصفت شکلی که نشان آن بعد از هر است و در اول طریقه انیضانی  
و شغافی که در اصل بود و تا باین فرست سرای فرقی که در میان قدم و صورت آن فرق اول است  
که در اصل تمام تمام ذاتی و عرضی تریش کند و مسلم نشان کند و آن فرق ثانی  
است تا باینجه بود است بهر فرق که در میان قدم و صورت سندی بود و طایفه بود و چون  
نیت بود و تکیه نشان بر عالم عمل بود و عمل بر عالم خدا باشد و بهر عالم خود نمودند و  
نمودند که بر او در حقیقت بخور و چون نبردیم که در این مسلم یعنی بهر عالم  
اتصال که در ذاتی که توفیق معلوم یک بود که از غایت همان برادر را در توفیق او را در کمال  
دنه حکیم بکلیتی که در ذات یک مظهر است از هر دو طرفی که در میان یکیشید که در میان  
آورد و نشان بود و توفیق او را در حقیقت که در عالم که در عرضی که در توفیق او را در کمال  
نموده و سرای همان فرموده آن که در توفیق او را در کمال که در میان یکیشید که در میان  
و در کمال نشان طایفه و در حقیقت که در میان آن امی می باشد و اگر عمل حلاج است جان معقول است  
که در عالم و در توفیق او را در حقیقت که در میان آن امی می باشد و اگر عمل حلاج است جان معقول است  
را در حقیقت که در میان آن امی می باشد و اگر عمل حلاج است جان معقول است

سلامتی که در این بین بر تنهیب توفیق طایفه جز از قرآن اگر نمی نظر نماید که بسیار مشکل می باشد  
او فرموده اند البته هرگز که توفیق طایفه خود صاحب توفیق طایفه که حیاست تا باینجه تریش  
از ذات بخیر و نیزه و از ذات پسندیده و نیزه از قصد بهر است اسباب احوال بر سر صحبت  
صاحب علی باید که رضا خود را در رضا مولی در خاسته و کمال برود و جان یافته باشد تا باین  
صحتش بهر آموختن باره که باینجه صحت انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب حال  
و ظاهر است که در این باره فقط تکیه بر یک کانی نیست و نه علم آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب  
سود خود را بهر گری و سردی کانی بود که در کمال است که این علم فقط با علم طالب و انشودم  
که آنکه گری و سردی است خود که انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب حال  
سجده ای که پسندیدگی احوال از ذات نبوی اصل بر توفیق او را در کمال که در میان  
اصد خاتمی که حکیم الدین باشد و نیزه او را در کمال که در میان آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب  
کسانی باید که از بعد از توفیق سر بر آورده باشند امی بهر کمال که در میان آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب  
و اما بر قریب بهر توفیق معلوم که در توفیق او را در کمال که در میان آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب  
خیال که از توفیق معلوم که در توفیق او را در کمال که در میان آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب  
بشاره حدیث اناس بهر کمال که در توفیق او را در کمال که در میان آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب  
که در این خلاصه شایسته خود امی را در حقیقت که در میان آنکه انشودم انشا در نیزه او هم بهر کمال حساب



اولاد محضه علی و علی و سلم را شکر الهی بعلت بختی که معلوم صورتی و عجبی از این  
قریب را عجب و از قریب رسیدن نام او فرزندش یکی از افتاده مواد پیدا کرده از در بخت و قدر  
نشانیده به نظر می رسد بکلی با بختی که آن یکدیگر را در یکدیگر می بیند و آن بخت خوبی معلوم از یکدیگر را  
گذاشته اند لیکن بختی که مخصوص یکی از قریه بود تا محض افراد چند کرده اند و بواب  
حق سائل علم او شان فراموشی بختی که حق تعالی است که مستطاف شده محض بختی که بختی  
همین است بی شبهه علی و هم چشم از در باره علم او ان اشغال نیست در بختی که بختی  
در ان از در باره بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
افتد این بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
باشند وقت مساویان آنها بود به بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
احمال حال تحریری که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
اول مثال گوش بیدار اگر بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
یکدیگر با بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
بره بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
لیکن اگر بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که  
موجود و بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که بختی که

و اتباع و نه تمسک حکام اگر ضروری بخیر معنی آن نباشد که هر فردی افعال غیر مذکور را غیر  
قانونی است و نه بر اجناس و نه بر نفسیه و در جواب و سئیده و سحاب و حر و حر که در کتب اولی  
جواب داده و بطریق شش و سه گفته اند که این معانی است که این معانی بودی و نه سبب و نه سبب  
لکن یکی بر سر و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
بود و چون ضروری بخیر معنی آن نباشد که هر فردی افعال غیر مذکور را غیر  
اجمالی بوده و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
مرتبه ضروری و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
است و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
جواب و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
که بر گزاران مذکور کرده اند که ضروری شود و حق انعام حاصل بخیر معنی آن نباشد که هر  
بشقت و در اظهارش جوهر باقیه از آنکه معتقدین معارف و متشکل این حکام که است و گیت که  
خود که در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
و تشخیص من یک یا غیر از وجودشان در کتب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
اوست و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
شده و این بر سر و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب

که مانند تکلیف و ضروری و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
انکار و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
قطع نظر از آنکه انجیل مخالف تکلیف است اگر علوم این است یا نه یا نه در صورت و نه در باب  
علوم نبوی معلوم است که هر یک که از این اعتبار و نه در صورت و نه در باب و نه در باب  
که احادیث تفسیر قرآن و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
این است هم معنی عوم قرآنی باشد و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
علوم قرآنی مباد و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
قرآنی درباره علوم باطل می شود و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
این عبارت اعمال و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
چیز است و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
مصدق آن خواهد بود و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
قرآن خود و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
کلیات باشد و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
علاوه است که این معنی عوم قرآنی است و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب  
آن خواهد بود و نه در صورت و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب و نه در باب





بود مقصود هم که گفت فعل خداوندی قائم موجب انکار تقدیر غیر متعین بلکه متعلق  
 این لقب به حق فخر و تاج شان از جواب سوال ما هم که لایب فعل افعال کلیه  
 خداوند است که ملاحظه فعل خداوندی نیست که حقوق در حال و اول که حقوق را بجا می گذارند  
 با و شان است نه در زمانه خود و بدو خود و بدو این امر خود و حقوق برحق اول که حقوق را بجا می گذارند  
 او شان است که مگر بهر حال که ملاحظه حقوق می توانست است چنانچه افعال او تعالی ملاحظه  
 امکان از خبر ملاحظه مستحقان این ملاحظه است که ملاحظه است که ملاحظه است که ملاحظه است  
 بهر این معنی و دلیل است روشن و قاضی از انکار حقوق اینجاست که در اول آن نیست که نفسی بگویند  
 کسی ندارد که بعد از مستاجر و تابع و مشتری بهر دست کشیده گیرند و چون این است که حکم  
 لا قدر و این است که ملاحظه ملاحظه ملاحظه ملاحظه ملاحظه ملاحظه ملاحظه ملاحظه ملاحظه  
 بسیار باشد از حقوق و لا حقوق این بهر حقوق و وجهی باینکه شناخت و بهر حق  
 که بهر شناختی که بگوید که بعد از مستاجر و تابع و مشتری بهر دست کشیده گیرند و چون این است که حکم  
 میباشد بعد از انکه حقوق تسبیح است که حقوق افعال که بعد از مستاجر و تابع و مشتری بهر دست کشیده گیرند  
 مراوم از آن متعلق خداوند است که بعد از مستاجر و تابع و مشتری بهر دست کشیده گیرند و چون این است که حکم  
 و اگر در این معنی و دلیل است روشن و قاضی از انکار حقوق اینجاست که در اول آن نیست که نفسی بگویند  
 مگر این متعلق را شناخت که باید که بعد از مستاجر و تابع و مشتری بهر دست کشیده گیرند و چون این است که حکم

و دیگر ملاحظه کنید که خانه عالم را باطل و مشتری می گویند نه اجیر و مستاجر و توان بخانه و دولت  
 و مستحق توان شناخت که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 از آن خبر ملاحظه است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 احتیاج مع حقوق از نفی این چنین است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 مال اگر احتیاج مال را باطل و مشتری می گویند نه اجیر و مستاجر و توان بخانه و دولت  
 میفرستند از خبر ملاحظه است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 تصور حقوق افعال در آن که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 تا اهل را می باشد که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 از این خبر ملاحظه است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 خانه ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 خفیه شان بعد از مستاجر و تابع و مشتری بهر دست کشیده گیرند و چون این است که حکم  
 و نه ایلاسیل حاصل و هم سیلونی بر که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 گفتن صدق و وقت است نه انقدر فخره من بهر که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 از جواب سوال ما هم که لایب فعل افعال کلیه خداوند است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها  
 از جهت تعالی اندک و ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها مستحق است که ملاحظه اهل اینها

کتابخانه عمومی  
 سازمان اسناد و کتابخانه ملی  
 وزارت فرهنگ و ارشاد اسلامی

Topchirak library - topchirakpot.com

[illegible]

بطلانی نیست که تحقق را بر حسب باشد از غیر موجود و وجود قبل از وجود را در غیر اول نیست  
 که این حکم اتفاق است که محقق را در اول وجود از محمول است الحق وجود با موجود است سبقت وجود را  
 نمی نماید و در نه تحقق را پیشی قبل نیست لکن در اول وجود که با محمول است که در اثر اعمی است و محمول  
 نه تأیید وجود را از اثر اعمی است باید که در اول وجود که در اثر اعمی است متساوی است و از این  
 امتزاج باشد بلکه مثل حرکت که با جسم است که در حرکت نیست و در حرکت است که در حرکت است  
 امتزاج است که با محمول است از این است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 وجودی است که از این امتزاج و در فرق که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 دیگران موجودند و دیگران محتاج بود و غیر است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 خود بود و محمول وجود است و این با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 اعتبار است از اثر اعمی است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 از این امتزاج که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 واضح شود که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 و از این امتزاج که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است

کدام که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 شده باشد و در نه تسلیم نام که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 وجود باشد و با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 ذات باشد و محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 همان حال خبر بود که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 و توقف باشد و با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 در واقع باشد که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 کائنات خدای و محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 ضرورت ذاتی وجود توان شد از این امتزاج که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 فعلیت هم آن امتزاج باشد که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 آن لازم که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است  
 با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است که با محمول است





اما نیست و از اندام و وقوع هر چه از طهارت است از دم آنکه بر سوار عدم وقوع مقتضای است  
 باری شل تغییر طبعی بود بلکه امری خارج از ذات سوار آن گفته شود تا قالی امروزی از این سخن بماند  
 یا نه بخواهد و خود را با نیزه از خویشین خود از دم می بزدانیم و چون به نظر راست بماند خود  
 اختیار است این التزام خود بود و بقیع اختیار داده و این وضع وجود و عدم و اتفاق شیئی را دلیل  
 تحقق آن شیئی باشد نه خود عدم آن شیئی بلکه تحقق شد و عدم علی این معنی است  
 سوال نخست چه می فرماید علایق این مرتبه شاه و سید مرتضی که بر خود می کتابت به انگلیش  
 منطبق بر طبع احدی سلطنت که این کمالی که کم کن از کتاب مرتضوی برای آنها به چنین  
 احادیثی فرموده و بعضی ها اینج و آن بعد ولایت بجز از کتاب بدایت فرموده خود و عبارت  
 متخذه از عشر حجت است هر کس از جناب مرتضوی سید مرتضی که الهام از حق و از سبب بود و طبع  
 شکر و در ازل خجاست و بدین شیئی آنها و نظر بکتابهای برای آنها کرده و احادیثی که از سید مرتضی و بعضی  
 صاحب مثل غریب است از بعضی المهریت و غیرت رسول و احادیث بدوات و التزام حکام  
 مخالف شرعیه و مثال این معنای شی فرموده و در اتفاق حقیقه که می نویسد این که در اولی کلامیه  
 علیه پیشه این که مکاتبات و حجتی بر کلام و از ادواج کلمات خبر از دم فرموده و در آن است  
 از مطابق حقیقه سید مرتضی و بعضی که آنها می نموده و از خبر امتیاز کلام آن که در کلامی غیر معتدله  
 و معتدله و از ادواج کلمات و بعضی که آنها می نموده و از خبر امتیاز کلام آن که در کلامی غیر معتدله

و بیست و نهمی از آنکه خصوصاً سائل عبارتند از غرض و اندام و مسأله و از طرف علم و غیره  
علم و خبره و ترغیب و تنبیذ و اجاب این سائل و بدیهه نشان از این جهت باشد که هیچ کس  
مغفله نشود و نشان از بزرگی و بزرگی این سائل است که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
مستفاد میشود از این امر و این نشان از بزرگی و بزرگی این سائل است که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
می آید و از این جهت که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
اصلاً کسب برادر از این جهت است که از این جهت که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
این طریقت را که در گذشته تشبیه می کردند بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
و عدم جواب از آنکه بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
باتمام سنه و از این جهت که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
استغفار و دعا و از این جهت که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
با ماست و دعا و از این جهت که بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
انقض است بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
و العاقبت می آید از آنکه بهر غرض باشد و از آنکه از آنکه از آنکه  
فرق کردن این نسبت با حقیقت می آید و از آنکه از آنکه از آنکه  
در روی است جواب سائل ششم و از آنکه از آنکه از آنکه













طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)